قرآن حکیم اور احادیث نبویہ کی روشنی میں

قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں
خلافتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ
تالیف
مولانا محمد ابراہیم چشتی
مکتبہ جمالِ کرم لاہور
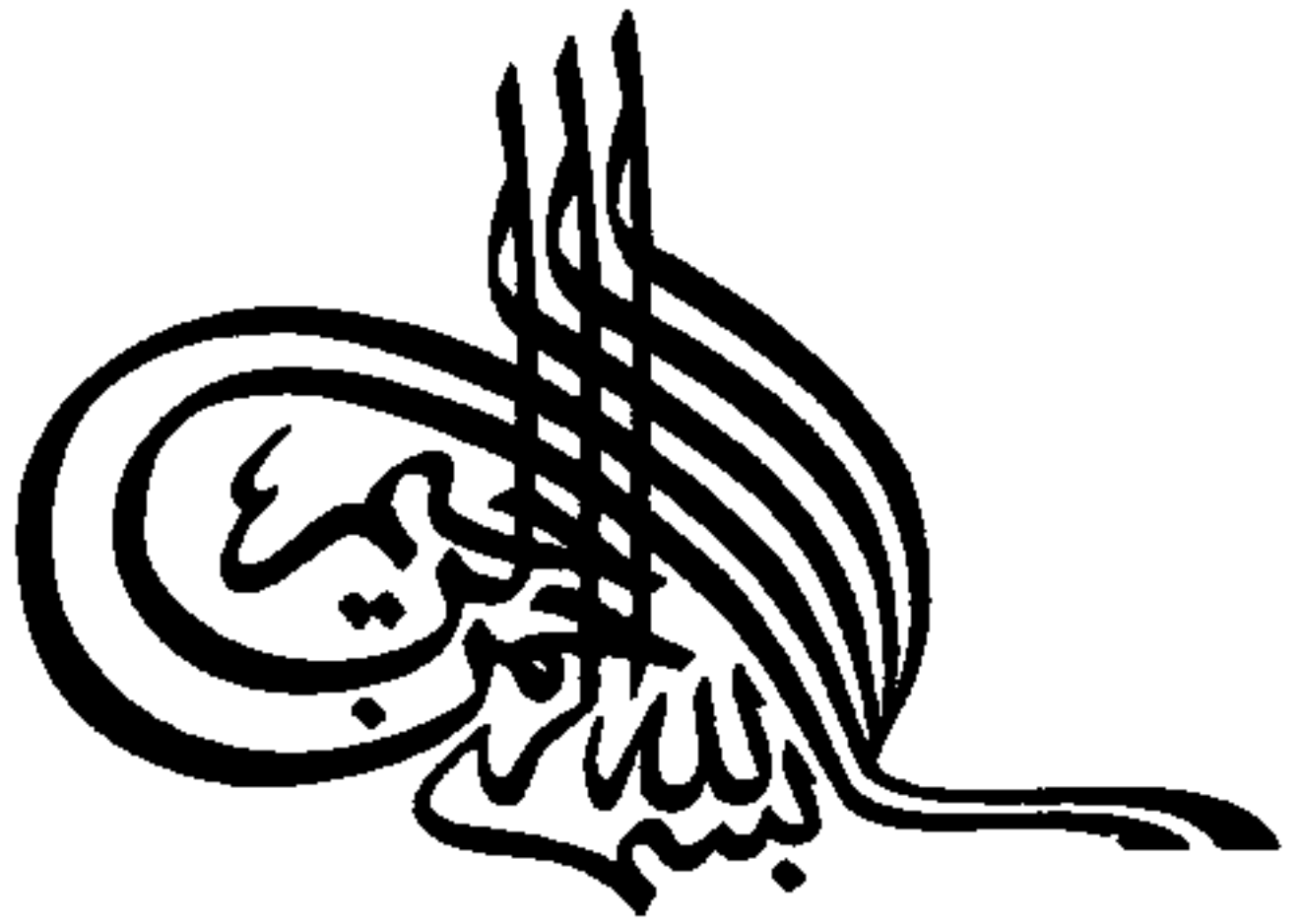
قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں

خلافتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

خادم اہلسنت والجماعت محمد ابراہیم

مکتبہ جمالِ کرم

9۔ مرکز الاویس (سیکنڈ فلور) دربار مارکیٹ - لاہور فون: 7324948

نام کتاب : خلافت صدیق اکبرؓ

مصنف : مولانا محمد ابراہیم چشتی

اشاعت اول : مئی 2002ء

تعداد : گیارہ سو

زیر اہتمام : ایم احسان الحق صدیقی

ناشر : مکتبہ جمال کرم لاہور

قیمت : 120

ملنے کے پتے

﴿۱﴾ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

﴿۲﴾ ضیاء القرآن پبلی کیشنز 14 انفال سنٹر اردو بازار کراچی

﴿۳﴾ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

﴿۴﴾ احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک عالم پلازہ راولپنڈی

﴿۵﴾ مکتبہ المجاہد دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ

صدیق سرور رضی اللہ عنہ

○

رفیق مصطفٰے صدیق سرور
عتیق ذوسرا صدیق سرور

علی کا مُدعا صدیق سرور
ہے دُرِ بے بہا صدیق سرور

کتابِ حق گواہی دے رہی ہے
ہے ساتھی غار کا صدیق سرور

ہے جو اہلِ محبت کا سفینہ
ہے اس کا ناخُدا صدیق سرور

نظر کے سامنے ہیں اُس کے جلوے
دلوں میں بس گیا صدیق سرور

گُلِ تازہ گلستانِ نبیؐ کا —
ہے بُلبُل کی صدا صدیق سرور

خضر کی کشورِ قلب و نظر کا
ہے سرور باخُدا صدیق سرور

○

فہرست مضامین

سیدنا ابو بکر صدیقؓ

اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آ گیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار

بولے حضورؐ چاہیے فکرِ عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار

اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگار

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

﴿بانگِ درا از علامہ محمد اقبالؒ: ۲۷۱﴾

علم دوست انسان

بہت سے دوستوں کی فرمائش تھی کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت کے موضوع پر کچھ لکھا جائے اور بالآخر یہ دقیق کام حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم مدظلہ کے حصے میں آیا اور یقیناً انہوں نے اسے بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا دلائل قاطعہ اور شواہد مسلمہ سے اسے مزین فرمایا۔۔۔۔۔۔۔ کتنی راتیں اس کام میں صرف ہوئیں اور کس قدر محنت کرنا پڑی؟ یہ ایک الگ کہانی ہے۔۔۔۔۔ مگر مسودہ تیار ہونے کے بعد اسے کتابی شکل میں لانا ایک نئی الجھن تھی کیونکہ یہ کام سرمائے کا تھا اور اکثر اہل علم وفن آجکل کے دور میں پردہ پوشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بالخصوص پاکستان میں۔۔۔۔۔۔۔ اتنی ضخیم کتاب کو فرد واحد کیلئے پرنٹ کروانا واقعی پہاڑ سر کرنے کے مترادف ہے۔ جبکہ ہمارے ادارے جو کتابوں کی چھپوائی میں مشغول ہیں عام طور پر مشہور مصنف کی کتاب چھاپتے ہیں یا پھر مزیدار' مصالحہ دار کوئی افسانہ نما تحریر ہو تو۔۔۔۔۔۔ آج کل اکثر۔۔۔ مقبول زمانہ ٹھہرتی ہے اس کی مثال پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔۔۔ کسی عام سے شاعر کی کتاب یا افسانوں کا مجموعہ اٹھا کر دیکھ لیجئے اور اس کا مقابلہ کسی بھی علمی کتاب کی طباعت اور کاغذ سے کر دیکھئے۔۔۔۔۔۔ فرق صاف واضح ہے۔۔۔۔۔۔ آخر ایسا کیوں؟ ناشرین کہتے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے۔ لوگ یہ چیزیں پسند کرتے ہیں تحقیق کے دریا میں کون غوطہ زن ہو۔۔۔۔ اور اب تو ویسے بھی تحقیق کا بے جا استعمال کر کے یہ لفظ خراب کر دیا گیا ہے۔۔۔۔ بہر حال۔۔۔۔ بات اس کتاب کے متعلق ہو رہی تھی اور ہم بھی ان مرحلوں سے گزر کر جب توکل بر خدا کئے محو حیرت' کارخانہ قدرت کا نظارہ کر رہے تھے تو یہ توفیق تحریر جناب حاجی سردار محمد اعظم خاں کے حصے میں آئی۔۔۔۔ انہوں نے مالی معاونت فرمائی' حوصلہ افزائی کی اور ان کے روپے سے ڈھارس بندھی کہ ابھی علم دوست انسان باقی ہیں۔ اس شخصیت کے متعلق چند سطور تحریر کرنا اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ دوسروں کیلئے ترغیب اور شوق کا باعث بنے اور جہاں ہم میلوں ٹھیلوں اور نجی وسیاسی محافل میں گراں قدر مال و دولت فضول اور بے کار کاموں میں صرف کر کے دنیاوی نمود ونمائش کا سامان مہیا کرتے ہیں وہاں اگر چند روپے علم لینے اور علم دینے پہ بھی خرچ کریں تو بہت خوب بات ہو' اور وہ علم جس کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات گردانا گیا' اس کی آبیاری بھی ہو جائے۔

کتاب کا مسودہ مکمل ہو چکا تو بیان کردہ صورتحال کے دوران محترم دوست چوہدری غلام غوث صاحب کے ہمرہ موصوف حاجی سردار محمد اعظم خاں صاحب کے ہاں بھیرہ (آزاد کشمیر) جانا ہوا وہاں حاجی صاحب کا جوان سال بھتیجا قضائے الٰہی سے عالم آخرت رخصت ہوا اور متعلقین کو دکھ

درد کا ایک طویل سلسلہ دے کر آزردہ وافسردہ کر گیا۔ ہم بھی اس سلسلے میں گئے کہ تعزیت کرلیں ... بجیرہ سے مشرق کی جانب تقریباً 10 کلومیٹر پر پڑکوٹ نامی قصبہ آباد ہے وہیں ہمارا قصد تھا... اور یہ موصوف حاجی صاحب کا آبائی گاؤں ہے۔ دیہاتی زندگی..... اور پھر آزاد کشمیر کی دیہاتی زندگی ... سبحان اللہ! حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی..... 40 سال بلیک برن (انگلینڈ) میں گزارنے کے باوجود نہ یورپ کا اثر نہ مغربی تہذیب کی جھلک..... یہ صوفی منش انسان..... چہرے پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سجائے..... ایسے لگا جیسے وہ کشمیر کی وادی کا کوئی پرانا دیہاتی بزرگ ہو جس نے جدید زندگی کبھی دیکھی تک نہیں۔ محبت بھری میٹھی زبان..... خلوص لہجے سے عیاں اور اسلام سے وابستگی حرکات وسکنات سے ظاہر..... بلاتکلف گفتگو ہوئی..... اس کتاب کا ذکر چوہدری غلام غوث صاحب نے کیا تو موصوف حاجی صاحب نے گویا پہلے ہی طے کر رکھا ہو ... فوراً اس میں تعاون کا اظہار کیا..... جو خدا کی رضا سمجھ کر سعی مشکور ٹھہرا۔

آجکل حاجی صاحب دوبارہ بلیک برن واپس چلے گئے ہیں مگر انہوں نے جس مقصد میں معاونت کی وہ منظر عام پر آکر آپ کے ہاتھوں میں کتاب کی شکل میں موجود ہے۔ دعا کیجئے کہ رب ذوالجلال ان کے بیٹوں محمد امجد اعظم، محمد الطاف اعظم جو ڈاکٹر ہیں اور محمد آصف اعظم جو بزنس سے وابستہ ہیں ان کی عمروں میں برکت نازل فرمائے اور ان کی بیٹیاں تعلیم وطب جدید (میڈیکل) سے وابستہ ہیں انہیں اپنے مقصد عزیز میں کامیاب فرمائے۔

اس کتاب سے حاجی صاحب کے والدین حاجی ہنس خاں ومحترمہ گلزار بیگم اور ان کے بھتیجے ظفر اقبال اور اہل خانہ سے بھاگنور بیگم اور گلزار بیگم کی روحوں کو ثواب ایصال کرنا مقصود ہے۔ قارئین سے التماس ہے ان حضرات مرحوم کی بخشش اور اعلیٰ درجات کیلئے دعا فرمائیں۔ خدا کرے کہ یہ کتاب مخیر حضرات کیلئے ترغیب وتشویق کا باعث بنے۔

آمین

ناظم شعبہ نشر واشاعت

دار العلوم کنز الایمان

(تحصیل کھاریاں)

تقدیم

یارِ غار

جس طرح پاکیزہ لوگوں کی محفل میں بیٹھنے سے روح کو تازگی اور ایمان کو تابندگی ملتی ہے اسی طرح ان پاکباز لوگوں کے تذکرے پڑھنے، سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرنے اور حیات طیبہ کے واقعات میں مشغول ہونے سے باطنی ترقی اور طمانیت کا سامان ملتا ہے، وہ لوگ جو اسلام پر مر مٹے اور آقا کے حضور مال اولاد بلکہ جان کا نذرانہ پیش کر کے داستان عشق و محبت کا زریں عنوان بنے............ تپتی ریت پہ جسم پگھل گیا مگر زبان نے پیغام توحید سے ناطہ نہ توڑا............ کوڑے برسے مگر پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی............ تیر کھائے مگر وادیٔ بطحا کے چاند کا دامن نہ چھوڑا............

وہ حبشہ کے بلال ہوں یا روم کے صہیب............ فارس کے مسلمان ہوں یا عرب کے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم............ سبھی جانثار اسلام ہیں، ان مقدس نفوس کے دم سے اسلام کی روشنی مکہ کی وادیوں سے نکل کر پوری دنیا میں پھیلی اور چار دانگ عالم میں توحید کا ڈنکا بجا۔

آج ہم ایسے ہی درخشندہ ستارے اور عرفان عشق و محبت کا تاج اپنی جبیں نیاز پر سجانے والے جانثار رسول ﷺ کا ذکر کر کے دل و دماغ کو معطر کر رہے ہیں۔

اسلام ابھی مکہ کی سرزمین پر بیگانہ سا تھا، کفار مکہ اپنے آباؤ اجداد کے طریقے پر سختی سے کاربند تھے اور اسے چھوڑنے کا تصور بھی ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ دعوت توحید دیتے ہیں، بتوں اور بت کدوں کو چھوڑنے، ایک خدا کو ماننے اور اسی کی عبادت کرنے اور اس کے بھیجے ہوئے برگزیدہ انسان کو نبی تسلیم کرنے کا پیغام، بتوں کے پجاریوں پر برق بن کر گرتا ہے۔ اور یہ اعلان انہیں نبی محتشم ﷺ کی دشمنی پر جمع کر دیتا ہے۔ سردار سر جوڑتے ہیں اور اس پیغام توحید و رسالت کو آغاز ہی

سے دبا دینے کا سوچتے ہیں۔

اسلام کے انہی ابتدائی ایام میں عبداللہ نامی شخص ملک شام سے تجارتی سفر مکمل کر کے واپس لوٹتا ہے۔ سفید رنگ .... اکہرا بدن .... رخسار اندر کو دبے ہوئے .... پیشانی پر دانش و فراست کی پرچھائیاں .... نیچی نظر .... شرم و حیا کا پیکر .... جیسے ہی شہر مکہ میں قافلہ داخل ہوا۔ سرداران قریش اس معزز، محترم شخص سے ملے اور کہا۔

ارے سنتے ہو! تمہارے جانے کے بعد تمہارے دوست محمد (ﷺ) نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور نئے دین کا اعلان کر کے ہمارے بتوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا ہے۔

یہ بات سننا تھی کہ عبداللہ کو وہ خواب یاد آ گیا جس میں دیکھا تھا کہ مکہ مکرمہ کی طرف سے ایک چاند اترا اور ہر گھر میں داخل ہوا، پس اس کی روشنی اور ضیاء سے گھر چمک گئے پھر آخر میں وہ چاند میری گود میں جمع ہو گیا۔ عبداللہ کو اس خواب کے ساتھ ہی تعبیر بیان کرنے والے اس عالم کے یہ الفاظ بھی پردہ سماعت سے ٹکراتے ہوئے محسوس ہوئے، جب خواب سن کر اس نے کہا تھا "اے نیک بخت نوجوان! جس نبی کی انتظار ایک عرصہ سے کی جا رہی ہے وہ تشریف لا چکے ہیں اور تم اس کے دامن سے وابستہ ہو کر سب سے زیادہ سعادت مند ہو گئے۔ مبارک ہو تمہیں اے آخری نبی کے رفیق خاص!"

اب جو سرداران مکہ کی زبانی محمد عربی ﷺ کی نبوت کا مژدہ جانفزا سنا تو فوراً بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور کہا "اے محمد ﷺ! کیا آپ نے نبوت کا اعلان کیا؟" جواب ارشاد ہوا "ہاں" عرض کی "اس کی دلیل؟" جواب ملا تیرا وہ خواب جو تو نے دیکھا ہے اور چاند کو اپنی گود میں سمٹتے ہوئے پایا ہے۔ یہ سننا تھا کہ آگے بڑھ کر اس آفتاب رشد و ہدایت کے سامنے بصد عجز و نیاز عرض کی۔

"اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ"

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں"

یہ پیکر رعنائی عبداللہ ابن ابی قحافہ ہیں جو اسلام لانے کے بعد عتیق اور صدیق کے لقب سے معروف ہوئے اور دنیا انہیں ابوبکر کی کنیت سے یاد کرتی ہے۔ (رضی اللہ عنہ) آج بھی ان کا نام عشاق کیلئے تڑپ کا سامان ہے۔ ان کی جانثاری کے تذکرے، پڑھنے، سننے والوں کے دلوں کو جلا بخشتے ہیں۔ ان کی فضیلت، عظمت اور شان و شوکت کے بیان کیلئے یہ چند سطریں آٹے میں نمک کے مصداق بھی نہیں مگر صرف حصول برکت کی خاطر آپ کے نام نامی، اسم گرامی کو موضوع سخن بنایا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جس روز حضرت صدیق اکبرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے، آپ نے یہ تمام مال نبی کریم ﷺ (کے ارشاد) پر خرچ کر دیا۔ شب معراج کی صبح جب واقعہ اسریٰ سن کر کفار نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے لگے اور مذاق اڑانے لگے تو صدیق اکبرؓ نے کافروں کے منہ یہ کہہ کر بند کر دیے کہ اگر میرے آقا ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے تو اس میں ذرا بھر بھی شک نہیں، آپ ﷺ ہمیشہ سچ ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ نے صدیق کا لقب عطا فرمایا یعنی پیکر صداقت۔ بعض روایات میں جبرائیل امین کے ذریعے نبی کریم ﷺ کو مطلع کیا گیا کہ آپ واقعہ معراج شریف کی تصدیق کریں گے۔ اس لئے آپ کا لقب صدیق پڑ گیا۔

ابن عساکر نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی موجود تھے اور ایسی قبا پہنے ہوئے تھے جس کو انہوں نے اپنے سینے پر کانٹوں سے اٹکایا ہوا تھا (بٹن کی بجائے کانٹے لگے ہوئے تھے) پس جبرائیل امین نازل ہوئے اور عرض کی اے محمد ﷺ! ابوبکرؓ نے کانٹوں سے قبا کو کیوں اٹکایا ہوا ہے؟ ارشاد ہوا اس لئے کہ انہوں نے سارا مال مجھ پر (اسلام پر) خرچ کر دیا ہے۔ حضرت جبرائیل نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اللہ ان پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے اے ابوبکر! کیا اس حالت فقر میں ہم سے خوش ہو؟........ یہ سننا تھا کہ ابوبکرؓ پکار اٹھے میں اپنے رب سے کیسے ناراض ہو سکتا

ہوں............ میں اس سے راضی ہوں............ میں اس سے خوش ہو۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور سب کچھ اسلام پر نچھاور کر دیا............ سفر و حضر میں نبی کریم ﷺ کی رفاقت اختیار کی............ غلاموں کو خرید خرید کر آزاد کروایا............ درہم و دینار پانی کی طرح دین اسلام کے راستے میں لٹائے اور آقائے دو عالم ﷺ سے عتیق کا لقب پایا............ ایک مرتبہ خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے فرمایا جس نے جہنم کی آگ سے آزاد شخص دیکھنا ہو وہ اسے (صدیق اکبرؓ) دیکھے، یہ عتیق ہیں (عتیق کا مطلب ہے آزاد ہونے والا)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ابو بکرؓ کے مجھ پر ایسے احسانات ہیں کہ کسی اور کے نہیں............ انہوں نے جان اور مال سے میری مدد کی اور اپنی بیٹی میرے عقد میں دے دی۔

ابو داؤد اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا انسانوں میں سب سے زیادہ جس نے مال اور دوستی کے ذریعے میرے ساتھ تعاون کیا وہ ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابو بکرؓ ہوتے۔ وہ میرے دینی بھائی ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے فضائل و کمالات بے شمار اور ان گنت ہیں ان کے اوصاف جمیلہ حساب سے باہر ہیں............ قبول اسلام سے لے کر وصال تک رفاقت نبوی کا مزہ پایا اور چند خاص حالتوں کے علاوہ کبھی جدا نہ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

پسندیدہ خصلتیں تین سو ساٹھ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو ان میں سے کوئی خصلت اس کے اندر پیدا فرما دیتا ہے جس کی بدولت اسے جنت مل جاتی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! (ﷺ) کیا ان میں سے کوئی عادت میرے اندر بھی ہے؟ ارشاد فرمایا اے ابو بکر! تمہارے اندر وہ تمام خصلتیں موجود ہیں۔ (ابن عساکر بحوالہ سلمان بن یسارؓ)

نبی کریم ﷺ کے ساتھ شدید محبت اور الفت کا نتیجہ تھا کہ رب ذوالجلال نے آپ کو مقام رفیع پر فائز فرمایا۔ قرآن پاک کے اندر آپ کو صاحب رسول ﷺ کے لقب سے یاد فرمایا۔

ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبه......

یعنی غار ثور کے اندر حضرت ابو بکر کی پریشانی اور اس بات کے خوف پر کہ کہیں دشمن ہمارے ٹھکانے سے آگاہ نہ ہوئے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "لاتحزن ان اللہ معنا" (اے پیارے صدیق!) غم نہ کھا بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

اسی بات کی طرف "ثانی اثنین" کے ساتھ اشارہ کیا ہے اور مفسرین نے یہ بات بھی بڑی وضاحت کے ساتھ لکھی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے نفس یا جان کی کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ ڈر صرف اسی بات کا تھا کہ کہیں دشمن میرے آقا ﷺ کو اذیت نہ پہنچائے۔ اس بات پر حضرت عمرؓ کی یہ روایت شاہد ہے۔

حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ افضل ہیں یا حضرت ابو بکرؓ؟ یہ سن کر آپ رونے لگے اور فرمایا خدا کی قسم! حضرت ابو بکرؓ کی ایک رات اور ایک دن میری ساری عمر کی نیکیوں سے بہتر ہے۔ (اے سوال کرنے والے) کیا تجھے وہ دن اور رات بتا نہ دوں؟ عرض کیا گیا۔ ہاں امیر المومنین ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔

"رات وہ جب نبی اکرم ﷺ مکہ سے حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ نکلے اور سفر ہجرت شروع کیا تو حضرت ابو بکرؓ کبھی آپ کے پیچھے ہو لیتے اور کبھی آگے، کبھی دائیں کبھی بائیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اے صدیقؓ! یہ کیا کرتے ہو کبھی اس طرف کبھی اس طرف؟" عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! جب راستہ یاد کرتا ہوں تو آگے ہو جاتا ہوں، جب کافروں کا خیال آتا ہے آپ کی تلاش کر رہے ہیں تو کبھی پیچھے ہو جاتا ہوں اور کبھی دائیں بائیں...... حضرت عمرؓ نے فرمایا...... اس رات نبی اکرم ﷺ پاؤں کی انگلیوں کے بل چل رہے تھے تاکہ نشان قدم سے دشمن ٹھکانے پر

آگاہ نہ ہو جائے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر آبلے پڑ گئے۔جب صدیق اکبرؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو نبی اکرم ﷺ کو اپنے کاندھوں پر اٹھالیا اور دوڑنا شروع کر دیا حتی کہ غار تک پہنچ گئے......(الیٰ...... آخر الحدیث......ابن عساکر)

اس سفر ہجرت کے بارے میں یہ روایت بھی قابل غور ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے خداوند کریم کی طرف ہجرت کا حکم ملنے کے بعد جبرائیل امین سے فرمایا۔اس سفر میں میرے ساتھ کون ہوگا؟ تو جبرائیل نے عرض کی "ابوبکر"

معلوم ہوا کہ یہ سعادت ابدی، رب ذوالجلال کے حکم سے آپ کا مقدر بنی اور آپؓ کا ساتھ آسمان پر پہلے ہی طے ہو چکا تھا۔ یہ آپ کے کامل ایمان اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شدید محبت کی بھی دلیل ہے کہ اکابر صحابہؓ سے صرف صدیق اکبرؓ کو ہی اس سفر میں رفیق بنایا۔اسی لئے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد مخلوق میں سے افضل ترین ذات ابوبکر صدیقؓ کی ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی سیرت و کردار اور عظمت و شان کی ایک جھلک آپ کے اس خطبے سے بھی نمایاں ہے جو آپ نے خلافت سنبھالنے کے بعد دیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

آپؓ حمد و ثنا کے بعد یوں گویا ہوئے!

مسلمانو! مجھے تمہارا امیر بنایا گیا ہے۔اگر میں بھلائی کروں تو میری مدد کرنا اور اگر مجھ سے گناہ یا برائی سرزد ہو جائے تو مجھے ملامت کرنا...... سچائی امانت ہے اور جھوٹ ایک خیانت ہے...... تم میں جو کمزور ہے میرے نزدیک اس وقت تک طاقتور ہے جب تک اس کا حق نہ دلوادوں اور تم میں جو طاقتور ہے میرے نزدیک اسوقت تک کمزور ہے جب تک اس سے دوسروں کا حق وصول کر کے حقداروں کو نہ دے دوں......یاد رکھو! جس قوم نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا اور وہ خوار ہو گئی اور جس قوم میں بدکاری پھیل گئی اور بلاو آزمائش میں گرفتار ہو گئی۔جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کروں تو تم میری اطاعت کرنا اور اگر ان سے روگردانی کروں (العیاذ باللہ) تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں۔یہ چند جملے حکمرانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے ہی کافی

ہیں جنہوں نے عوام کے حال کو اپنی جاگیر اور اپنے حکم کو حتمی فیصلہ سمجھ رکھا ہے جو ظالموں کے جانب دار ہیں اور مظلوموں سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اور اس خطبے کے کلمات حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عدل وانصاف، فہم و فراست اور نور ایمانی کی روشن دلیل ہے اور ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔ جب آپؓ مسند خلافت پر تشریف فرما ہوئے تو اسلام ابھی نرم و نازک شاخوں کے ساتھ دنیا میں ابھر اتھا جو لوگ ابھی اسلامی تعلیمات مکمل سمجھ نہ پائے تھے۔ نبی محترم ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہونا شروع ہو گئے، بعض نے زکوۃ دینا بند کر دی اور کچھ قبیلوں نے بغاوت کر دی، برباد کرنے کی مکمل کوشش شروع کی...... سرحدوں پر دشمن نے حالات سے فائدہ اٹھا کر اسلامی سلطنت کو روندنے کی کوشش کی۔

ان پیچیدہ اور نازک حالات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جس حوصلے اور جرأت مندی کا ثبوت دیا وہ تاریخ عالم میں بے نظیر و بے مثال ہے جو بھی جنگ لڑتے ہوئے اندرونی شورشیں فرو کیں اور سرحدوں پر دشمن کے دانت بھی کھٹے کیے لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی اور اسلام کی عزت و قار میں اضافہ ہوا۔

ختم نبوت کا مسئلہ آج کا نہیں حضرت صدیق اکبرؓ کے دور سے بلکہ نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ سے ہی ایسے فتنے سر نکالتے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر تحریک ختم نبوت کا مجاہد اول حضرت صدیق اکبرؓ کو قرار دیا جائے تو اس میں ذرا بھی مبالغہ آرائی نہ ہو گی، انہوں نے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے سر خاک میں ملا کر رکھ دیئے اور امت مسلمہ کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کو بتا دیا کہ جب تک ایک بھی مسلمان موجود ہے اپنے پیارے حبیب کریم ﷺ کے دامن نبوت پر کسی غلیظ، جھوٹے، کذاب اور دجال شخص کے ناپاک چھینٹے پڑنے نہ دیگا...... آج بھی یہ فتنہ مرزائیت و قادیانیت کے روپ میں سانپ بن کر بل سے منہ نکال رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جذبۂ صدیقی کے ساتھ اس کا پھن کچل دیا جائے اور دامن محبوب ﷺ پر کوئی حرف نہ آنے دیا جائے یہی محبت کا تقاضا ہے۔

بہر حال فضائل و کمالات ابو بکر صدیقؓ کا یہ مختصر سا بیان سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ رب ذوالجلال ہمیں ان پاکباز لوگوں کی سیرت و کردار پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور خدا کرے کہ اقبال مرحوم علیہ الرحمۃ کی زبان میں صدیق اکبرؓ کا یہ مقولہ ہمارے ایمان کی بنیاد بنے۔

پروانے کو چراغ، بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کیلئے ہے خدا کا رسول بس

خلافت سیدنا ابو بکر صدیقؓ پر لکھی گئی یہ کتاب ایک اچھوتی اور گراں قدر کوشش ہے۔ آپؓ کی خلافت کو غصب کا نام دینے والے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی خلفاء کے دامن اقدس پر تحریر و تقریر کے ذریعے کیچڑ اچھالنے والوں کیلئے مسکت جواب ہے۔ جس محنت اور عرق ریزی سے اسے پیش کیا گیا یہ حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ العالی جیسی شخصیت کے ہی لائق تھا۔ کتاب سے علمی و تحقیقی اسلوب جگہ جگہ مترشح ہے اور مدلل گفتگو نے مخالفین کے اعتراضات خس و خاشاک کی طرح بہا دیئے ہیں۔ رب ذوالجلال حضرت علامہ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور اہل سنت و جماعت کیلئے مزید تحریر کرنے کی توفیق بخشے، آمین۔

محمد سجاد رضوی۔ نصیرہ (تحصیل کھاریاں۔ ضلع گجرات)
ایم اے عربک (پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور)

خطبۃ الکتاب

صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونستعینہٗ و نستغفرہٗ ونومن بہٖ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور أنفسنا ومن سئیات اعمالنا ونشھد أن لا الہ الا اللہ و نشھدأن سیدنا و مولانا محمدا عبدہٗ ورسولہٗ، اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد النبی الامی وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد:

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاتنصروہٗ فقدنصر اللہ اذأخرجہٗ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبہٖ لاتحزن ان اللہ معنا فأنزل اللہ سکینتہٗ علیہ..... الی آخرالایۃ (القران الحکیم)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہٗ النبی الکریم الامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحب رسول خدا ﷺ...... سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

نام مبارک : عبداللہ

باپ کا نام : عثمان کنیت ابوقحافہ

شجرۂ نسب

حدثنا محمد بن عمرو بن خالد الحرانی حدثنی أبی ثنا ابن لهيعة عن أبی الاسود عن عروة قال ابوبكر الصديق اسمهٗ عبدالله بن عثمان بن محمود بن عامر بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة بن كعب بن لؤی بن غالب بن فهر القرشی التيمی

"عبداللہ بن عثمان، حضرت ابوبکر صدیق کا نام ہے اور اس سے آگے فہر القرشی التیمی تک آپؓ کا نسب مبارک ہے۔

والدہ کا نام

أم الخير سلمٰی بنت صخر بن عامر بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة بن كعب بن لؤی بن غالب بن فهر بن مالك.

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نسب تقریباً ساتویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے جا ملتا ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ کے آباء کی مردتین کعب تک تعداد برابر ہے۔ (فتح القدیر، ج ۷، ص ۹)

نانی کا نام

دلاف یعنی أميمة بنت عبيد بن ناقد الخزاعی

والدہ کا نام

أمينة بنت عبدالعزى بن حرثان ابن عوف بن عبيد بن عويج بن عدى بن كعب

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والدین مشرف بہ اسلام ہوئے جیسا کہ حافظ سلمان بن احمد طبرانی فرماتے ہیں۔

حدثنا محمد بن علي المديني البغدادى ثناء داؤد بن رشيد عن الهيثم ابن عدى قال أم أبي بكر رضى الله عنه يقال لها أم الخير بنت صخر بن عامر وهلك ابوبكر رضى الله عنه فورثه آبواهُ جميعا وكانا أسلما وماتت أم أبي بكر قبل أبيه. (طبرانی فی الكبير، ج ۱ ، ص ۵۱، ۵۲)

ھیثم بن عدی فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ام الخیر بنت صخر بن عامر اور والد گرامی، حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد آپؓ کی وراثت کے مالک بنے اور وہ دونوں مسلمان تھے اور آپ کی والدہ نے آپ کے والد سے پہلے وفات پائی۔

سن ولادت

آپ کی ولادت کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی "الاصابۃ" میں لکھتے ہیں۔

ولد بعد الفيل بسنتين وستة اشهر أخرج ابن البرو الطبرانی بطريق ابن لهيعة عن أبي الأسود عن عروة عن عائشة رضى الله عنها قالت تذاكر رسول الله ﷺ و ابوبكر ميلا دهما عندى فكان رسول الله ﷺ أكبر من أبي بكر رضى الله عنهُ وصحب النبي ﷺ قبل البعثة وسبق الى الإيمان به

(الاصابة فى تمييز الصحابة، ج ۲ ، ص ۳٤۱. طبرانی فی الکبیر، ج ۱، ص ۵۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے اڑھائی برس بعد پیدا ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس بیٹھے اپنی ولادت کا ذکر کر رہے تھے (اس گفتگو کے نتیجے میں ظاہر ہوا کہ) نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے آپؓ قبل از بعثت رسول اکرم ﷺ کے ساتھی رہے اور آپ ﷺ پر ایمان لانے میں دوسروں سے سبقت کی۔

ابو بکر کی وجہ تسمیہ

علامہ عبدالباقی "زرقانی علی المواهب" اور علامہ حلبی "انسان العیون" میں لکھتے ہیں :

قال الزمحشري ولعلهٗ كني بأبي بكر لابتكاره الخصال الحميدة وقال الزرقاني ولم أقف علىٰ من كناهُ به هل المصطفى ﷺ أو غيرهُ

(سیرت حلبیه ج ۱، ص ٤٤٢ .زرقانی، ج ۱ ، ص ۲۳۸)

امام زمخشری فرماتے ہیں صدیق اکبرؓ کی کنیت ابو بکر شاید اس لئے رکھی گئی کہ آپ بچپن ہی سے اعلیٰ خصلتوں کے مالک تھے اور علامہ زرقانی فرماتے ہیں یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کی یہ کنیت مصطفیٰ کریم ﷺ نے رکھی یا کسی اور نے۔

آپ کے لقب "صدیق" کی وجوہ

صاحب "معجم کبیر" بطریق عکرمه عن ام هانی رضی الله عنها اور ابن اثیر "اسد الغابة" میں بطریق معمر عن زهری عن عروة عن عائشہؓ روایت نقل فرماتے ہیں۔

عن عكرمة قال أخبرتني أم هاني قالت قال رسول الله ﷺ لما أسرى به انى أريد أن أخرج الى قريش فأخبرهم، فأخبرهم فكذبوه وصدقه ابوبكر فسمي يومئذ الصديق وفي رواية عن عائشة فلذالك سمي ابوبكر الصديق

(معجم كبير للطبراني، ج ۱ ص ۵۵. اسد الغابة، ج ۲ ، ص ۲۰۶)

حضرت اُم ہانی فرماتی ہیں جب نبی اکرم ﷺ کو سیر کرائی گئی تو آپ نے اس بات کی اطلاع قریش تک پہنچانا چاہی، جب قریش کو واقعہ معراج سے آگاہ کیا تو انہوں نے آپ ﷺ کی تکذیب کی (جھٹلایا) جبکہ حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور تائید بھی۔ اسی دن سے آپ کا نام صدیق رکھ دیا گیا۔

اور اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق، واقعہ معراج کی تصدیق کرنے کے نتیجے میں آپ کو صدیق کا لقب عطا کیا گیا۔

علامہ بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

الصديق في الاسلام لتصديقه النبي ﷺ وذكرابن سعد أن النبي ﷺ لما أسرى به قال لجبريل عليه السلام أن قومي لايصدقوني فقال له جبريل يصدقك أبوبكر و هوصديق. (عمدة القاری، ج ١٦، ص ١٧٢)

"زمانہ اسلام میں آپ صدیق کے لقب سے معروف ہوئے اس لئے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی۔ ابن سعد نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو جب سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: میری قوم اس سیر کو تسلیم نہ کرے گی۔ جبرائیل امین نے جواب عرض کیا: آپ کی تصدیق، ابو بکر صدیق کریں گے اور وہ صدیق یعنی زبان نبوت کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کا لقب صدیق، من جانب اللہ ہے۔

أخرج ابن حبان في صحيحه عن أنس بن مالك رضى الله عنه أن النبي ﷺ صعد أحداً فتبعه أبوبكر و عمروعثمان رضى الله عنهم فرجف بهم فضربه نبي الله برجله وقال أثبت أحداً فما عليك الا نبي وصديق و شهيدان.

(صحيح ابن حبان جز ٨، ص ٧)

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جبل اُحد پر جلوہ افروز ہوئے اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔

جبلِ اُحد نے مسرت سے حرکت کرنا شروع کر دیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا (اپنا پاؤں مبارک جبلِ اُحد پر مار کر) اے اُحد ثابت قدم رہ! تجھے معلوم نہیں تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ابن حبان فرماتے ہیں اس حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ صدیق کا لقب خود رسول خدا ﷺ نے آپ کو عطا فرمایا۔

أخرج الطبراني من طريق عمران بن ظبيان عن يحيى حكيم بن سعد قال سمعت عليا رضي الله عنه يحلف لله أنزل اسم أبي بكر من السماء الصديق

(طبراني في الكبير، ج ١، ص ٥٥. صفة الصفوة ج ١، ص ٢٣٦)

وقال الحافظ في الفتح رجاله ثقات (فتح الباري، ج ٧، ص ٩)

یحیٰ حکیم ابن سعد سے روایت کرتے ہیں میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہتے تھے کہ حضرت ابوبکر کا لقب "صدیق" آسمانی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

أخرج الدارقطني في الافراد من طريق أبي اسحاق عن أبي يحيى قال لااحصي كم سمعت عليا يقول على المنبر أن الله عز و جل سمي ابابكر على لسان نبيه ﷺ صديقا. نقله الحافظ بن الحجر العسقلاني في الاصابة

(الإصابة، ج ٢، ص ٣٤٣)

ابویحیی فرماتے ہیں میں شمار نہیں کر سکتا کہ میں نے کتنی مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پہ یہ کہتے سنا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے حضرت ابوبکر کا نام صدیق رکھا۔

اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے "الاصابہ" میں دارقطنی کی "الافراد" سے نقل فرمایا:

أخرج ابن الاثير فی الاصابة عن النزال بن سبرة الهلالي قال فقلنا يا أمير المومنين حدثنا عن اصحابك قال كل أصحاب رسول الله ﷺ أصحابي قلنا حدثنا عن أبي بكر قال ذاك أمرؤ سماه الله عزوجل صديقا على لسان جبريل و لسان محمد ﷺ كان خليفة رسول الله ﷺ على الصلوة رضيه لديننا فرضينا لدنيانا (الاصابة لابن الأثير، ج ۲ ، ص ۲۱٦)

نزال بن سبرہ ہلالی فرماتے ہیں ہم چند افراد امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنے اصحاب (ساتھیوں) کے متعلق کچھ بیان فرمائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہؓ میرے ساتھی ہیں۔ ہم نے عرض کیا ابوبکرؓ کے متعلق ارشاد فرمایئے تو امیر المؤمنین نے جواب دیا ابوبکرؓ وہ شخصیت ہیں کہ اللہ عزوجل نے بزبان جبریل علیہ السلام اور بذریعہ مصطفیٰ کریم ﷺ آپ کا نام "صدیق" رکھا، وہ نماز میں رسول اکرم ﷺ کے خلیفہ تھے۔ رسول کریم ﷺ نے آپ کو ہمارے دین کیلئے پسند فرمالیا اور ہم نے آپؓ کو اپنی دنیا کیلئے پسند کر لیا (یعنی اپنا خلیفہ بنالیا)

ایک روایت کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے آپ کو صدیق فرمایا، دوسری روایت کے مطابق جبریل علیہ السلام نے اور تیسری روایت جو کہ حضرت علیؓ کی ہے یہ لقب من جانب اللہ ہے۔ روایات میں بظاہر تضاد ہے مگر درحقیقت کوئی اختلاف نہیں کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نبی کریم ﷺ کو خبر دی اور زبان نبوت نے اس بات کا اظہار فرمایا۔

- حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

ولقب الصديق بسبقه إلى تصديق النبي ﷺ وقيل كان تسميتهُ بذالك صبيحة الاسراء (فتح الباری، ج۷، ص۹)

یعنی نبوت رسول اکرم ﷺ کی سب سے پہلے تصدیق کرنے کی وجہ سے

آپ کا لقب صدیق پڑ گیا۔ اور لفظ "قیل" سے فرمایا کہ اس لقب کی ابتداء اس رات کی صبح کو ہوئی جس میں معراج کا واقعہ پیش آیا۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ "صدیق" کے لقب سے مشرف تو اسی وقت ہو گئے جب آپ نے بلا تردد و تفکر اور بلا تاخیر سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کی نبوت کی تصدیق فرمائی۔ لیکن بارگاہ ایزدی میں قبولیت اس گھڑی ہوئی جب سرور عالم ﷺ بغیر حجاب، رب تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور قریش نے اس بات کو جھٹلایا مگر ابو بکرؓ نے اس کی بلا تردد تائید اور تصدیق کی۔ جیسا کہ سابقہ سطور میں حدیث میں وارد ہوا کہ جبریل امین نے نبی کریم ﷺ کے سوال کے جواب میں عرض کیا کہ ابو بکر آپ کی تصدیق کریں گے۔ آغاز اعلان نبوت میں تصدیق کا سہرا بھی حضرت ابو بکرؓ کے سر رہا اور واقعہ معراج کی تصدیق کی سعادت بھی آپ کا مقدر ہی بنی۔ پھر اس لقب سے ایسے مشہور ہوئے کہ اختلاف کی گنجائش تک نہ رہی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لقب کی تحقیق

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لقب عتیق میں علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک یہ لقب نہیں بلکہ آپ کا اصل نام ہے ان کی دلیل یہ روایت ہیں۔

اماھشام فانہٗ قال فیما حدثت عنہٗ ان اسم ابی بکر رضی اللہ عنہ عتیق بن عثمان بن عامر وحدثنی یونس قال أخبرنا إبن وھب قال أخبرنی ابن لھیعة عن عمارة بن غزیة قال سألت عبدالرحمن بن القاسم عن إسم أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہٗ فقال عتیق و کانوا إخوة ثلاثة بنی أبی قحافة عتیق و معتق و عقیق (تاریخ طبری، ج ۲، ص ۶۱۹)

ہشام فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا کہ آپؓ کا اسم گرامی عتیق بن عثمان بن عامر ہے (امام طبری) فرماتے ہیں مجھ سے یونس نے بیان کیا اور یونس کو ابن وہب نے خبر دی کہ لھیعة نے عمارہ بن غزیۃ سے

روایت کیا۔ کہتے ہیں میں نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نام کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا آپ کا نام عتیق ہے۔ ابو قحافہ کے تین بیٹے تھے عتیق، معتق اور عُتیق۔

امام طبری نے اس روایت کو صرف عبدالرحمٰن بن قاسم تک موقوف رکھا مگر صاحب طبرانی نے اس حدیث کو حضرت عائشہؓ تک بیان کیا ہے اور اس کی سند یہ ہے۔

ابن لهيعة عن عمارة بن غزية عبدالرحمن بن قاسم عن ابيه قال سالت عائشة رضي الله عنها عن اسم ابي بكر فقالت عبدالله فقلت انهم يقولون عتيق فقالت ان ابا قحافة كان له ثلاثة و احدا عتيقا معتيقا و معتقا.

(طبرانی الکبیر، ج ۱، ص ۵۳)

عبدالرحمٰن بن قاسم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ سے سوال کیا، حضرت ابوبکر کا نام کیا تھا تو آپ نے فرمایا عبداللہ...... میں نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں کہ ان کا نام عتیق ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ابو قحافہ کے تین بیٹے تھے ان میں سے ایک کا نام عتیق دوسرے کا نام معتیق اور تیسرے کا نام معتق،،

دونوں روایات میں کافی فرق ہے۔ طبری کی روایت عبدالرحمٰن بن قاسم تک موقوف ہے اور اس میں حضرت عائشہ کے جواب کا تذکرہ نہیں جبکہ ابو قحافہ کے بیٹوں کے نام میں بھی اختلاف ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ان کے نام عتیق، معتق، اور عُتیق اور طبرانی کی تخریج کردہ روایت جو عبدالرحمٰن بن قاسم عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا ہے اس میں عائشہ نے عتیق، معتیق اور معتق گنوائے ہیں۔

علامہ ابن البر الاستیعاب میں لکھتے ہیں

قال آخرون كان له أخوان أحدهما يسمى عتيق مات عتيق قبله فسمي باسمه (الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۴۵)

علامہ ابن البر عتیق نام میں مختلف اقوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

دوسرے علماء کا یہ کہنا ہے کہ ابوبکر صدیق کے دو بھائی تھے ان میں سے ایک کا نام عتیق تھا اور وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت سے پہلے فوت ہو گیا۔ جب آپ کی پیدائش ہوئی تو اس کے نام پر آپ کا نام عتیق رکھ دیا گیا۔

فی ربیع الأبرار للز محشری قالت عائشة رضی الله عنها کان لأبی قحافة ثلاثة من الولد أسماء هم عتیق، معتق، معتیق.

(عمدة القاری، ج ١٦، ص ١٧٢)

"علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ نے "ربیع الابرار" میں زمخشری کے حوالہ سے نقل فرمایا:

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں ابو قحافہ کے تین بیٹے تھے، ان کے نام یہ ہیں۔ عتیق، معتق، معتیق"۔

صدیق کی طرح عتیق بھی لقب ہے اس کی دلیل یہ روایت ہے۔ امام سہیلی لکھتے ہیں۔

قیل سمی عتیقا لأن أمه کانت لایعیش لها ولد، فنذرت أن ولدها ولد ان تسمیه عبدالکعبة ویتصدق به علیها فلما عاش وشب سمّی عتیقا کانهٔ أعتق من الموت وقال الحلبی فی کتابه "انسان العیون" و سمته أمهٔ بذالك لانه کان لایعیش لها ولدفلما ولدتهٔ استقبلت به الکعبة ثم قالت اللهم هذا عتیقك من الموت فهبه لی فعاش ونقل غیر هما کثیر من العلماء

(روض الانف، ج ١ ص ٢٨٧، سیرت حلبیه ج ١ ص ٤٤١)

امام سہیلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"کہا گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عتیق اس لئے رکھا گیا کہ آپ کی والدہ کے ہاں اولاد زندہ نہیں رہتی تھی۔ پس انہوں نے نذر مانی کہ اگر مجھے اولاد ملے تو بچے کا نام عبدالکعبہ رکھوں گی اور اس کے نام کا صدقہ بھی دیا جائے گا۔ جب بچہ

پیدا ہوا، زندہ رہا اور جوان ہوا تو اس کا نام عتیق رکھ دیا کہ وہ موت سے آزاد ہو گیا (عتیق کا معنی ہے آزاد) صاحب سیرت حلبیہ فرماتے ہیں آپؓ کا نام عتیق اس لئے رکھا گیا کہ آپؓ کی والدہ کے ہاں اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ پیدا ہوئے تو ان کو کعبہ لے گئیں پھر کہا "اے اللہ یہ تیری طرف سے موت سے آزاد بچہ مجھے عنایت فرما کہ زندگی کے آئندہ مہ وسال یونہی گزارے۔

ان دو کے علاوہ بہت سے علماء نے اسی سلسلہ میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔

بہر حال قبل از بعثت نبوی بھی آپ کو عتیق کہا جاتا تھا جیسا کہ حافظ ذہبی اور حافظ ابو نعیم اپنی اپنی "دلائل النبوۃ" میں فرماتے ہیں۔

واماالحدیث الذی أخبرنا ابو عبدالله الحافظ قال حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب قال حدثنا أحمد بن عبدالجبار قال حدثنا یونس بن بکیر عن یونس بن عمرو عن ابیه عن أبی میسرة عمروبن شرجیل أن رسول اللهﷺ قال لخدیجة رضی الله عنها انی اذا خلوت وحدی سمعت نداء وقدوالله خشیت أن یکون هذا أمراً فقالت معاذ الله ماکان الله لیفعل بك فوالله انك لتؤدی الامانة أوتصل الرحم وتصدق الحدیث فلما دخل ابوبکر ولیس رسول اللهﷺ ثم ذکرت خدیجة رضی الله عنها حدیثهٗ لهٗ وقالت یا عتیق اذهب مع محمدﷺ إلی ورقة بن نوفل إلی آخر الحدیث.

(دلائل النبوة للبیهقی ج ۲، ص ۱۵۸۔دلائل النبوة للحافظ ابونعیم ص ۱۶۹)

ابو میسرہ عمرو بن شرجیل راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ جب میں تنہائی میں ہوتا ہوں ایک پکار سنتا ہوں، بخدا میں ڈرتا ہوں کہ کوئی حادثہ پیش نہ آجائے، اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا "اللہ کی پناہ! خدائے بزرگ و برتر آپ سے ایسا سلوک نہیں فرمائے گا کیونکہ آپ امانتیں ادا فرماتے ہیں (یا یہ کہا) آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں۔" جب حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور نبی کریم ﷺ کو نہ پایا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کی بات آپؓ کو بتائی اور کہا "اے عتیق! محمد ﷺ کے ساتھ ورقہ بن نوفل کے پاس جاؤ...... (حدیث کے آخر تک)

محترم قارئین! یہ ہیں وہ روایات واقوال جن کی بناء پر بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبداللہ نہیں بلکہ عتیق ہے۔ اگرچہ آپ کے نام میں اختلاف ہے مگر راجح قول یہی ہے کہ اصل نام عبداللہ ہے۔ ایک وجہ تو یہ کہ وہ روایات جن میں آپ کا نام عتیق آیا ہے، قابل اعتماد نہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں "ابن لھیعة" بالاتفاق ضعیف ہیں اس کے مقابلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی دوسری روایت صحیح ہے جس میں "عتیق" آپ کا لقب بیان کیا گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ جو قول امام سہیلی اور امام حلبی نے نقل کیا ہے وہ لفظ "قیل" کے ساتھ آیا ہے اور علماء کے نزدیک "قیل" اکثر ضعیف روایات کیلئے آتا ہے۔ رہی حافظ بیہقی و حافظ ابو نعیم کی نقل کردہ روایت تو اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اصل نام عتیق ثابت نہیں ہوتا۔

صاحب سیرت حلبیہ فرماتے ہیں:

أن أمه اذا هزته قالت عتيق ماعتيق ذوالمنظر الانيق

"جب آپ کی والدہ مسرت وشادمانی سے اپنے بچے کو دیکھتیں تو کہتیں "عتیق بھی کیسا عتیق ہے جو خوبصورت منظر والا ہے"

ہو سکتا ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حسن صورت کی بنا پر آپؓ کو عتیق کہا ہو۔ بہر حال علمائے محققین انساب کے نزدیک آپ کا اسم گرامی عتیق نہیں بلکہ عبداللہ ہے۔

اب وہ اقوال ملاحظہ فرمائیں جن سے آپ کا اسم گرامی "عبداللہ" ہونا عیاں ہے۔

أخرج الطبراني من طريق صخرة بن ربيعة عن الليث بن سعد قال

انماسمی أبوبكر رضی الله عنه عتيقاً لجمال و جهه واسماه عبدالله بن عثمان وقال صاحب مجمع الزوائد رجالهٗ ثقات

(طبرانی فی الکبیر ج ۱، ص ۵۲. مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۴۱)

"لیث بن سعد فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو "عتیق" حسن صورت کی وجہ سے کہا جاتا تھا (یعنی آپ کا لقب ہے) آپ کا اصل نام عبداللہ بن عثمان ہے۔

حدثنا أحمد بن محمد بن صدقة قال سمعت أباحفص عمروبن علي يقول كان أبوبكر رضی الله عنهٗ معروق الوجه وانماسمی عتيقا لعتاقة وجهه وكان اسمهٗ عبدالله بن عثمان هكذافی مجمع الزوائد وقال اسنادهٗ جيد (طبرانی، ج ۱، ص ۵۳...... مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۴۱)

"ابو حفص عمرو بن علی فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے چہرے پر زیادہ گوشت نہ ہونے اور خوبصورت ہونے کی وجہ سے آپ کو عتیق کہا جاتا تھا آپؓ کا اصل نام عبداللہ بن عثمان تھا۔

أخرج الطبرانی وابن حبان فی صحيحه عن عبدالله بن زبير عن ابيه قال كان اسم أبی بكر رضی الله عنهٗ عبدالله بن عثمان فسماهٗ رسول الله ﷺ عتيقا من النار وكذا فی مجمع الزوائد ورواهٗ بزار ورجالهماثقات و صححهٗ ابن حبان

(ابن حبان جز۸، ص ۶،طبرانی ج ۱، ص ۵۳،مجمع الزاوئد ۹، ص ۴۱)

"عبداللہ بن زبیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان تھا پس "عتیق" رسول اکرم ﷺ نے آپ کو نام دیا (عتیق من النار یعنی جہنم کی آگ سے آزاد)

أخرج الطبرانی و الترمذی والحاكم عن عمروبن سليم قال

سمعت عبداللہ بن زبیر یقول کان اسم أبی بکر رضی اللہ عنہٗ عبداللہ بن عثمان (ترمذی کتاب المناقب وقال حدیث غریب) (طبرانی فی الکبیر، ج ۱، ص ۵۳ ...... مستدرک للحاکم، ج ۲، ص ۴۱۵، ۴۱۶ ...... وقال صحیح الاسناد)

''عمرو بن سلیم فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن زبیر سے سنا، وہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان تھا''

أخرج الطبرانی عن عائشة رضی اللہ عنها أن أبابکر رضی اللہ عنہٗ مر النبی ﷺ فقال من أراد أن ینظر إلی عتیق من النار فلینظر إلی هذا، وإسمهٗ الذی سمّاہ أهلهٗ عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہٗ (طبرانی فی الکبیر، ج ۱، ص ۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نبی کریم ﷺ کے پاس سے گذرے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جو جہنم کی آگ سے آزاد شخص کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص (حضرت ابوبکرؓ کی طرف اشارہ) کو دیکھ لے، گھر والوں نے آپ کا نام عبداللہ بن عثمانؓ رکھا۔

وأخرج الجریر الطبری فی تاریخه عن عائشة رضی اللہ عنها انها سئلت لم سمی ابوبکر عتیقا فقالت نظر الیه النبی ﷺ یوماً فقال هذا عتیق اللہ من النار (تاریخ طبری، ج ۲، ص ۶۱۵)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کا نام عتیق کیوں رکھا گیا؟ فرمایا "نبی کریم ﷺ نے ایک دن آپ کی طرف نظر رحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا یہ آگ سے آزاد ہے''

محدث ابن جوزیؒ فرماتے ہیں

وفی تسمیته بعتیق ثلاثة اقوال!

أحدها: ماروی عن عائشة أنها سئلت لم سمی أبوبکر عتیقا فقالت نظر الیه رسول اللہ ﷺ فقال هذا عتیق اللہ من النار.

والثاني: انه إسم سمتهُ به أمهُ (قالهُ موسٰی بن طليحة)

والثالث: أنه سمّي به لجمال وجهه (قالهُ الليث بن سعد)

وقال ابن قتيبة لقبه النبیﷺ بذلك لجماله وجهه سمّاهُ النبیﷺ صديقا (صفة الصفوة، ج ۱، ص ۲۳۵)

آپ کے عتیق نام کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

ایک حضرت عائشہؓ کی روایت سے ماخوذ ہے جس میں آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کا نام عتیق کیوں پڑا؟۔ فرمایا: ایک دن رحمت عالمﷺ نے نظر بھر کے دیکھا اور فرمایا یہ (مراد حضرت ابوبکرؓ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہنم کی آگ سے آزاد ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ عتیق آپ کی والدہ نے نام رکھا (یہ قول موسیٰ بن طلیحہ کا ہے) تیسرا قول لیث بن سعد کا ہے کہ آپ حسن وجمال کی وجہ سے عتیق کہلاتے تھے۔

ابن قتیبہ فرماتے ہیں حسن صورت کی وجہ سے، نبی کریمﷺ نے آپ کو عتیق کا لقب عطا فرمایا اور آپ کا نام صدیق رکھا۔

علامہ ابن البر "الاستیعاب" میں لکھتے ہیں۔

اختلف العلماء في المعنٰی الذی قيل له به عتيق فقال الليث بن سعد وجماعة معهُ انما قيل لهُ عتيق لجماله وعتاقة وجهه، وقال مصعب الزبيری وطائفة من أهل النسب انما سمّي عتيقا لانّه لم يكن في نسبه شئی يعاب به وقال آخرون انّما سمّي عتيقاً لان رسول اللهﷺ قال من سرهُ أن ينظر إلى عتيق من النار فلينظر الى هذا.

(الاصابة ج ۲، ص ۲۴۳......اسد الغابة ج ۳، ص ۲۰۵)

علماء عظام نے اس بات میں مختلف اقوال بیان کئے ہیں کہ آپ کو عتیق کیوں کہا جاتا تھا۔ لیث بن سعد اور ان کے ساتھی کہتے ہیں آپ کے چہرے کی خوبصورتی کی وجہ سے آپ کو "عتیق" کہا گیا۔ مصعب زبیری اور اھل نسب میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے

کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نسب ہر عیب سے پاک ہے اس وجہ سے آپ کو عتیق (ہر عیب سے پاک) کہا گیا۔ ان کے علاوہ لوگوں کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ جسے جہنم سے آزاد آدمی دیکھنے کی خواہش ہو وہ ابوبکرؓ کو دیکھے، تب سے آپ کا نام عتیق پڑ گیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (الاصابۃ) میں فرماتے ہیں۔

قال سعیدبن منصور حدثنی صالح بن موسٰی حدثنا معاویۃ بن اسحاق عن عائشۃ بنت طلحۃ عن عائشۃ أم المومنین رضی اللہ عنھا قالت إسم ابی بکر رضی اللہ عنہٗ الذی سماہٗ بہ أھلہ عبداللہ ولکن غلب علیہ إسم عتیق.

(الاصابۃ، ج ۲، ص ۳۴۲)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی عبداللہ ہے جو ان کے گھر والوں نے رکھا مگر "عتیق" اصل نام پر غالب آ گیا اور مشہور ہو گیا۔

نوٹ:۔ اس حدیث شریف کی وضاحت عنقریب علامہ عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمۃ کی طرف سے آئے گی۔ انشاء اللہ

امام حلبی علیہ الرحمۃ "انسان العیون" میں فرماتے ہیں۔

وقدجاء فی تفسیر قولہ تعالٰی (والذی جاء بالصدق وصدق بہٖ) أن الذی جاء بالصدق رسول اللہ ﷺ والذی صدق بہ ابوبکر قال ولما سمعت خدیجۃ رضی اللہ عنھا مقالۃ أبی بکر رضی اللہ عنہٗ خرجت وعلیھا خمار أحمر فقالت الحمدللہ الذی ھداك یا بن أبی قحافۃ.

واسمہ عبداللہ ای سماہٗ بذالك رسول اللہ ﷺ وکان اسمہٗ قبل ذلك عبدالکعبۃ فابوبکر رضی اللہ عنہٗ اوّل من غیر رسول اللہ ﷺ اسمہ ولقبہ عتیق لحسن وجھہ أولان عتق من الذنب والعیب ای اونظر الیہ

رسول اللہ ﷺ فقال هذا عتيق من النار فهو أول لقب وجد في الاسلام.

(سیرت حلبیه ج ۱ ، ص ۴۴۱)

"امام حلبیؒ" "والذی جاء بالصدق وصدق به" کی تفسیر میں فرماتے ہیں سچائی لے کر آنے والے نبی کریم ﷺ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔امام موصوف حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔
جب حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنھا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی تو باہر تشریف لائیں۔آپ کے اوپر سرخ رنگ کی چادر تھی۔ فرمانے لگیں :"تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جس نے قحافہ کے بیٹے کو ہدایت عطا فرمائی"۔

سیرت حلبیہ کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں کہ جس نے سب سے پہلے نبوت کی تصدیق کی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور رب العزۃ جل مجدہ کے اس فرمان (وصدق بہ) سے آپ کا صدیق ہونا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے ثابت ہے۔بلاشک وشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام نامی اسم گرامی "صدیق" آسمان سے نازل ہوا ہے۔شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امام حلبی مزید فرماتے ہیں

حضرت ابوبکر صدیق کا نام عبداللہ تھا اور یہ نام رسول اکرم ﷺ نے تجویز فرمایا۔اس سے پہلے آپ کا نام عبدالکعبۃ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جن کا نام نبی کریم ﷺ نے تبدیل فرمایا اور حسن صورت کی وجہ سے آپ کو عتیق کا لقب عطا فرمایا پھر یہ وجہ ہے کہ زمانۂ جاھلیت میں بھی آپ نقص وعیب سے پاک تھے یا پھر یہ کہ نبی کریم ﷺ نے نظر رحمت فرما کر ارشاد فرمایا (هذا عتيق من النار)
پس یہ پہلا لقب ہے جو اسلام میں پایا گیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہے جو نبی کریم ﷺ کا عطا کردہ ہے(واللہ اعلم بالصواب)

رسول اللہ ﷺ فقال هذا عتيق من النار فهو أول لقب وجد في الاسلام.

(سیرت حلبیہ ج ۱، ص ٤٤١)

"امام حلبیؒ" "والذی جاء بالصدق وصدق به" کی تفسیر میں فرماتے ہیں سچائی لے کر آنے والے نبی کریم ﷺ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔امام موصوف حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جب حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ عنھا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی تو باہر تشریف لائیں۔آپ کے اوپر سرخ رنگ کی چادر تھی۔فرمانے لگیں :"تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں جس نے قحافہ کے بیٹے کو ہدایت عطا فرمائی"۔

سیرت حلبیہ کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں کہ جس نے سب سے پہلے نبوت کی تصدیق کی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور رب العزۃ جل مجدہ کے اس فرمان (وصدق بہ) سے آپ کا صدیق ہونا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے ثابت ہے۔بلاشک وشبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام نامی اسم گرامی "صدیق" آسمان سے نازل ہوا ہے۔شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

امام حلبی مزید فرماتے ہیں

حضرت ابو بکر صدیق کا نام عبد اللہ تھا اور یہ نام رسول اکرم ﷺ نے تجویز فرمایا۔اس سے پہلے آپ کا نام عبد الکعبہ تھا۔حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جن کا نام نبی کریم ﷺ نے تبدیل فرمایا اور حسن صورت کی وجہ سے آپ کو عتیق کا لقب عطا فرمایا پھر یہ وجہ ہے کہ زمانۂ جاھلیت میں بھی آپ نقص وعیب سے پاک تھے یا پھر یہ کہ نبی کریم ﷺ نے نظر رحمت فرما کر ارشاد فرمایا(هذا عتيق من النار)

پس یہ پہلا لقب ہے جو اسلام میں پایا گیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہے جو نبی کریم ﷺ کا عطا کردہ ہے(واللہ اعلم بالصواب)

علامہ بدالدین عینیؒ عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں۔

عن ابراهيم النخعي رضي الله عنه كان يسمى الاواه وكان يسمى ايضاعتيقا لقدمه في الاسلام وفي الخير وقيل لحسنه وجماله وقال السهيلي وكان يلقب أمير الشاكرين وأجمع المؤرخون وغير هم على انه يلقب خليفة رسول الله ﷺ

(عمدة القاري ج١٦، ص١٧٢)

ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام "اوّاہ" بھی رکھا گیا اور عتیق بھی۔ دوسرا نام یا تو آپ کے اسلام لانے میں مقدم ہونے کی وجہ سے یا پھر بعض علماء کے نزدیک آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے ہے۔ امام سہیلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب "امیر الشاکرین" (شکر کرنے والوں کے سردار) بھی ہے۔ مؤرخین کے علاوہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ کا لقب خلیفۂ رسول ﷺ بھی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ کی تصریح سے پتہ چلا کہ آپ کا لقب "اوّاہ" بھی ہے۔

اوّاہ کا معنی

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بہت زیادہ آہ و بکا اور عجز و انکساری کرنے والے کو "اوّاہ" کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امت محمدیہ ﷺ میں سب سے زیادہ آہ و زاری اور عجز کرنے والے ہیں۔

"الاصابہ لابن البر" میں ابراہیم نخعی کا قول ہے کہ آپ کی رأفت کی وجہ سے آپ کو "اوّاہ" کا لقب دیا گیا۔ (الاصابہ ج۲ ص ۳۴۴)

امیر الشاکرین

بوجہ کثرت شکر کہ آپ امت محمدیہ ﷺ میں سب سے زیادہ اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے تھے۔ یہ سعادت بھی آپ کا ہی خاصہ ہے کہ شکر کرنے والوں کے سردار ہیں۔

خلیفۃ الرسول ﷺ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو خلیفۃ اللہ کے نام سے پکارا گیا تو آپ نے فرمایا میں خلیفۃ الرسول ہونا پسند کرتا ہوں۔ مزید برآں نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں آپ کو اپنا نائب منتخب فرمایا تھا، اس لئے آپؓ کا لقب خلیفہ رسول ﷺ مشہور ہوا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری" میں فرماتے ہیں :

یقال کان اسمه قبل الاسلام عبدالکعبة وکان یسمی ایضاً عتیقاً واختلف هل هو اسم لهٗ اصلی أوقیل غیر ذلك ، قال، بأن إسم ابی بکر رضی الله عنهٗ عبدالله وهو المشهور وقال الحافظ العینی وجزم البخاری بأن اسمهٗ عبدالله وهوالمشهور وفی التلویح کان اسمهٗ فی الجاهلیة عبدالکعبة وسمی فی الاسلام عبدالله وکانت أمهٗ تقول یارب عبدالکعبة...... استمع به یا ربهٗ...... فهو بصخر اشبه.

(عمدة القاری ج ١٦، ص ١٧١، فتح الباری ج ٧،ص ٩)

"حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اسلام سے پہلے آپ کا نام عبد کعبہ تھا اور عتیق بھی۔ علمائے کرام نے آپ کے نام میں اختلاف کیا ہے کہ آیا "عتیق" حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اصلی نام ہے یا نہیں؟ حافظ ابن حجر اور حافظ بدرالدین عینی علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں :امام بخاری علیہ الرحمۃ کا حتمی اور قطعی فیصلہ یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اصل نام عبداللہ تھا اور یہی مشہور ہے۔ "تلویح" (ایک مشہور کتاب) میں ہے کہ دور جاہلیت میں آپ کا نام عبدالکعبۃ تھا اور اسلام میں آپ کا اسم گرامی عبداللہ ہے جیسا کہ آپ کی والدہ کے اس شعر سے ثابت ہے۔ ؎

یا رب عبدالکعبة......اسمع به یا ربه......فهو بصخر أشبه

علامہ عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

هو أبوبكر عبدالله بن عثمان أبی قحافة علی المشهور ویقال کان اسمہٗ قبل الاسلام عبدالکعبة قالہٗ الفتح وفی جامع الاصول یقال کان اسمہٗ فی الجاهلیة عبدرب الکعبة فغیرہٗ ﷺ إلی عبدالله و ینافیه ماروی ابن عساکر عن عائشة رضی الله عنها أن اسمہٗ الذی سماہٗ أهله عبدالله ولکن غلب علیه اسم عتیق الا أن یکون سمی بهما حین الولادة لکن اشتهر فی الجاهلیة بذالك وفی الاسلام بعبد الله فمعنٰی سماہٗ النبی ﷺ قصر اسمہٖ علی عبدالله. (زرقانی شرح مواهب، ج ۱، ص ۲۳۸)

"صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کا نام عبداللہ بن عثمان بن ابی قحافہ ہے اور یہی مشہور قول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا قبل از اسلام نام "عبدرب الکعبۃ" تھا جیسا کہ فتح الباری نے کہا (گزشتہ سطور میں اس کا ذکر ہوا)۔ جامع الاصول میں ہے جاہلیت میں آپ کا نام عبدرب الکعبۃ بھی رہا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے اسے عبداللہ میں تبدیل فرما دیا۔ اور یہ قول ابن عساکر کی حضرت عائشہؓ سے روایت کردہ قول کے منافی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ گھر والوں نے آپؓ کا نام عبداللہ رکھا لیکن اس نام پر عتیق غالب آ گیا۔ اس کے جواب میں علامہ عبدالباقی زرقانی ارشاد فرماتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کی ولادت کے بعد آپ کے دونوں نام رکھے گئے ہوں (یعنی عبدرب الکعبۃ اور عبداللہ) مگر جاہلیت میں آپ عتیق اور اسلام میں عبداللہ کے نام سے مشہور ہوئے ہوں"

خلاصۃ المرام

محترم قارئین! طرفین کے دلائل وضاحت کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آپؓ کا اصل نام عتیق تھا جبکہ دوسرا "عبداللہ" کو اصل اسم گرامی تسلیم کرتا ہے۔ لیکن "عبداللہ" کے متعلق وارد شدہ ارجح اور اثقہ روایات کے بعد فیصلہ کرنے میں کچھ دشواری پیش نہیں آتی اور عدل وانصاف کا تقاضا

یہی قرار پاتا ہے کہ آپ کا اصل نام "عبداللہ" تھا۔ اسی لئے جن اقوال اور روایات میں آپ کا نام عبداللہ قرار دیا گیا ہے۔ ہم نے ان کے آخر میں "رجالہ ثقات"، "سندہ جید"، "صحح، فلان"، "صحیح الاسناد" وغیرہ لکھ دیا ہے اور جو اقوال اس کے خلاف ہیں کہ عبداللہ نام اصل نہیں بلکہ عتیق یا عبدرب کعبہ وغیرہ اصل ہے، وہ مرجوح اور مقدوح ہیں۔ لہٰذا صحیح الاسناد روایات کی موجودگی میں ضعیف روایات قابل تسلیم نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ امام بخاریؒ جیسے عظیم محدث نے بھی یقین کے ساتھ فرمایا کہ قول مشہور میں حضرت ابو بکرؓ کا اصل نام عبداللہ ہے جس کی تائید و توثیق حافظ ابن حجر، حافظ العینی اور علامہ عبدالباقی زرقانی جیسے عظیم محدثین نے کی۔

کثرت اَسماء

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ علمائے کرام کے نزدیک کثرت اَسماء شخصیت کے شرف و کمال اور بزرگی پر دلالت کرتی ہے۔ غالباً جتنے اسماء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہیں کسی اور صحابیؓ کے نہیں۔ آپ کے مشہور اسماء یہ ہیں۔

ابو بکر، صدیق، عتیق، عبداللہ، عبدالکعبۃ، عبدرب الکعبۃ، اوّاہ، امیر الشاکرین، خلیفۃ الرسول ﷺ، اَمیر المومنین، ثانی اثنین، حبیب الرسول ﷺ، خلیل الرسول ﷺ وغیرھا۔

ان سب سے بڑھ کر جو نام "یار غار" کے طور پر مشہور ہوا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اپنے ہوں یا بیگانے جب بھی نام لیتے ہیں یار غار کہہ کر پکارتے ہیں۔ جس طرح شجاعت میں رستم، سخاوت میں حاتم اور حسن میں حضرت یوسف علیہ السلام مشہور ہیں کہ ان میں یہ اوصاف انتہا کے تھے۔ اسی طرح مصاحبت رسول ﷺ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ایسا مشہور ہے کہ سخت مصائب و آلام کے اوقات میں بھی آپ ساتھ ساتھ رہے۔ یہ اعزاز ایسا ارفع اور اعلیٰ ہے کہ رب ذوالجلال نے اپنی مخلوق

کی زبان پر "یار غار" کا نام جاری کر دیا جو تا قیامت یونہی محبت و شوق سے لیا جاتا رہے گا اور صدیقؓ کی اپنے نبی ﷺ سے والہانہ محبت کے لئے درخشندہ دلیل کے طور پر ہر دل میں زندہ رہے گا۔ میں نے اسی مناسبت سے کتاب کا نام:

صاحب رسول ﷺ.......... سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ

تجویز کیا ہے کیونکہ خود رب ذوالجلال نے اپنے مقدس کلام، قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اذیقول لصاحبہٖ لاتحزن

جب خود خدائے بزرگ و برتر نے صدیق رضی اللہ عنہٗ کو اپنے حبیب ﷺ کا صاحب کہہ کر ارشاد فرمایا ہے تو ہم نے بھی یہی عنوان اس پیکر عشق و مستی کیلئے موزوں سمجھا۔

اب ہم کلام ربانی کی وہ آیات جن میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کی مدح کی گئی ہے حصول برکت کیلئے تحریر کر کے آئمہ مفسرین اور علمائے ربانیین کی فکر انگیز آراء پیش کریں گے تاکہ آپ کی عظمت و شان ہر ایک پر روشن اور عیاں ہو جائے۔

دعا ہے خالق ارض و سما سے کہ ہمیں صاحب رسول ﷺ کی عزت و تکریم کی توفیق عطا فرمائے اور آپؓ کے ذکر خیر کے سبب ہم سب کے گناہ معاف فرمائے۔

آمین، بجاہ طٰہٰ و یٰسین

القرآن اور صدیق کی صداقت و مصاحبت

قال الله تعالیٰ:

الاتنصروہ فقدنصرہ الله

علامہ علاء الدین علی المعروف بالخازن اس آیہ کریمہ کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں:

فی الوجوہ المستنبطة من هذه الآیة الدالة علی فضل سیدی ابی بکر الصدیق رضی الله عنهٗ

"اس آیہ کریمہ سے اخذ کی گئی وہ وجوہات جو کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کے فضل و شرف پر دلالت کرتی ہیں (مندرجہ ذیل ہیں)

اول: جب نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کفار کے تعاقب سے بچنے کیلئے غار ثور میں گئے تو آنحضرت ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کے باطن پر مطلع تھے کہ ان کا ظاہر و باطن ایک ہے اور وہ مومنین، صادقین، مخلصین اور صدیقین میں سے ہیں اسی لئے انہیں اس ہیبت ناک مکان میں اپنی رفاقت کیلئے پسند کیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کو آپ پر مکمل اعتماد تھا۔

دوم: یہ ہجرت باذن اللہ (اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ) تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی رفاقت کیلئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو چن لیا تھا۔ حالانکہ آپ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام اور قرابت دار موجود تھے۔ ان حالات میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو ہم سفر بنانا آپ کے شرف و کمال کی دلیل ہے اور دوسروں پر آپ کی فضیلت عیاں ہوتی ہے۔

سوم: ان الله عاتب أهل الارض بقوله (الاتنصروہ فقد نصرہٗ الله) سوی أبی بکر رضی الله عنه.

"اللہ عزوجل نے زمین والوں کو زجر و توبیخ فرمائی مگر اس سے حضرت ابوبکر

صدیق ماوراء ہیں، یہ بھی آپ کے فضل و کرم کی دلیل ہے۔

چہارم : ان أبا بکر رضی اللہ عنهٗ لم یتخلف عن رسول اللہ ﷺ فی سفر و حضر بل کان ملازما لهٗ وهذا دلیل علی صدق محبتهٖ وصحة صحبتهٖ لهٗ۔

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سفر و حضر میں نبی اکرم ﷺ کی صحبت ترک نہیں کی بلکہ ہمیشہ ساتھ رہے اور اس رفاقت کو لازم جانا۔ یہ بات حضرت صدیق اکبر کی سچی محبت اور خالص دوستی پر دلالت کرتی ہے جو آپؓ کو نبی کریم ﷺ سے تھی۔

پنجم : مؤانسه للنبی ﷺ فی الغار و بذل نفسه لهٗ وفی هذا دلیل علی فضلهٖ

"غار میں نبی اکرم ﷺ کی موانست (انس و محبت) اور آپ ﷺ کیلئے ایثار و قربانی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضل و شرف کی بہت بڑی دلیل ہے۔

ششم : ان اللہ سبحانه تعالیٰ جعلهٗ ثانی رسول اللہ ﷺ بقولهٗ سبحانه وتعالیٰ ثانی اثنین اذهما فی الغار وفی هذا نهایة الفضیلة لأبی بکر رضی اللہ عنهٗ۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا ثانی بنایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ثانی اثنین اذھما فی الغار) اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی انتہا ہے۔

ہفتم : ان اللہ سبحانه وتعالیٰ نص علی صحبة أبی بکر دون غیره بقوله سبحانهٗ وتعالیٰ (اذیقول لصاحبه لاتحزن)

"خدائے عزوجل نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحبت قرآن مجید میں بیان فرمائی۔ یہ شرف بھی آپ کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں۔

ہشتم : ان اللہ تعالیٰ کان ثالثهما ومن کان اللہ معهٗ دل علی فضله وشرفه علی غیرهٖ

"حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تیسرا خود رب کریم تھا اور جس کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی معیت ہو کوئی دوسرا اس کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا"۔

نہم : إنزال السكينة على أبي بكر و اختصاصه بها دليل على فضله

(تفسیر خازن، ج ۲، ص ۲٤٤)

"حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سکینت (سکون واطمینان) کا نازل فرمانا اور اس کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خاص فرمانا، آپؓ کے فضل پر دلیل ہے۔ اس کی وضاحت تفسیر کبیر کے حوالے سے عنقریب آئے گی۔

قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔

معية غير متكيفة قال الشيخ الاجل الشهيد فطهر فيوض الرحمن مرزاجانان رحمة الله عليه رحمة واسعة كفى لأبي بكر رضي الله عنهٗ فضلاً ان رسول الله ﷺ ألبت لأبي بكر معية الله سبحانهٗ التي أثبتها لنفسه بلا تفاوت فمن انكر فضل أبي بكر أنكر هذه الآية الكريمة.

(تفسیر مظهری ج ٤، ۲۰۷)

"یہ ایسی معیت ہے جس کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ شیخ اجل حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اللہ عزوجل کی معیت کو جہاں اپنے لئے ثابت رکھا وہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے بھی بلا تفاوت و فرق اس معیت کو ثابت رکھا اور یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضل پر روشن دلیل ہے۔ جو فضلِ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انکار کرے گویا اس نے اس آیہ کریمہ کا انکار کیا"۔

امام المتکلمین امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ کی وہ ایمان افروز تصریح اور وضاحت پیش خدمت ہے جس سے شبہات مٹ جاتے ہیں اور فضیلت صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

دلت هذه الآية على فضيلة أبي بكر رضي الله عنهُ من وجوه.

الاوّل: أنهُ عليه السلام لماذهب الى الغار لأجل أنهُ كان يخاف الكفار من أن يقدموا على قتلهٖ فلولا انه عليه السلام كان قاطعاً على باطن أبي بكر رضي الله عنهُ بانهُ من المومنين المحققين الصادقين الصديقين والالما أصحبهُ نفسه في ذلك الموضع لانه لوجود أن يكون باطنه بخلاف ظاهره لخافهُ من أن يدل أعدائه عليه وايضالخافهُ من أن يقدم على قتلهٖ فلما استخلص لنفسهٖ في تلك الحالة دل على أنهُ عليه السلام كان قاطعا بأن باطنهُ على وفق ظاهرهٖ.

"جب نبی کریم ﷺ کفار کے اقدام قتل کے خوف سے غار کی طرف تشریف لے گئے تو اگر حضور کریم ﷺ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باطن پر یقین نہ ہوتا کہ وہ مومنین صادقین اور مخلصین میں سے ہیں تو کبھی بھی اپنی جان کیلئے آپ کو اپنا رفیق نہ بناتے کیونکہ اگر آپ رضی اللہ عنہ باطنی طور پر مخلص نہ ہوتے تو نبی کریم ﷺ کبھی آپ کو یہ مرتبہ نہ دیتے۔ کیونکہ ایسی صورت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جانب سے نبی کریم ﷺ کو خطرہ ہوتا کہ کہیں دشمنوں کو آگاہ نہ کر دیں اور اقدام قتل کی کوشش کریں مگر نبی کریم ﷺ نے آپ کو مخلص اور صادق پایا جبھی تو ایسی حالت میں اپنا رفیق بنایا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا باطن، ظاہر کے موافق تھا۔ اور آپ کی صداقت یقینی اور قطعی تھی۔

الثاني: هوأن الهجرة كانت باذن الله تعالىٰ وكانت في خدمة رسول الله ﷺ جماعة من المخلصين وكانوا في النسب الى شجرة رسول الله ﷺ أقرب من أبي بكر رضي الله عنهُ فلولا ان الله عزوجل أمرهُ بأن يستصحب ابابكر في تلك الواقعة الصعبة الهائلة والالكان الظاهر لايخصهُ بهذه الصحبة و تخصيص الله اياهُ بهذا التشريف دل على منصب عال لهُ في الدين.

''ہجرت اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی، مخلص مومنین کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں موجود تھی۔ وہ لوگ بھی تھے جو نسب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی نسبت زیادہ قریب تھے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اس خوفناک اور ہولناک واقعہ میں آپؓ کو ساتھی بنانے کا حکم نہ دیا ہوتا تو آپ ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو اس خصوصیت سے نہ نوازتے۔ اللہ تعالیٰ کا آپؓ کو اس شرف و کرم سے نوازنا، دین اسلام میں آپ کے عالی منصب ہونے کی دلیل ہے۔

الثالث : أن كل من سوىٰ ابى بكر فارقوا رسول الله ﷺ أما هو فما سبق رسول الله ﷺ كغيره بل صبر على مؤانسته وملازمته و خدمته عندهذا الخوف الشديد الذى لم يبق معهٗ أحد و ذلك يوجب الفضل العظيم.

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے علاوہ تمام صحابہ نبی کریم ﷺ سے جدا ہو گئے مگر آپؓ نے ایسا نہیں کیا بلکہ شدید خوف و ہراس کے عالم میں جب آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوئی نہ تھا آپ رضی اللہ عنہ نے رفاقت نبھائی، صحبت اختیار کی اور آپ ﷺ کی جان و دل سے خدمت کی اور صبر کا مظاہرہ کیا۔ یقیناً یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کا فضل عظیم ہے۔

الرابع : انه تعالىٰ سماهٗ "ثاني اثنين" فجعل ثاني محمد ﷺ حال كونهما في الغار والعلماء أثبتوا انهٗ رضى الله عنهٗ كان ثاني محمد ﷺ في أكثر المناصب الدينية فانهٗ ﷺ لما أرسل الى الخلق وعرض الاسلام على أبى بكر آمن أبوبكر ثم ذهب وعرض الاسلام على طلحة والزبير و عثمان بن عفان وجماعة آخرين من أجل الصحابة رضى الله عنهم والكل امنوا على يديه ثم انه جاء بهم الى رسول الله ﷺ بعد ايام قلائل فكان هو رضى الله عنهٗ ثاني اثنين فى الدعوة إلى الله و ايضا كلما وقف رسول الله ﷺ في غزوة كان ابوبكر رضى الله عنهٗ يقف فى خدمته ولايفارقهٗ فكان ثاني اثنين في

مجلسه ولما مرض رسول الله ﷺ قام مقامهٗ فی امامة الناس فی الصلوٰة فکان ثانی اثنین ولما توفی دفن فی جنبہ فکان ثانی اثنین ھناك ایضاً۔

اللہ عزوجل نے آپؓ کا نام "ثانی اثنین" رکھا۔ جب دونوں غار میں تھے تو آپؓ کو نبی کریم ﷺ کا ثانی بنایا۔ علماء نے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اکثر مناصب دینیہ میں نبی اکرم ﷺ کے ثانی رہے۔ جب نبی کریم ﷺ نے مخلوق میں نبوت کا اعلان کیا تو حضرت ابوبکر صدیق ﷺ پر اسلام پیش کیا آپؓ ایمان لے آئے اور واپس جاکر حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنھم اور جید صحابہ کرام کی ایک جماعت کو اسلام کی ترغیب دی اور وہ سب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے دست اقدس پر ایمان لائے اور پھر چند دن بعد آپؓ نے انہیں بارگاہ نبوت میں پیش کر دیا۔ تو رب تعالیٰ کی طرف بلانے میں آپؓ ثانی اثنین تھے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ جب کسی غزوہ میں تشریف لے گئے اور قیام فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ خدمت میں دست بستہ حاضر رہے اور جدا نہ ہوئے، حضور اکرم ﷺ کی مجلس کے اعتبار سے بھی آپ ثانی اثنین تھے۔ اور جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی امامت کیلئے آپ کو اپنا نائب بنایا یوں بھی آپؓ ثانی اثنین ہوئے۔ پھر جب آنحضرت ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو بھی بعد از وفات آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں دفن کیا گیا۔ یہاں بھی آپ ثانی اثنین ٹھہرے"

الخامس: من التمسك بهذه الآية ماجاء فی الأخبار أن ابابکر رضی الله عنه لماحزن قال علیه السلام ماظنك باثنین الله ثالثهما ولاشك أن هذا منصب علی ودرجة رفیعة۔

"جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ غمناک ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے صدیق (رضی اللہ عنہٗ) تیرا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود رب ذوالجلال ہے (یعنی ہم دونوں تنہا نہیں، رب تعالیٰ

بھی ہمارے ساتھ ہے)

بلاشبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کا یہ درجہ نہایت بلند اور عالیشان ہے۔

السادس : انهٗ تعالیٰ وصف أبابكر رضی الله عنهٗ بكونه صاحبا الرسول و ذالك يدل على كمال الفضل. قال الحسين بن فضيل البجلي من أنكر أن يكون أبوبكر صاحب رسول اللهﷺ كان كافراً.

"بے شک اس وحدہٗ لاشریک نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کو رسول کریم ﷺ کا صاحب قرار دیا۔ یہ آپؓ کا کمال فضل ہے۔ حسین فضیل بجلی فرماتے ہیں جو شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کے صاحب رسول اللہ ﷺ ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

السابع : في دلالة هذه الاية على فضل أبى بكر رضى الله عنهٗ قولهٗ (لاتحزن ان الله معنا) ولاشك أن المرادمن هذه المعية، المعية بالحفظ والنصرة والحراسة والمعونة و بالجملة. فالرسولﷺ شرك بين نفسه و بين أبى بكر في هذه المعية فان حملوا هذه المعية على وجه فاسد لزمهم إدخال الرسولﷺ فيه. وأن حملوها على محل رفيع شريف لزمهم إدخال أبى بكررضى الله عنهٗ فيه و نقول بعبارة أخرىٰ دلت الآية. على أن أبابكررضى الله عنهٗ كان الله معهٗ و كل كان الله معه فانه يكون من المتقين المحسنين لقوله تعالى ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون والمراد منه الحصر و المعنى ان الله مع الذين اتقوا لامع غيرهم و ذالك يدل على أن أبابكر من المتقين المحسنين.

"قرآن پاک کی آیت (**لاتحزن ان الله معنا**) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

بلاشک و شبہ اس معیت (ساتھ) سے مراد، حفاظت و نصرت اور نگہبانی و اعانت کی معیت ہے۔ بہر حال نبی کریم ﷺ نے اس معیت میں اپنی جان اور ابوبکر

رضی اللہ عنہ کو شریک فرمایا۔اگر وہ (اعتراض کرنے والے) اس معیت کو کسی فاسدوجہ پر محمول کریں تو نبی کریم ﷺ کو بھی اس میں داخل ٹھہرانا لازم آئے گا اور اگر اس معیت کو شرف ورفعت پر محمول کریں تو حضرت ابوبکر صدیق بھی لازما اس میں داخل ہوں گے۔

امام رازی فرماتے ہیں ہم اس بات کو ایک دوسری عبارت کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔وہ یہ کہ اس آیہ کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا تو ہر وہ شخص جس کے ساتھ رب ذوالجلال ہو وہ بلاشبہ متقین اور محسنین میں سے ہوگا۔کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون

اس آیت میں حصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت صرف اہل تقویٰ کو حاصل ہے غیر کو نہیں تو بمطابق آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متقین، محسنین میں سے ہیں"۔

الثامن : فی تقریر ھذا المطلوب أن قولهٗ (ان اللہ معنا) یدل علی کونه ثانی اثنین فی الشرف الحاصل من ھذه المعیة کما کان ثانی اثنین اذھما فی الغار وذالك منصب فی غایة الشرف.

ہمارے مطلوب کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو"ان اللہ معنا" سے جو شرف حاصل ہوا وہ آپ کے ثانی اثنین ہونے کی دلیل ہے۔جیساکہ آپ غار میں بھی ثانی اثنین تھے بقول عزوجل"ثانی اثنین اذھما فی الغار"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ منصب شرف وکمال میں انتہا درجہ کا ہے۔

التاسع : أن قوله "لاتحزن" نهی عن الحزن مطلقاً. والنهی یو جب الدوام والتكرار وذالك یقتضی أن لایحزن ابوبكر بعد ذلك البتة قبل الموت و عند الموت وبعد الموت .

اللہ تعالیٰ کا قول"لاتحزن" (یعنی غم نہ کھا) جو بزبان نبی کریم ﷺ ارشاد

ہوا اس میں حزن و ملال سے مطلقاً نہی ہے۔ (نہی سے مراد ہے کسی چیز یا کام سے باز رہنے کا حکم) اور نہی دوام اور تکرار کو چاہتی ہے۔ تو "لاتحزن" میں نہی کا تقاضا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تمام اوقات میں بے غم کر دیا۔ موت سے پہلے کا وقت ہو، موت کے قریب وقت ہو یا آپ کی وفات کے بعد کا وقت (آپ ہر حال میں بے غم ہو گئے) (سبحان اللہ)

العاشر : قولهٗ (فانزل الله سكينةً عليه) ومن قال الضمير في قوله (عليه) عائد إلى الرسول ﷺ فهذا باطل بوجوه.

"قرآن ارشاد فرماتا ہے "پس اللہ تعالیٰ نے اس پر (حضرت ابو بکرؓ پر) سکون اور اطمینان نازل فرمایا" امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اس آیت کے مطابق راحت و آرام جس پر نازل کیا گیا وہ حضرت ابو بکرؓ کی شخصیت ہے اور "علیہ" میں ضمیر حضرت ابو بکرؓ کو ظاہر کرتی ہے۔ بعض لوگوں نے اس ضمیر سے مراد حضرت ابو بکرؓ کی بجائے نبی اکرم ﷺ لیا ہے جو کئی وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔

پہلی وجہ : أن الضمير يجب عودهٗ الى أقرب المذكورات وأقرب المذكورات المتقدمة في هذه الآية هوأبوبكر لانه تعالىٰ قال (اذيقول لصاحبه) والتقديراذيقول محمد لصاحبه أبي بكر لاتحزن وعلى هذا التقدير فاقرب المذكورات السابقة هوأبوبكر رضي الله عنهٗ فوجب عودالضمير اليه.

"جب اسماء کے بعد ضمیر لائی جاتی ہے تو اس میں قاعدہ یہ ہے کہ قریب ترین کی طرف لوٹتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فرمان "**وأنزل الله سكينه عليه**" میں "علیہ" کی ضمیر کا قریب ترین مرجع "**اذيقول لصاحبه**" ہے (یعنی یہ انزل اللہ سکینہ علیہ سے بالکل پہلے مذکور ہے) اور "**لصاحبه**" میں صاحب سے مراد بلاشبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ہے تو آیت کی مکمل عبارت یوں بنے گی "جب

محمد ﷺ نے اپنے ساتھی (صاحب) ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا اے صدیق! غم نہ کھا"
پس جب ثابت ہو گیا کہ حضرت صدیقؓ کی ذات قریب ترین ہے تو "علیہ" کی ضمیر آپ کی شخصیت پر دلالت ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اطمینان و سکون آپؓ پر نازل فرمایا اور یہ بلاشبہ بہت بڑا اشرف ہے صدیق اکبرؓ کا)

دوسری وجہ : **إن الحزن والخوف كان حاصلاً لأبي بكر لاللرسول عليه الصلوة والسلام فانهٗ عليه الصلوة والسلام كان امناً ساكن القب بماوعدهٗ الله أن ينصرهٗ على قريش فلما قال لأبي بكر لاتحزن صارا امناً فصرف السكينة إلى أبي بكر رضى الله عنهٗ يصير ذالك سببًا لزوال خوفه أولىٰ من صرفها الى الرسول ﷺ مع انه قبل ذالك ساكن القلب قوى النفس.**

"غم اور خوف حضرت ابوبکرؓ کو تھا نہ کہ رسول اکرم ﷺ کو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ پر نصرت کا وعدہ فرمایا اس لئے آپ ﷺ کا قلب مقدس مطمئن اور پر سکون تھا۔ جیسے ہی آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کو "لا تحزن" کہا خود بھی بے غم ہو گئے۔ اس اطمینان و سکون (سکینت) کی نسبت حضرت ابوبکرؓ کی طرف کرنا نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے سے بہتر ہے کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تو پہلے ہی پر اطمینان تھے۔

تیسری وجہ : **انه لوكان المراد أنزال السكينة على الرسول ﷺ لوجب أن يقال أن الرسول ﷺ كان قبل ذالك خائفا ولوكان الأمر كذالك لما أمكنه أن يقول لأبي بكر رضى الله عنهٗ (لاتحزن ان الله معنا) فمن كان خائفا كيف يمكنهٗ أن يزيل الخوف عن قلب غيره.**

"اگر آیہ کریمہ کا مدعا یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اطمینان و سکون آنحضرت ﷺ پر نازل فرمایا تو لازم آئے گا کہ نبی کریم ﷺ اس سے قبل خوفزدہ تھے (اگر یہ مان لیا جائے تو) تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ خود خوفزدہ ہوں اور ابوبکرؓ کو کہیں "لاتحزن" (غم نہ کر) جو خود خوفزدہ ہو دوسرے کو تسلی کیسے دے سکتا ہے؟

اعتراض روافض

رافضیوں نے اس آیہ کریمہ اور واقعۂ ہجرت کو حجت بناتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس پر کئی اعتراضات کئے ہیں۔

اول : رافضیہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا "لاتحزن" (یعنی غم نہ کر) اگر یہ غم حق اور صحیح تھا تو منع کیوں فرمایا اور اگر حضرت ابوبکرؓ کا غم کرنا خطا تھی تو ایسا کرنے میں آپؓ عاصی اور گنہ گار ٹھہرے (العیاذ باللہ)

دوم : حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جانے میں یہ احتمال بھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو یہ اندیشہ ہو کہیں ابوبکرؓ کفار کو میری روانگی سے آگاہ نہ کردیں سوانہوں نے شر و فساد سے بچنے کیلئے ابوبکرؓ کو ساتھ لے لیا (نعوذ باللہ من ذلك الف امرة)

سوم : اگرچہ نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جانا آپؓ کے شرف و کمال کی دلیل ہے مگر آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لیٹنے کا حکم دیا، یہ بھی شرف عظیم ہے۔ ایسے نازک وقت اور اندھیری رات میں بستر رسول اکرم ﷺ پر لیٹنا باوجودیکہ کافر نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر چکے تھے، حضرت علیؓ کا اپنی جان پیش کرنا، حضرت ابوبکرؓ کی ہمراہی سے بڑھ کر کارنامہ ہے۔

جوابات

اعتراض اوّل کا جواب

قال فخرالدين الرازى عليه الرحمة أن أبا على الجبائى لما حكى عنهم تلك الشبهة قال، فيقال لهم يجب فى قوله تعالىٰ لموسىٰ عليه السلام (لاتخف أنك أنت الاعلى) أن يدل على انه كان عاصيافى خوفه وذلك طعن فى الانبياء، ويجب فى قوله تعالىٰ فى ابراهيم حيث قالت الملائكة لهٗ (لاتخف) فى قصة العجل المشوى مثل ذلك وفى قولهم للوط (لاتخف

ولاتحزن أنا منجوك وأهلك) مثل ذالك

"امام رازی فرماتے ہیں ابو علی جبائی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے روافض کے اس شبہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان روافض سے پوچھنا چاہیے کہ یہ اعتراض تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لاتخف انك أنت الاعلیٰ) اللہ رب العزۃ کا یہ فرمان مد نظر رکھ کر اعتراض کیا جائے تو بمطابق روافض حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عاصی تھے (نعوذباللہ)

یہ انبیاء پر طعن عظیم ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اعتراض آئے گا۔ جب فرشتوں نے کہا (لاتخف) جب ابراہیم علیہ السلام نے ان کو بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا۔ اور فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو کہا (لاتخف ولاتحزن)

ان تمام صورتوں میں جو جواب ان کا ہے وہی ہمارا حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں کہے گئے قول "لاتحزن" کا ہے۔

دوسرے اعتراض کا جواب

أخس من شبهات السوفطائية كان أبابكرؓ لو كان قاصداً له لصاح بالكفار عندوصولهم الى باب الغار ولقال ابنهٗ وابنته عبدالرحمن وأسمارضی اللہعنهما للكفار نحن نصرف مكان محمدﷺ فندلكم عليه فنسأل الله من عصبية تحمل الانسان على مثل ذالك الكلام الركيك.

"سوفطائیہ کے شبہات میں سے ایک گھٹیا ترین شبہ ہے اگر ابو بکرؓ ایسا ارادہ رکھتے (جیسا کہ روافض کا گمان ہے) تو جب غار کے دروازے پر پہنچے اس وقت بھی یہ کام کر سکتے تھے اور آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن اور بیٹی اسما کافروں کو کہتے ہم تمہیں وہ جگہ بتاتے ہیں جہاں محمد ﷺ جلوہ افروز ہیں۔ (مگر ایسا ہرگز نہیں ہوا)

مسلمانو! رب العزت کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرو کہ وہ ہمیں ایسے انسان سے بچائے جو رکیک اور رذیل کلام کے ذریعے لوگوں کو برانگیختہ کرتا ہے اور تعصب کو ہوا دیتا ہے۔

تیسرے اعتراض کا جواب

اس اعتراض کا جواب چند شقوں پر مشتمل ہے۔

إنا لاتنكر إصطجاع علي بن ابي طالبؓ في تلك الليلة المظلمة على فراش رسول اللهﷺ طاعة الله ومنصب رفيع . الاانا ندعي ان ابابكر بمصاحبه كان حاضرا في خدمة الرسولﷺ وعلي رضي الله عنه كان غائبا. والحاضر أعلىٰ حالاً من الغائب.

"حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اندھیری رات میں بستر پر سونا اور سنگین حالات کا سامنا کرنا ہمیں بالکل تسلیم ہے کوئی انکار نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور بلند منصب ہے۔ ہمارا تو مدعا یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مصاحبت رسول اکرمﷺ حاصل رہی اور وہ خدمت نبوی میں حاضر رہے۔ پس جو حبیب کے پاس حاضر ہے وہ بہتر ہے اس سے جو حاضر نہیں بلکہ غائب ہے۔ ظاہر ہے حاضری کا شرف صدیق اکبرؓ کو ہی حاصل ہوا۔

(ii) ان عليا رضي الله عنهٗ لم تحمل المحنة الافي تلك الليلة.. اما بعد لما عرفوا ان محمداًﷺ غاب تركوه ولم يتعرضواله. اما ابوبكر رضي الله عنهٗ فانهٗ بسبب كونه مع محمدﷺ ثلاثة ايام في الغار كان أشدأسباب المحنة فكان بلائه أشد.

"حضرت علیؓ نے فقط ایک رات گذاری اور مصیبت برداشت کی، اس کے بعد کفار کو معلوم ہو گیا کہ آنحضرتﷺ تشریف لے گئے اور ان کی بجائے حضرت علیؓ ہیں۔ توانہوں نے حضرت علیؓ کو چھوڑ دیا مگر حضرت صدیق اکبرؓ تو تین دن رات نبی کریمﷺ کے ساتھ غار میں رہے اور تین دنوں میں کئی تکالیف اٹھائیں (مثلاً نبی کریمﷺ کو کندھوں پر اٹھانا، غار صاف کرنا اور رہائش کیلئے تیار کرنا، رات بھر جاگ کر پہرہ دینا وغیرہ) یہ کام زیادہ مشکل اور محنت طلب تھا اس لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو

حضرت علیؓ پر فوقیت ہے۔

(iii) أن أبابكر رضي الله عنهُ كان مشهوراً فيما بين الناس بانه يرغب الناس في دين محمدﷺ ويدعوهم اليه و شاهدوا منهُ أنهُ دعا جمعا من، أكابر الصحابة رضي الله عنهم الى ذالك الدين وأنهم قبلوا ذالك الدين بسبب دعوته الى آخر الكلام.

"لوگ جانتے تھے کہ ابوبکرؓ لوگوں کو دین محمد ﷺ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس دین کی ترغیب دلاتے ہیں۔ آپؓ کی دعوت پر اکابر صحابہؓ کی جماعت نے دین مصطفوی قبول کیا۔

آپؓ حتی المقدور کفار سے جھگڑتے اور مال و دولت سے نبی کریم ﷺ کا دفاع کرتے مگر حضرت علیؓ ابھی بچے تھے، کسی دلیل اور حجت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپؓ کی طرف سے دعوت دین ظاہر ہوئی ہو اور نہ ہی سیف و سنان کے ساتھ جہاد کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ہاں آپ کا جہاد کفار سے ایک مدت مدید کے بعد ثابت ہے۔ ایسی صورت میں لامحالہ کفار کا غیظ و غضب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ سے زیادہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شب ہجرت حضرت علیؓ کو بستر پر پاکر کفار نے کچھ تعرض نہ کیا۔ اگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے تو آپ کو زندہ نہ چھوڑتے۔ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کو باوجودیکہ خوف زیادہ تھا مگر کچھ پرواہ نہ کی اور جان و مال حفاظتِ نبوی پر صرف کر دیا۔ بلاشبہ یہ درجہ حضرت علی سے آپ کو ممتاز کرتا ہے۔

(iv) حضرت صدیق اکبرؓ نے جب نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تو اپنی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کفار میں چھوڑ دی اور جو کچھ آپ کے پاس تھا فقط اسلام اور آنحضرت ﷺ کی مدد کیلئے تھا۔ پس جب سرکار دو عالم ﷺ نے آپؓ کو اپنا ہمسفر بنا لیا تو اگر اس سفر میں رسول اکرم کی شہادت ہو جاتی یا آپ وفات پا جاتے تو تجہیز و تکفین کی سعادت کسے ہوتی اور وحی خدا کے پیغامبر کون ہوتے جو صحابہ کرام تک پہنچاتے بلکہ نبی کریم ﷺ آپ کو اپنا وصی فرماتے اور امت کی خلافت کا تاج آپ کے سر سجاتے۔

اس وضاحت وصراحت کے بعد پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ کے مقام میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور عمل ابوبکر رضی اللہ عنہ یعنی مصاحبت رسول ﷺ أرفع واعلیٰ اور شان والا ہے۔ (تفسیر کبیر جز ۱۶، ص ۶۳)

آیۂ مبارکہ "الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ" کے ضمن میں مزید اقوال

ابن حیان نحوی "البحر المحیط" میں اسی آیہ کریمہ کے تحت لکھتے ہیں۔

وروی انهُ لما أمر بالخروج قال لجبريل عليه السلام من يخرج معي قال ابوبكر رضي الله عنهُ و قال الليث ماصحب الانبياء عليهم السلام مثل ابوبكر رضي الله عنهُ وقال هذه الآية منوهة بقدر أبي بكر رضي الله عنهُ وتقدمه وسابقته في الاسلام وقال العلماء من أنكر صحبة أبي بكر رضي الله عنه فقد كفر لانكاره كلام الله تعالىٰ وليس ذلك لسائر الصحابة وكان سبب حزن أبي بكر رضي الله عنهُ خوفه على رسول الله ﷺ فنهاهُ الرسول تسكينا لقلبه و أخبرهُ ان الله معنا يعني بالمعونة والنصر. وقال ابوبكر يا رسول الله ﷺ إن قتلت فأنا رجل واحد وان قتلت هلكت الامة وذهب الدين.

(تفسیر بحر محیط، ج ۵، ص ۴۳)

ابن حیان نحوی فرماتے ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل نے نبی کریم ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا تو آپ نے سوال کیا اے جبریل! اس سفر میں میرے ساتھ کون ہوگا؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی "ابوبکر" (معلوم ہوا کہ معیت ابوبکرؓ اللہ کے حکم سے تھی۔ اس سے بڑھ کر اور کون سی فضیلت ہو سکتی ہے) لیث بن سعد فرماتے ہیں کسی نبی کا ایسا صاحب نہ تھا جیسے کہ ابوبکر، نبی کریم ﷺ کے تھے۔ (اسی لئے علماء کا اتفاق ہے کہ آپ بعد از آنحضرت ﷺ تمام مخلوق سے افضل ہیں اس کی تفصیل عنقریب آئے گی) ابن حیان نحوی فرماتے ہیں یہ آیہ حضرت ابوبکرؓ کے فضل و کمال اور اسلام قبول کرنے میں سبقت کا ببانگ دھل اعلان کر رہی ہے۔

علماء بیان فرماتے ہیں جس نے صحبت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انکار کیا، وہ کافر ہے کیونکہ اس نے کلام اللہ کا انکار کیا ہے۔ اور یہ فضیلت باقی صحابہؓ میں سے کسی کو حاصل نہیں۔

باقی رہا کہ حضرت ابو بکرؓ کو حزن و ملال اور غم کیوں شریک حال ہوا؟ تو یہ کیفیت صرف اس لئے تھی کہ کہیں کفار نبی کریم ﷺ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لا تحزن" کہ اے صدیق غم نہ کھا۔ اس سے قلب صدیقؓ تسکین پکڑ گیا اور مزید "ان اللہ معنا" کا ارشاد فرما کر بتا دیا کہ رب کی نصرت اور مدد ہمارے ساتھ ہے۔ اس لئے خطرہ اور ڈر کیسا۔ پس حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اگر قتل کر دیا جاؤں تو کچھ مضائقہ نہیں کہ صرف ایک جان ہوں مگر خدا نخواستہ آپ کو کچھ ہوا تو تمام امت ہلاک ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کا دین جاتا رہے گا۔

ابن حیان مزید فرماتے ہیں۔

"فأنزل الله سكينته عليه" مین سکینت سے مراد رحمت ہے اور آخرین میں سے قتادہ کا قول ہے کہ سکینت سے مراد وقار ہے جبکہ ابن قتیبہ کا کہنا ہے کہ یہ لفظ طمانیت کے معنی میں ہے اور یہ تمام اقوال معنی کے اعتبار سے باہم قریب ہیں۔ اور لفظ "علیہ" میں ضمیر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف راجع ہے یہ قول حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہی عقیدہ امام فخر الدین رازیؒ کا ہے"

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی علیہ الرحمۃ "الاتنصروه فقد نصرهُ الله" کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔

وقيل فقدنصرهُ الله بصاحبه فى الغار بتانسيه لهُ وحمله على عنقه وبوفائه ووقايته لهُ بنفسه ومواساتهُ لهُ بماله قال الليث بن سعدماصحب الانبياء عليهم السلام مثل أبى بكر رضى الله عنهُ وقال سفيان بن عيينه خرج ابوبكر بهذه الآية من المعاتبة فى قوله (الاتنصروه)

(تفسير قرطبى، جز ٨، ص ٩٢)

صاحب تفسیر قرطبی لفظ "قیل" کے ساتھ فرماتے ہیں۔ غار میں اللہ عزوجل نے نبی اکرم ﷺ کی ان کے صاحب کے ساتھ مدد فرمائی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت، حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مانوس تھے لہٰذا انہی کو یار غار بنایا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کا سنگ وخار دار راستہ میں نبی کریم ﷺ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کرنا، حضرت صدیق اکبرؓ کا ایفائے عہد کرنا، اپنی جان کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کرنا اور مال کے ساتھ سرکار دوعالم ﷺ کی دلجوئی کرنا، درحقیقت یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبی اکرم ﷺ کی نصرت واعانت تھی۔ لیث بن سعد کا قول ہے کہ صدیق اکبرؓ جیسا رفیق کسی اور نبی کو نہیں ملا۔

ثاني اثنين اذهما في الغار............ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔

هو الصديق فحقق الله تعالى قولهٗ لهٗ بكلامه و وصف الصحبة في كتابه قال بعض العلماء من أنكر أن يكون عمر وعثمان أو أحد من الصحابة صاحب رسول الله ﷺ فهو كذاب مبتدع ومن أنكر أن يكون أبوبكر رضي الله عنهٗ صاحب رسول الله ﷺ فهو كافر لانهٗ رد نص القران.

"لصاحبہ" میں صاحب سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے اس قول (صاحبی) کی تحقیق فرمادی اور ان کی صحبت کو اپنی مقدس کتاب میں بیان فرمادیا۔ بعض علماء کا قول ہے کہ جس نے عمر و عثمان رضی اللہ عنہما یا کسی ایک صحابی کا صاحب رسول ﷺ ہونے کا انکار کیا وہ کذاب اور سخت گمراہ ہے مگر جس نے صدیق اکبرؓ کے صاحب رسول اللہ ﷺ ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہے کیونکہ اس نے قرآن پاک کی نص سے انکار کیا ہے۔

"**لاتحزن ان الله معنا**" کے تحت لکھتے ہیں

قال ابن عربي قال لنا ابوالفضائل العدل قال لنا جمال الاسلام ابوالقاسم قال موسى عليه السلام (كلاأن معي ربي سيهدين) وقال في محمد ﷺ (لاتحزن ان الله معنا) لاجرم لماكان الله مع موسى وحده ارتد

اصحابه بعدهٗ فرجع من عندربه ووجدھم یعبدون العجل ولما قال فی محمدﷺ (لاتحزن ان اللہ معنا) بقی ابوبکر رضی اللہ عنہٗ مھتدیاً موحداً عالماً جازماً قائما بالأمرولم یتطرق الیه الاختلال. (تفسیر قرطبی جز ۸، ص ۹۴)

"ابن عربیؒ فرماتے ہیں ہمیں ابوالفضائل العدل نے، انہیں جمال الاسلام ابوالقاسم نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (کلا ان ربی سیھدین) اور محمد ﷺ کے حق میں فرمایا (لاتحزن إن اللہ معنا)

اس کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں بلاشبہ جب اللہ عزوجل موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا تو آپ کے اصحاب آپ کی روانگی کے بعد مرتد ہو گئے۔ جب ملاقات ربانی کے بعد واپس قوم میں آئے تو لوگوں کو بچھڑے کی عبادت کرتے پایا۔ مگر رسول اکرم ﷺ کے حق میں "لاتحزن ان اللہ معنا" فرمایا تو حضرت ابوبکرؓ ہدایت یافتہ رہے، موحد، عالم اور رب ذوالجلال کے امر پر مستحکم رہے، آپ کی سوچ میں انتشار و فساد کو ذرا بھر بھی دخل نہ ہو سکا۔

ابن عربی بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے (معی ربی) کہا تو باقی ساری قوم گمراہ ہو گئی اور نبی آخر الزمان ﷺ نے (إن اللہ معنا) فرمایا تو اس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے فقط تدبر اور فکر کی ضرورت ہے۔

"فأنزل اللہ سکینتہٗ علیه" کے تحت امام قرطبی فرماتے ہیں۔

فیه قولان. أحدھما علی النبیﷺ و الثانی علی أبی بکر رضی اللہ عنہٗ (ابن عربی) قال علمائنا وھوالاقویٰ لانه خاف علی النبیﷺ من القوم فأنزل اللہ سکینته علیه بتامین النبیﷺ فسکن جاسه و ذھب روعه وحصل الأمن. (تفسیر قرطبی جز ۸، ص ۹۵)

سکون و اطمینان کس پر نازل ہوا؟ اس میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اطمینان نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اور دوسرا قول جس کو ابن عربی نے نقل فرمایا وہ یہ کہ اطمینان صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ پر اترا۔ (علامہ قرطبی فرماتے ہیں) ہمارے علماء کے نزدیک

یہی قول زیادہ قوی ہے اس لئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ کو قوم سے خوف تھا کہ کہیں نبی اکرم ﷺ کو گزند نہ پہنچادیں تو اللہ تعالیٰ نے حفاظت وامن کی خوشخبری سنا کر صدیق اکبرؓ پر اطمینان کا نزول فرمایا جس سے آپؓ کو گھبراہٹ اور بے چینی سے نجات ملی اور خوف وہراس جاتا رہا۔

علامہ شیخ سلمان جمل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

لاتحزن مقول قول النبی ﷺ وکان الصدیق قدحزن علی رسول اللہ ﷺ لاعلیٰ نفسہٖ فقال یا رسول اللہ ﷺ لومت أنا فأنا رجل واحد واذا مت أنت هلكت الامة والدين (كرخی) وقولهُ إن الله معنا. المراد بالمعية الولاية الدائمة التي لا يحوم حول صاحبها شئي من الحزن وقولهُ وقيل علی أبی بکر رضی اللہ عنہُ وهوما عليه ابن عباس وأكثر المفسرين فان النبی ﷺ كانت عليه السكينة والطمانينة لأنه قدعلم أنه لايضره شئي اذا كان خروجهُ باذن الله (تفسیر جمل ج ۲، ص ۲۸٤)

شیخ جمل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (لاتحزن) نبی کریم ﷺ کی بات ہے جس کی حکایت رب ذوالجلال نے فرمائی اور صدیق اکبرؓ کو اپنی جان پر کوئی خوف وخطرہ نہ تھا بلکہ غم نبی کریم ﷺ کا تھا۔ پس صدیقؓ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ! اگر میں مارا جاؤں تو کچھ بات نہیں میں تو اکیلا ہوں مگر آپ ﷺ کا اس جہاں سے تشریف لے جانا، امت اور دین دونوں کی ہلاکت ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا قول "ان اللہ معنا" میں معیت سے مراد ہمیشہ کی ولائت ہے جس کو یہ نصیب ہو گئی، حزن و ملال اس کے گرد کبھی نہ منڈلائے گا۔ اور خدائے ذوالجلال کے فضل کے ساتھ یہ منصب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو حاصل ہوا۔ جس سے آپؓ کے غم کی نفی ہو گئی۔ جیساکہ تفسیر کبیر کے حوالے سے ابھی گذرا ہے۔

اور علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے قول (قیل علی أبی بکر) کے تحت امام جمل فرماتے ہیں ضمیر کا لوٹانا صدیق اکبرؓ کی طرف صحیح ہے اور یہ قول ابن

عباس اور اکثر مفسرین کا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ تو مطمئن تھے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہجرت کی تھی اور جانتے تھے کہ کوئی چیز انہیں نقصان نہ پہنچائے گی۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ "الدر المنثور" میں "لاتحزن ان اللہ معنا" کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔

وأخرج البيهقي في الدلائل وابن عساكر عن ضبة بن محصن العبري قال قلت لعمربن الخطاب رضي الله عنهٗ أنت خير من أبي بكر فبكي وقال والله لليلة من ابي بكر و يوم خير من عمر هل لك احدثك بليلته ويومه قال قلت نعم يأمير المومنين قال أما ليلته فلما خرج رسول الله ﷺ هاربا من أهل مكة خرج ليلة فتبعه ابوبكر فجعل يمشي مرة أمامه ومرة خلفهٗ ومرة عن يمينه ومرة عن يساره فقال له رسول الله ﷺ ماهذا يأابابكر مأعرف هذامن فعلك قال يا رسول الله ﷺ اذكر الرصد فاكون أمامك وأذكر الطلب فاكون خلفك ومرة عن يمينك ومرة عن يسارك قال فمشي رسول الله ﷺ ليلتهٗ على أطراف أصابعه حتي حفيت رجلاهٗ فلما راهٗ ابوبكر رضي الله عنهٗ أنها قدحفيت حمله على كاهله وجعل يشتد به حتي أتي فم الغار فأنزله ثم قال والذي بعثك بالحق لاتدخله حتي أدخله فان كان فيه شئي نزل بي قبلك فدخل فلم يرشيئاً فحمله فادخله الغار وكان في الغار خرق فيه حيات وافاعي فخشي أبوبكر رضي الله عنهٗ ان يخرج منهن شئي يؤذي رسول الله ﷺ فالقمه قدمه فجعلن يضربنه وتلسعه الأفاعي والحيات و جعلت دموعه تحدر ورسول الله ﷺ يقول يا ابابكر لاتحزن إن الله معنا فانزل الله سكينته اى طمانينتهٗ لأبي بكر رضي الله عنه فهذه ليلتهٗ.

"بیہقی نے دلائل نبوت میں اور ابن عساکر نے ضبہ بن محصن عبری سے تخریج کی۔ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمرؓ سے کہا آپ ابو بکرؓ سے افضل ہیں تو عمر فاروقؓ رونے لگے اور فرمایا: خدا کی قسم! حضرت ابو بکرؓ کی ایک رات اور دن، عمر کی

ساری زندگی کی نیکیوں سے بہتر ہے۔ کیا میں تجھے اس دن اور رات کے متعلق بیان نہ کروں؟ عرض کی ہاں امیر المومنین! بیان کیجئے..... حضرت عمرؓ نے فرمایا..... رات وہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے نکلے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر شروع کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کبھی آپ ﷺ کے آگے چلتے کبھی پیچھے کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔ رسول اکرم ﷺ نے آپؓ سے فرمایا اے ابو بکرؓ! ایسے کیوں چل رہے ہو؟ کیا وجہ ہے؟ تو حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! ﷺ جب راستہ یاد کرتا ہوں تو آپ کے آگے ہو جاتا ہوں اور جب یہ خیال آتا ہے کہ کفار آپ کی تلاش میں ہیں تو آپ کے پیچھے ہو جاتا ہوں اور کبھی دائیں، کبھی بائیں۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں اس رات نبی کریم ﷺ پاؤں کی انگلیوں کے بل چل رہے تھے حتی کہ چلتے چلتے آپ کے پاؤں پر آبلے پڑ گئے۔ جب صدیق اکبرؓ نے آپ ﷺ کی یہ کیفیت دیکھی تو نبی اکرم ﷺ کو اپنے کاندھوں پر اٹھالیا اور دوڑنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ غار تک پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر نے آپ ﷺ کو اتارا اور عرض کی قسم ہے اس ذات کی! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے پہلے آپ ﷺ داخل نہ ہوں، مجھے داخل ہونے دیں تاکہ اگر غار میں کوئی ایسی چیز ہے تو اس کا سامنا پہلے میں کروں۔ حضرت ابو بکرؓ، نبی کریم ﷺ کو کندھوں پر اٹھائے غار میں داخل ہوئے۔ غار میں ایک سوراخ تھا جس میں بچھو اور سانپ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا قدم مبارک اس میں رکھا۔ بچھو اور سانپ نے ڈسنا شروع کر دیا۔ شدت درد سے آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور بہہ نکلے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا (**لاتحزن ان الله معنا فأنزل الله سكينته عليه**)

"**فأنزل الله سكينته عليه**" کے ضمن میں آپ فرماتے ہیں۔

أخرج ابن أبي حاتم وأبوشيخ وابن مردويه والبهقي في الدلائل وابن عساكر من تاريخه ابن عباس رضي الله عنهُ في قوله "فأنزل الله سكينته عليه " قال على أبي بكر رضي الله عنهُ لان النبي ﷺ لم تزل السكينة معه وأخرج الخطيب في تاريخه عن حبيب بن أبي ثابت رضي الله

عنہٗ "فأنزل الله سكينته عليه" قال على ابى بكر رضى الله عنه فأما النبى ﷺ فقد كانت عليه السكينة (درمنثور، جز ۳، ص ۲۴۱،۳۴۵)

"حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ سکینت و اطمینان حضرت ابوبکرؓ پر نازل ہوا۔ نبی کریم ﷺ تو ہمیشہ طمانیت و سکون میں رہے۔ حبیب بن ابی ثابت رضی اللہ عنہٗ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں طمانینت کا نزول حضرت صدیق اکبرؓ پر ہوا۔ نبی کریم ﷺ تو پہلے ہی اطمینان سے تھے۔ انہیں کوئی خوف یا ڈر نہ تھا۔

سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ مبارکہ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

وفيها النص على صحبة أبى بكرؓ لرسول الله ﷺ ولم يثبت ذالك لأحد من أصحاب رسول الله ﷺ سواه وكونه المراد بالصاحب مماوقع عليه الاجماع لكون المراد من العبدفى قوله تعالىٰ (سبحان الذى اسرى بعبده) رسول الله ﷺ ومن هنا قالوا أن اذكار صحبته كفر مع ماتضمنته من تسلية النبى ﷺ لهٗ بقوله لاتحزن)وتعليل ذلك بمعية الله سبحانهٗ الخاصته المفادة يقولهٗ (ان الله معنا) ولم يثبت مثل ذالك فى غيره بل لم يثبت نبى معية الله سبحانهٗ لهٗ ولآخر من الصحابة وكان فى ذالك إشارة الى انهٗ ليس فيهم كابى بكر الصديق رضى الله عنهٗ

صاحب تفسیر روح المعانی فرماتے ہیں۔

یہ آیہ کریمہ صحبت ابوبکر صدیقؓ پر نص ہے۔ اور یہ مقام (صحبت) صحابہ میں سے کسی اور کو نہیں ملا۔ حضرت ابوبکرؓ کے صاحب ہونے پر امت کا اجماع ہے جس طرح کہ (سبحان الذى اسرى بعبده) میں "عبد" سے مراد نبی کریم ﷺ کا ہونا، اجماع امت ہے۔ اسی بناء پر علماء کہتے ہیں جس نے صحبت ابوبکرؓ کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکرؓ کو حکم خداوندی تسلی دینا (لا تحزن) بھی ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص معیت جو کہ "اِن اللہ معنا" کے قول سے ثابت ہے وہ بھی ابوبکر صدیقؓ کیلئے ہے۔ اور ایسی معیت سوائے صدیق اکبرؓ کے کسی اور

کیلئے ثابت نہیں بلکہ کسی اور نبی کیلئے بھی ثابت نہیں کہ اللہ رب العزۃ نے کسی نبی کو اس کے اصحاب کے ساتھ ایسی معیت میں خاص کیا ہو۔

اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جیسا رفیق اور غار یار نبی اکرم ﷺ کا ہے کسی اور نبی کو ایسا ساتھی میسر نہیں آیا۔ شان صدیق اکبرؓ پر اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ روز روشن کی طرح عیاں دلائل، علمائے کرام کی تصریحات اور مفسرین کی آراء کے بعد بھی اگر کوئی آپ کے مرتبے کو نہ جانے تو اس کیلئے فقط دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ رب العزت اسے ہدایت اور عقل سلیم سے نوازے ورنہ

؎ دیدۂ کور کو کیا نظر آئے ، کیا دیکھے

شیخ سید محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

من أنصف رأیٰ ان تسلیة علیه السلام لأبی بکر رضی الله عنه بقوله (لاتحزن) کما سلاهٗ ربه سبحانه بقوله (لایحزنك قولهم) مشیرة إلی أن الصدیق رضی الله عنهٗ عندهٗ علیه الصلوة والسلام بمنزلتهٖ عندربه جل شانه فهو حبیب حبیب الله تعالیٰ بل لوقطع النظر عن وقوع مثل هذه التسلیة من الله تعالیٰ لنبیه ﷺ کان نفس الخطاب بلاتحزن کافیا فی الدلالة علی انه رضی الله عنهٗ حبیب رسول الله ﷺ

"جس نے بھی بنظر انصاف دیکھا سمجھ گیا کہ نبی اکرم ﷺ "لا تحزن" فرما کر حضرت ابو بکرؓ کو تسلی دے رہے تھے جیسے کہ آپ کے رب نے "**لایحزنك قولهم**" فرما کر آپ ﷺ کو تسلی دی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کا مقام نبی اکرم ﷺ کے نزدیک اتنا ہی ہے جتنا کہ نبی کریم ﷺ کا بارگاہ رب العزت میں۔ پس صدیق اکبرؓ، حبیب اللہ یعنی نبی کریم ﷺ کے حبیب ہیں (حبیب کا مرتبہ خلیل سے فزوں تر ہے اور ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو اپنا خلیل کہا۔ معلوم ہوا صدیق اکبرؓ، حبیب الرسول بھی ہیں اور خلیل الرسول بھی (ﷺ) اسپر مکمل بحث افضیلت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے باب میں آئے

گی، انشاء اللہ) بلکہ اگر نبی کریم ﷺ کیلئے رب ذوالجلال کی طرف سے تسلی سے قطع نظر کر لیا جائے تب بھی فقط "لا تحزن" کا خطاب ہی آپؓ کے حبیب الرسول ہونے پر کافی تھا۔

سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ نے روافض کے جملہ اعتراضات کے جوابات نقل فرمائے ہیں سید طوالت کے خوف سے انہیں بیان نہیں کیا۔ فقط صدیق اکبرؓ کی شان ورفعت کے متعلق اقوال ذکر کر دیئے ہیں اور میرا مقصود بھی یہی ہے اگر مزید تفصیل درکار ہو تو تفسیر روح المعانی کا مطالعہ فرمائیں۔ ایمان کو جلا ملے گی اور روافض کے اعتراضات مثل سراب نظر آئیں گے اور حقیقت صدیقیت آپ پر عیاں اور ظاہر ہو جائے گی۔

علامہ محمود بن عمر زمخشری رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قولهُ (ثاني اثنين) وهما رسول الله ﷺ وابوبكر الصديق رضي الله عنه يروى أن جبريل عليه السلام لما أمرهُ بالخروج قال من يخرج معي قال أبوبكر رضي الله عنهُ (اذهما) بدل من اذ أخرجه (اذ يقول) بدل ثان . قيل طلع المشركون فوق الغار فاشفق ابوبكر رضي الله عنهُ على رسول الله ﷺ فقال أن تصب اليوم ذهب دين الله فقال عليه السلام ما ظنك باثنين الله ثالثهما وقالوا من انكر صحبة ابي بكر رضي الله عنه فقد كفر لانكاره كلام الله وليس ذالك لسائر الصحابة. **(تفسير كشاف، ج ۲ ، ص ۲۷۲)**

"اللہ عزوجل کے فرمان (ثانی اثنین) کے ماتحت علامہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ثانی اثنین سے مراد نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں "اذھما" یہ "اذ أخرجه" سے بدل ہے اور "اذیقول" بدل ثانی ہے۔ فرماتے ہیں، مشرکین جب غار کے دہانے تک پہنچ گئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی جان اقدس کا خوف لاحق ہوا کہ اگر آج آپ ﷺ کو کوئی مصیبت پہنچی تو اللہ تعالیٰ کا دین جاتا رہے گا۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیرا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا خود اللہ ہو۔ (اس میں تسلی دینا مقصود ہے) اور علماء کا کہنا

ہے جس نے مصاحبت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے کلام کا انکار کیا اور یہ حکم تمام صحابہ کا نہیں (یعنی حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ باقی کسی صحابی کی مصاحبت کا انکار کرنے والا کافر نہیں بلکہ کذاب اور مبتدع ہے)

ابی جعفر محمد بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وانما عنى جل شأنهُ وثناء هُ بقولهِ (ثاني اثنين) رسول اللهﷺ وأبوبكر الصديق رضى الله عنهُ لانهما كانا اللذين خرجا هاربين من قريش اذهموا بقتل رسول اللهﷺ و اختفيا فى الغار وقولهُ (اذهما) يقول اذرسول اللهﷺ وأبوبكر الصديق رضى الله عنه فى الغار اذيقول لصاحبه أبى بكرؓ لاتحزن وذالك أنهُ خاف من الطلب أن يعلموا بمكانهما فجزع من ذلك فقاله لهُ رسول اللهﷺ "لاتحزن أن الله معنا" والله ناصرنا فلن يعلم المشركون بنا ولن يصلوا علينا.

"اللہ رب العزت کے فرمان "ثانی اثنین" سے مراد نبی کریم ﷺ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس لئے کہ وہ دونوں قریش کے خوف سے نکلے۔ جب قریش مکہ نے نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کا مذموم ارادہ کیا۔ دونوں ایک غار میں پناہ گزین ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان "إذهما فى الغار" کا مطلب ہے جب وہ دونوں یعنی حضور کریم ﷺ اور ان کا جانثار صدیق اکبرؓ غار میں تھے۔ (اذيقول لصاحبه) کا مطلب ہے جب رسول خدا ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ (لاتحزن ان الله معنا) "غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے" یہ اس لئے فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خوف لاحق ہوا کہیں مشرکین ہمارے ٹھکانے سے آگاہ نہ ہو جائیں تو اس گھبراہٹ کو دور کرنے کیلئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ("لا تحزن، غم نہ کھا") کیونکہ اللہ تعالیٰ ناصر و مددگار ہے اور اس کی نصرت ہماری رفیق ہے لہٰذا گزند پہنچانا مشرکین کیلئے ممکن نہیں۔

علامہ طبریؒ کی تصریح سے یہ بات از حد واضح ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ

نے صدیق اکبرؓ کو تسلی دی کیونکہ وہ حضور کریم ﷺ کی وجہ سے خوفزدہ ہو گئے تھے کہ کہیں دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اگر کوئی ایسا حادثہ رونما ہوا تو دین وامت دونوں ہلاک ہو جائیں گے۔

علامہ طبری نے "اذیقول لصاحبه" کے ضمن میں ایک حدیث شریف نقل فرمائی ہے۔

حدثنا یونس قال أخبرنا ابن وهب قال أخبرنی عمرو بن الحارث عن ابیه أن أبابكر الصديق رضی الله عنهٗ حین خطب قال ایکم یقرأ سورة التوبة قال رجل أنا قال أقرأ فلما بلغ "اذیقول لصاحبه لاتحزن" بکیٰ أبوبکر و قال أنا والله صاحبهٗ. (تفسیر طبری جز ۱۰ جلد۶، ص ۹۵،۹۶)

"عمرو بن حارث اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ فرمایا تم میں سے سورۂ توبہ کی تلاوت کون کر سکتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا "میں" آپؓ نے فرمایا "تلاوت کرو" جب وہ "اذیقول لصاحبه" تک پہنچا تو ابوبکرؓ نے رونا شروع کر دیا اور فرمایا مجھے اللہ کی قسم! وہ صاحب میں ہی ہوں۔

حضرات گرامی!

آپ نے آئمہ مفسرین کی ایمان افروز اور قلوب واذہان کو جلا بخشنے والی بابرکت تصریحات کو ملاحظہ فرمایا۔ اب لفظ صاحب کے مفہوم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

لفظ "صاحب" کی تحقیق

قاموس، صحاح للجوھری، لسان العرب، المنجد، منتھی الأرب اور صراح وغیرھا میں صاحب کی جمع صَحْبٌ و اَصْحَابٌ و صَحَبَةٌ و صِحَابٌ و صُحْبَانٌ و صِحَابَةٌ و صَحَابَةٌ ہے۔

اور اَصحاب کی جمع اَصاحیب ہے۔

شرح عقائد جلالی جلال الملۃ والدین الدوانی علیہ الرحمۃ کے (حشی علامہ محمد عبدالحلیم انصاری لکھنوی "حل المعاقد فی شرح العقائد" میں لکھتے ہیں۔

قولهُ ولأصحاب اعلم أن فاعلاً يجمع على أفعال عند العلامة التفتازاني وغيرهُ ولأصحاب جمع صاحب كا لاطهار جمع طاهرو اماعندمن لايجوزهُ فأصحاب أما جمع صحب (بتسكين الحاء) جمع صاحب كركب جمع راكب فأصحاب حينئذ جمع الجمع واما القول بأن الاصحاب جمع الجمع واقلهُ تسعة فلاتكون الشيعة ناجية فان الصحابةالذين بقواليدالنبى ﷺ على الايمان عندهم ثلاثة على وأبوذر وسلمان الفارسى فى رواية وفى رواية بلال رضى الله عنهم فهم ليس تابعين للاصحاب. (حل المعاقد ص ٢٦)

صاحب شرح عقائد جلالی نے ایک روایت (حدیث شریف کی) نقل فرمائی کہ میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے، ان میں سے ایک ناجی ہوگا باقی تمام جہنمی۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! ﷺ وہ ناجی فرقہ کون سا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ماأنا عليه وأصحابى

اس حدیث شریف کے ماتحت صاحب حل المعاقد مندرجہ بالا عربی عبارت تحریر فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) جان لے کہ علامہ تفتازانی وغیرہ کے نزدیک فاعل کی جمع بروزن افعال آتی ہے اور اصحاب جمع ہے صاحب کی جیسے کہ اطھار جمع ہے طاہر کی۔ لیکن علماء کے نزدیک جو فاعل کی جمع بروزن افعال جائز نہیں سمجھتے، اصحاب جمع ہے صحب کی (حا کے سکون سے) اور صحب جمع ہے اصحاب کی جیسے کہ راکب کی جمع رکب ہے۔ لہذا اس طرح اصحاب جمع الجمع ہے یہ قول فاضل قرابا غی، یوسف الکوبج وغیرہ ھم کا ہے۔ اور اس قول کے مطابق شیعہ فرقہ ناجیہ نہیں ہے کیونکہ جمع الجمع کا اطلاق کم از کم نو پر ہوتا ہے۔ اور شیعہ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے بعد صرف تین صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ایمان

پر باقی رہے اور وہ حضرت علی، حضرت ابوذر غفاری اور حضرت سلمان فارسی جبکہ ایک دوسری روایت میں تیسرے صحابی حضرت بلال رضی اللہ عنھم ہیں۔لھذا یہ صحابہ کرام کی تابعداری کرنے والوں سے نہیں کیونکہ نبی محترم ﷺ کا فرمان ہے ،ما انا علیہ و أصحابی (جس پر میں اور میرے أصحاب رہے) اور أصحاب کی کم از کم تعداد تو بنتی ہے اور شیعہ کے نزدیک فقط تین صحابی تھے۔اس لحاظ سے شیعہ أصحاب کی پیروی سے خارج ہو گئے پس نتیجتاً فرقہ ناجیہ سے باہر ہوئے۔

اسی طرح نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ "شرح عقائد جلالی" میں تحریر کیا ہے۔

قولهُ جمع صحب بتسكين الحاء كسفر جمع سافر ولم يقل جمع صاحب لأن فاعلا لايجمع على أفعال لكن جوزهُ التفتازانى وغيره

(حاشيه شرح عقائد جلالى، ص ۳۱۳)

علامہ جلال الدین دوانی کا قول صحب (حاء کے سکون کے ساتھ) مثل سفر جمع سافر ہے اور مصنف نے جمع صاحب نہیں کہا اس لئے کہ فاعل کی جمع أفعال کے وزن پر نہیں آتی لیکن علامہ تفتازانی وغیرہ کے نزدیک ایسا جائز ہے۔

لھذا مولانا نظام الدین سہالوی کے نزدیک بھی صاحب کی جمع أصحاب نہیں بلکہ صحب ہے اور أصحاب جمع الجمع ہے۔

بطور جملہ معترضہ علامہ عبدالحلیم انصاری لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارک پر مفصل و مدلل جو تشریح فرمائی اس کا نقل کرنا بھی ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

فان دخول الفرق الهالكة فى النار من حيث الاعتقاد وافراد الفرق الناجية وإن تدخل فى النار لكنهم لايدخلون من حيث الاعتقاد بل أن دخلوا فمن حيث العمل.

نار جہنم میں ہمیشگی ان فرقوں کا مقدر ہے جو اعتقاد کے لحاظ سے غلط ہیں۔

فرقہ ناجیہ اگرچہ آگ میں داخل ہو بھی تو غلط اعتقاد کی وجہ سے نہ ہو گا بلکہ غلط عمل کے سبب ہو گا۔

فمعنى الحديث ان الامة مفترقة الى الفرق الكثيرة كلهم داخلو الحميم فى الجملة الاواحدة وهم اولياء الله الكرام المقتفون أثر النبى ﷺ وأصحابهٗ فاستقام المعنى ولايحتاج الى التقليد كذافى "الحاشية الكمالية"

حدیث کا معنی ہے کہ امت بہت سے فرقوں میں بٹ جائے گی اور یہ تمام فرقے جہنمی ہوں گے سوائے ایک گروہ کے اور یہ گروہ اولیائے کرام کا ہے۔ جو نبی کریم ﷺ اور ان کے مقدس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ اس طرح حدیث شریف کا معنی سیدھا اور واضح ہے قید لگانے کی احتیاج بھی نہیں۔ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ صرف ایک گروہ جن کو اولیاء کہتے ہیں فرقہ ناجیہ ہے باقی تمام جہنمی ہیں، خواہ تہتر ہوں، معلوم ہوا جو عقیدہ اولیاء کرام کا ہے وہی حق ہے اس گروہ سے وابستگی جہنم سے نجات کا ذریعہ اور سبب ہے۔

اسی طرح حاشیہ کمال الدین سہالوی شرح عقائد جلالی میں ہے۔

واذاتمهد هذا فنقول المراد بالامة فى الحديث المذكور فى المتن أمة الإجاجة والمعنى كلهم يدخلون فى النار الاواحدة

(حل المعاقد فى شرح العقائد، ص ۲۲، ۲۴)

متن میں مذکور حدیث میں امت سے مراد امت اجابت ہے اور معنی یہ ہوئے کہ تمام فرقے جہنمی ہیں مگر ایک فرقہ ناجی ہے۔

معلوم ہوا کہ اس سے مراد امت اجابت ہے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت توحید پر لبیک کہا اور بعد میں نظریات و عقائد باطلہ میں مستغرق ہو گئے نہ وہ امت جس نے سرے سے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول ہی نہیں کیا جیسے کفار مشرکین وغیرہ۔

حضرت عبدالعلیم لکھنوی علیہ الرحمۃ کا کلام ختم ہوا۔

اب اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔ لفظ صاحب اور اَصحاب کی لغوی تشریح کے بعد اب "صاحب" کی تعریف پیش خدمت ہے۔

صاحب کی تعریف

جلال الملة والدین جلال الدین دوانی (شرح عقائد جلالی) میں تحریر فرماتے ہیں۔

صاحب وھومن رأی النبی ﷺ مومنابه سواء کان فی حال البلوغ أوقبلهٗ طال صحبتهٗ أم لا۔

صاحب وہ ہے جس نے حالت ایمان میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا، خواہ بالغ ہونے کے بعد یا اس سے پہلے۔ نبی کریم ﷺ کی صحبت میں طویل عرصہ رہا ہو یا نہ رہا ہو۔

مولانا عبدالعلیم لکھنوی "حل المعاقد" میں لکھتے ہیں

قولهٗ وھومن راٰہ: اعلم اولا أن المراد بالرؤیة اللقاء سواء کان رأی النبی ﷺ بالبصرأ ولا فیشمل الضریر کعبد الله بن مکتوم و یمکن أن یقال أن المراد الرؤیة بالبصر والنبی ﷺ فاعل رأی ومفعوله محذوف فالمعنی من راٰهُ النبی ﷺ فیشمله ح لکنه انمایتم لو کان التعریف مختصاً بأصحاب بنینا ﷺ والا ینتقص بأصحاب شعیب علیه السلام لکونه اعمٰی

(حل المعاقد فی شرح العقائد، ص ۲۶)

علامہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رؤیت سے مراد ملاقات کرنا ہے خواہ اس نے اپنی آنکھ سے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ پس یہ تعریف نابینا کو بھی ثابت ہو گی جیسے عبداللہ بن مکتوم۔ اور ممکن ہے اس طرح کہا جائے کہ مراد رؤیت بالبصر ہو اور نبی کریم ﷺ "رائی" کا فاعل ہوں اور اس کا مفعول محذوف ہو۔ پس معنی یہ ہوئے کہ جس کو نبی کریم ﷺ نے دیکھا ہو۔ اس طرح صاحب کی تعریف میں نابینا بھی شامل ہو جائے گا لیکن یہ تعریف مکمل تب ہے اگر اسے اَصحاب نبی کریم ﷺ کے ساتھ

مختص کیا جائے ورنہ نقص آجائے گا کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا تھے اور انہوں نے اپنے اصحاب کو اپنی نظر مبارک سے نہیں دیکھا۔

لیکن رای کا فاعل نبی کریم ﷺ کو بنانا اور مفعول کو محذوف ماننا علامہ زرقانی نے مردود قرار دیا ہے اور خود صاحب حل المعاقد نے شرح عقائد کے حاشیہ پر لکھا ہے۔

وما أفاد بعض الاعلام دام ظلهٗ أن ضمير المفعول مستتر فلاأفهمهٗ فان ضمير المنصوب يكون بارزاً دائما كما صرح به في كتب النحوفتدبر"

فرماتے ہیں بعض علمائے کرام نے مفعول کی ضمیر کو مستتر سمجھا ہے یہ بات میری فہم سے باہر ہے کیونکہ ضمیر منصوب ہمیشہ ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ نحو کی کتابوں میں واضح ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ **"الاصابة في تمييز الصحابة"** کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

الفصل الاول في تعريف الصحابي وأصح ما وقفت عليه من ذالك أن الصحابي من لقي النبي ﷺ مؤمنابه ومات على الاسلام فيدخل فيمن لقيه من طالت مجالسته لهٗ أو قصرت ومن روى عنهٗ أولم يروومن غزامعهٗ أولم يغزو ومن رآهٗ رؤية ولو لم يجالسهٗ ومن لم يرهٗ لعارض كالعمى.

اس باب میں، جہاں تک مجھے علم ہوا، اصح بات یہی ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اس حالت میں کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان رکھتا ہو اور اس کی موت اسلام پر ہوئی۔ جس نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی، اس میں وہ بھی داخل ہے اس کی نبی کریم ﷺ سے مجلس ہوئی ہو، خواہ طویل ہو یا مختصر، آپ ﷺ سے کوئی حدیث روایت کی ہو یا نہ، جنگ میں اسے سرکار دوعالم ﷺ کی رفاقت میسر آئی ہو یا نہ آئی ہو۔ جس نے ایک دفعہ آپ ﷺ کو دیکھ لیا، اگرچہ اس کی مجلس نہ ہوئی (وہ بھی صحابی کی تعریف میں شامل ہے) اور وہ بھی جس نے آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کو نہ دیکھا جیسے نابینا۔

مزید فرماتے ہیں۔

ویخرج بقید الایمان من لقیه کافراً ولوأسلم بعد ذالك اذالم یجتمع به مرة أخریٰ وقولنا (به) یخرج من لقیه مؤمنا بغیره کمن لقیه من مؤمنی أهل الکتاب قبل البعثة وخرج بقولنا ومات علی الاسلام من لقیه مومنا به ثم ارتد ومات علی ردته کعبید الله بن جحش وعبدالله بن حظل وربیعه بن أمیه بن خلف ویدخل فیه من ارتد وعادالی الاسلام قبل أن یموت سواء اجتمع به ﷺ مرة أخریٰ أم لاوهذا هوالصحیح المعتمد. لاطباق أهل الحدیث علی عدالاشعث بن قیس فی الصحابة وعلی تخریج أحادیثه فی الصحاح والمسانید وهومن ارتد ثم عادالی الاسلام فی خلافة أبی بکر وهذا التعریف مبنی علی الأصح المختار و عندالمحققین کالبخاری و شیخه احمدبن حنبل ومن تبعهما.

ایمان کی قید لگانے سے وہ شخص صحابی کی تعریف سے نکل گیا جس نے کفر کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اگرچہ بعد میں ایمان لے آیا مگر آپ ﷺ سے مل نہیں سکا۔ اور ہمارے قول (بہ) سے وہ شخص بھی نکل گیا جو آپ ﷺ سے ملا مگر ایمان دوسرے انبیاء پر رکھتا تھا جیسے اہل کتاب وغیرہ۔ اور "مات علی الاسلام" کی شرط سے وہ شخص بھی خارج ہو گیا جس نے حالت ایمان میں آپ ﷺ سے ملاقات تو کی مگر بعد میں مرتد ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا جیسے عبیداللہ بن جحش و عبداللہ بن خطل اور ربیعہ بن اُمیہ بن خلف۔ اور وہ شخص صحابہ میں شامل ہے جو مرتد ہوا اور مرنے سے پہلے اسلام قبول کر لیا خواہ دوسری دفعہ اس کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی یا نہ۔ اور یہی مذہب اصح ہے۔ کیونکہ محدثین نے اشعث بن قیس کو صحابہ میں شمار کیا ہے اور اپنی کتابوں میں اس کی احادیث کو تخریج کیا ہے۔ حالانکہ وہ بعد از اسلام مرتد ہو گیا اور زمانہ ابوبکرؓ میں دوبارہ اسلام قبول کیا۔ محققین کے نزدیک یہی تعریف صحیح ترین ہے جسے امام بخاریؒ اور ان کے شیخ احمد بن حنبلؒ جیسے محدثین نے قبول کیا اور ان کے پیروکاروں نے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول

ومن صحب النبی ﷺ أو رأهُ من المسلمین فهومن أصحابه کے

ماتحت علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

أشار بهذا الی تعریف الصاحب وفیه أقوال

الاول: ماأشار الیه البخاری بقولهٗ من صحب النبی ﷺ أوراٰه من المسلمین فهومن اصحابه وقال الکرمانی یعنی الصحابی مسلم صحب النبی ﷺ أوراٰه وضمیر المفعول للنبی ﷺ والفاعل للمسلم علی المشهور الصحیح. وقیل فی کلام البخاری نقص یحتاج الی ذکرهٖ وهوثم مات علی الاسلام والعبارة سالمة من الاعتراض أن یقال الصحابی من لقی النبی ﷺ ثم مات علی الاسلام لیخرج من ارتد ومات کافراً.

امام بخاری نے اس عبارت میں "صاحب" کی تعریف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

پہلی بات یہ کہ جس نے نبی کریم ﷺ کی رفاقت اختیار کی یا مسلمانوں میں سے کسی نے آپ ﷺ کو (ظاہری حیات) میں دیکھ لیا وہ اصحاب میں سے ہے۔ امام کرمانیؒ فرماتے ہیں صحابی وہ مسلمان ہے جو نبی کریم ﷺ کا صاحب ہو یا آپ ﷺ کو دیکھا ہو۔ مفعول کی ضمیر نبی کریم ﷺ کیلئے اور فاعل کی ضمیر مسلم کیلئے ہے اور یہی مشہور و صحیح مذہب ہے۔ علامہ بدر الدین عینی، تعریف علامہ بخاری کا نقص ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام بخاری نے "**ثم مات علی الاسلام**" کا ذکر نہیں کیا۔ عبارت اعتراض سے تبھی بچ سکتی ہے جب کہا جائے کہ صحابی وہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی پھر اسلام پر اس کی موت واقع ہوئی تاکہ وہ شخص صحابیت سے نکل جائے جو مرتد ہو گیا اور کفر کی حالت میں ہی مر گیا۔

الثانی: أنه من طالت صحبتهٗ لهٗ و کثرت مجالستهٗ مع طریق التبع لهٗ ولأخذ عنهٗ هکذاحکاهٗ أبو المظفر السمعانی عن الاصولیین وقال أن

اسم الصحابی یقع علی ذالك من حیث اللغة والظاهر واختارہٗ ابن حاجب ایضاً لأن الصحبة تعم القلیل والکثیر.

صحابی وہ ہے جس کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ طویل صحبت ہو اور آپ ﷺ کی پیروی میں کثیر مجالست ہو کہ وہ سرکار دوعالم ﷺ سے کچھ حاصل کرے (علم وغیرہ) اس بات کو ابو مظفر سمعانی نے اصولیوں سے بیان کیا اور کہا ہے کہ صحابی کا اسم لغت میں اور ظاہری طور اسی شخص پر واقع ہوتا ہے۔ اسی قول کو ابن حاجب نے اختیار کیا اس لئے صحبت کا لفظ قلت اور کثرت دونوں میں عام ہے۔

(نوٹ: محدثین اور علم حدیث کے علماء صحابی اسے کہتے ہیں جس نے نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث خواہ ایک کلمہ ہی کیوں نہ ہو، روایت کی ہو۔ پھر وسعت نظری کرتے ہوئے اس شخص کو بھی صحابی کہتے ہیں جس نے اسلام کی حالت میں ایک نظر رخ انور کو دیکھ لیا۔)

الثالث: ماروی عن سعید بن المسیب أنهٗ لایعدالصحابی الامن أقام مع رسول اللہ ﷺ سنةً أوسنتین وغزامعهٗ غزوة أوغزوتین وهذافیه ضیق قال شیخنا هذا عن ابن المسیب لایصح لأن فی اسناده محمد بن عمرو الواقدی وهو ضعیف فی الحدیث.

سعید بن میتب سے روایت کردہ یہ بات کہ جو ایک یا دو سال نبی کریم ﷺ کی صحبت میں نہ رہا اور ایک یا دو غزوات میں حصہ نہ لیا اسے صحابی شمار نہیں کرتے، اس میں تنگ نظری ہے، علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ سعید بن میتب کی طرف اس بات کی نسبت کرنا صحیح نہیں کہ اس کی اسناد میں محمد بن عمرو الواقدی ہے جو ضعیف ہے۔

الرابع: انهٗ یشترط مع طول الصحبة الأخذعنهٗ حکاهٗ الآمدی عن عمرو بن بحرابی عثمان الجاحظ من آئمة المعتزلة قال فیه ثعلب انهٗ غیر ثقة ولاماموں ولایوجد هذا القول لغیره.

طویل صحبت کے ساتھ آپ ﷺ سے روایت کرنا بھی شرط ہے جیسے آمدی

نے معتزلیوں کے امام ابو عثمان جاحظ سے نقل کیا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اس میں ثعلب نامی ایک شخص ہے جو ناقابل اعتبار اور کثیر خطا کرنے والا ہے اور یہ قول اس ثعلب کے علاوہ کسی اور سے نقل نہیں کیا گیا۔

الخامس: انهٔ من راٰهٔ مسلمًا عاقلابالغًا حکاهٔ الواقدی عن أهل العلم و التقیید بالبلوغ شاذ

واقدی نے اہل علم سے نقل کیا ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا اس حالت میں کہ وہ صاحب اسلام، عاقل وبالغ ہو۔ اس تعریف میں بلوغت کی شرط لگانا شاذ ہے۔ بعض نے یہ قول مردود قرار دیا ہے، اس سے حسن بن علیؓ وغیرہ کا صحابیت سے خارج ہونا لازم آتا ہے۔

السادس: انهٔ من أدرك زمن النبی ﷺ وهومسلم وأن لم یرهٔ وهو قول یحیی بن عثمان المصری وممن حکی هذا القول من الاصولیین القرافی فی شرح التنقیح.

جس نے زمانۂ نبوت پایا اور وہ مسلمان بھی ہو، اگرچہ اس نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا (وہ بھی صحابی ہے) یہ قول یحییٰ بن عثمان مصری کا ہے اس کو اصولیوں میں سے قرافی نے "شرح تنقیح" میں نقل کیا ہے۔

ان تمام اقوال میں سے صحیح قول وہی ہے جسے امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے اور اسی پر علماء کا اتفاق ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحبت کا پہچانا یا تو با تواتر ہے جیسے ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی عنھما اور بقیہ عشرہ مبشرہ وغیرہ یا اس کی صحبت کا مشہور ہونا جو درجہ تواتر سے کم ہے مثل عکاشہ بن محصن وضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنھما وغیرہ، یا بعض صحابہ کا اس کے متعلق بیان کرنا کہ وہ صحابی ہے جیسے حممہ بن ابی حممہ دوسی، یا اس کا خود خبر دینا کہ وہ صحابی رسول (ﷺ) ہے۔ اس خبر دینے سے پہلے اس کی عدالت کا ثبوت ہونا ضروری ہے۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج ١٦، ص ١٦٩، ١٧٠)

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

قوله (ومن صحب النبی ﷺ أو رأهٗ من المسلمین فهو من أصحابه)

یعنی أن اسم صحبة النبی ﷺ مستحق لمن صحبهٗ أقل مایطلق علیه اسم صحبة لغة وان کان العرف یخص ذالك ببعض الملازمة ویطلق ایضا علی من رأهٗ رؤیة ولو علی بعد وهذا الذی ذکرهٗ البخاری وهو الراجح.

صحابی رسول ﷺ کے نام کا وہ مستحق ہے جس سے آپ کی صحبت ثابت ہو۔ کم سے کم صحبت جس پر لغوی طور پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور عرف اگرچہ اس صحبت کو بعض شرائط کے ساتھ خاص کر دیتا ہے (جیسے نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہنا اور جدا نہ ہونا) اور جس نے نبی کریم ﷺ کو ایک مرتبہ دیکھ لیا اس پر بھی لفظ صحابی کا اطلاق ہوتا ہے اور یہ وہ قول ہے جس کو امام بخاری نے ذکر کیا اور یہی راجح ہے۔

مزید فرماتے ہیں :

الا أنه هل یشترط فی الرائی أن یکون بحث یمیز ماراہ أو یکتفی بمجرد حصول الرؤیة، محل نظر، وعمل من صنف فی الصحابة یدل علی الثانی فانهم ذکروا مثل محمد بن ابی بکر الصدیق و انما ولد قبل وفاة النبی ﷺ بثلاثة أشهر و ایام.

کیا دیکھنے والے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ جسے دیکھ رہا ہے اس میں اور غیر میں تمیز کر سکتا ہے یا صرف دیکھنا ہی کافی ہے، اس بات میں اختلاف ہے۔ صحابہ کرامؓ کے بارے میں جن لوگوں نے تحریر کیا ہے وہ صرف دیکھنے ہی کو کافی سمجھتے ہیں، انہوں نے محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا ذکر کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی وفات مبارک سے تین ماہ اور کچھ دن پہلے پیدا ہوئے اور فقط نبی کریم ﷺ کو دیکھا (یعنی یہ تمیز نہ تھی کہ یہ رسول اکرم ﷺ ہیں فقط دیکھنا ہی تھا) اور وہ صحابی کہلاتے ہیں۔

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں :

وقد وجدت ما جزم به البخاری من تعریف الصحابی فی کلام شیخه علی ابن المدینی فقرأت فی "المستخرج لأبی القاسم بن منده" بسنده الیٰ احمد بن سیاد الحافظ المزدری قال سمعت أحمد بن عتیك یقول علی بن المدینی من صحب النبی أوراهٗ ولوساعةً من نهار فهومن أصحاب النبی ﷺ (فتح الباری، ج ۷، ص ۳، ۵)

امام بخاریؒ نے صحابی کی جس تعریف کو صحیح قرار دیا میں نے اسے آپ کے شیخ علی بن مدینی کے کلام میں پایا، "المستخرج لابی القاسم بن منده" میں پڑھا اور اس کی سند احمد بن سیاد حافظ مزدری سے کی گئی ہے۔ حافظ مزدری کا کہنا ہے کہ میں نے احمد بن عتیک سے سنا کہ فرماتے ہیں علی مدینی نے کہا جس کو نبی کریم ﷺ کی صحبت ملی یا آپ کو دیکھ لیا اگرچہ دن میں سے ایک ساعت تو وہ اصحاب نبی ﷺ سے ہے۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شارح مواہب لکھتے ہیں۔

(اختلف فی تعریف الصحابی) نسبة الی الصاحب من نسبة الجزئی الی کلیه کالمفتی (فقیل من صحب النبی ﷺ) فی زمن نبوته ولولحظة (أوراهٗ) کذالك فی حال حیاته وان لم یجالسه حال کونه وقت الصحبة والرؤیة (من المسلمین) العقلاً ولوانثی أوعبداً أوصبیا أوجنیا أملکا علی مایأتی (والیه ذهب البخاری وسبقهٗ الیه شیخهٗ علی بن المدینی) کما ذکره الفتح فقدمر (فهومن أصحابه انتهی) (وهذا) ای الاکتفاء بمجرد الرؤیة بلا مجالسة ومماشاة ولا مکالمة (وهوالراجح) وهو مذهب جمهور المحدثین والاصولیین لشرف منزلته ﷺ

(صحابی کی تعریف میں لوگوں کا اختلاف ہے) صحابی کی نسبت صاحب کی طرف ہے اور جزئی کہہ کر کلی مراد ہے۔ کہا گیا ہے کہ جس نے نبی اکرم ﷺ کی صحبت اختیار کی اور زمانہ نبوت میں اگرچہ ایک لمحہ ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح جس نے آپ ﷺ کو حیات مبارکہ میں دیکھا اگرچہ آپ کے پاس بیٹھا نہیں۔ صحبت اور رؤیت

دونوں میں مسلمان ہونا شرط ہے اور وہ مسلمان جو عاقل ہیں عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا غلام، جن ہو یا فرشتہ...... جن اور فرشتے کے متعلق بحث بعد میں آئے گی۔ صحابی کی یہی تعریف امام بخاری نے کی ہے اور آپ سے پہلے آپ کے شیخ علی بن مدینی کو سبقت حاصل ہے۔ جیساکہ فتح الباری کے حوالے سے ابھی گذرا ہے۔ پس وہ شخص نبی کریم ﷺ کے اصحاب سے ہے (یعنی جس نے ایک لحہ کیلئے بھی نبی کریم ﷺ کی صحبت اختیار کی یا آپ ﷺ کو دیکھا) اور فقط یہ دیکھنا ہی راجح ہے اگرچہ اس شخص نے مجلس، صحبت اور مکالمہ نہ کیا ہو۔ یعنی یہی جمہور محدثین اور اصولیین کا مذہب ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ عزت وشرف کے اعلی مقام پر فائز ہیں اور ایسی باشرف ہستی کا ایک لمحے کا دیدار ہی صحابیت کیلئے کافی ہے۔

امام زرقانی فرماتے ہیں :

(واما التقييد بالرؤية فالمراد به عند عدم المانع منها) كالعمى (فان كان كابن أم مكتوم الاعمى فانه صحابي جزما فالاحسن) كماقال العراقى (أن يصبر باللقاء بدل الرؤية) ليدخل الاعمى وقال المصنف انهٔ يدخل فى قوله من صحب وكذافى قولهم أوراهُ النبىﷺ مالايخفى. وقول الحافظ العراقى فى دخول الاعمى الذى جاء اليه ﷺ ولم يصحبه ولم يجالسهُ فى قول البخارى من صحب النبى ورآه نظر، أن نسختهٔ وراهُ بواو العطف من غير ألف فيكون التعريف مركبا من الصحبة والرؤية فلايدخل الاعمى. كما قال لكن فى جميع ماوقفت عليه من الاصول المعتمرة أوالتى للتقسيم وهو الظاهر لاسيما وقد صرح غيرواحد بأن البخارى تبع فى هذا التعريف شيخه ابن المدينى والمنقول عنه أوبالالف انتهى.

رؤیت (دیکھنا) کی قید لگانا اس وقت ہے جب نظر تو ہو مگر نہ دیکھے اور اگر نظر ہی نہ ہو تو یہ قید صحیح نہیں جیسے نابینا (کیونکہ نظر نہ ہونے کی وجہ سے دیکھنے سے قاصر ہے اور یہ نقص دیکھنے سے مانع ہے) مثل ابن اُم مکتوم جو کہ نابینا تھے۔ پس وہ

بالیقین صحابی ہیں۔ حافظ عراقی کے مطابق بہتر یہی ہے کہ رؤیت کی بجائے ملاقات کا لفظ بولا جائے تاکہ نابینا بھی اس تعریف میں شامل ہو جائے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ نابینا، امام بخاری کے قول (من صحب) سے بھی تعریف میں داخل ہے اور وہ اس طرح (راٰ النبی) میں بھی علماء کے قول کے مطابق صحابیت کے شرف سے بہرہ مند ہوتا ہے جیساکہ یہ ظاہر ہے۔ حافظ عراقی کا قول کہ جو نابینا آپ ﷺ کی صحبت سے مشرف نہ ہوا اور نہ ہی آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھا مگر آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ کی طرف آیا، کیا صحابیت کے شرف سے نوازا گیا کہ نہیں؟...... بمطابق قول امام بخاری (من صحب النبی ﷺ وراٰہ) محل نظر ہے۔

کیونکہ اس میں لفظ راٰہ سے پہلے "واو" ہے جو عطف کیلئے استعمال ہوتی ہے جبکہ اصل میں "اَو" ہونا چاہیے تھا کیونکہ واو عطف سے صحابی کی تعریف میں وہ داخل ہوگا جو آپ ﷺ کی صحبت اور رؤیت دونوں سے شرف یاب ہوا۔ لہذا نابینا تعریف صحابی سے نکل جائے گا جیساکہ امام عراقی نے کہا۔ (مصنف فرماتے ہیں) جہاں تک میں اعتماد کیے گئے اصولوں پر واقف ہو سکا ہوں یہاں "واو" کی بجائے "اَو" ہے جو تقسیم کیلئے آتا ہے۔ یعنی یا تو صحبت کی ہو یا رؤیت سے بہرہ مند ہوا ہو۔ اور اسی طرح صحابی کی تعریف میں نابینا داخل ہو سکتا ہے۔ یہی اکثرین کی تحقیق ہے۔ کیونکہ امام بخاری کی یہ تعریف اپنے شیخ علی مدینی سے نقل ہے اور امام علی ابن مدینی سے "اَو" ہی منقول ہے۔

(زرقانی علی المواہب، ج ۷، ص ۲۴، ۷، ۲)

کلام کا حاصل یہ ہوا کہ حالت ایمان کے ساتھ صحبت ضروری ہے یا رؤیت؟ امام زرقانی کی محققانہ تصریح سے پتہ چلا کہ صرف دیکھنا ہی صحابی بننے کیلئے کافی ہے اور یہ رؤیت نبی اقدس ﷺ کی حیات طیبہ کے ساتھ، مشروط ہے۔ جیساکہ عمدۃ القاری میں ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو بعد از وفات دیکھا چاہے قبر شریف میں، وہ صحابی کی تعریف سے باہر ہے۔ اور اسی طرح اولیائے کرام جو حالت بیداری یا خواب نبی اکرم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں وہ بھی صحابیت کا درجہ نہیں پا سکتے۔

کیا جن اور فرشتہ بھی صحابی ہوئے ہیں؟

امام زرقانی لکھتے ہیں:

وهل يختص جميع ذالك ببنى آدم أم يعم غير هم من العقلاء محل نظر أما الجن فالرجح دخولهم لان النبیﷺ بعث اليهم قطعا بالاجماع والنصوص (وهم مكلفون فيهم العصاة والطائعون فمن عرف اسمه منهم لايبقى التردد فى ذكره) وهذا اللفظ للفتح وعبرفى الاصابة بانه، يتعين ذكره (فى الصحابة وأن كان ابن الاثير) الحافظ عزالدين فى اسد الغابه (غاب ذالك على ابى موسى) المدينى (فلم يستند فى ذالك الى حجة) فليس ذالك بمعيب لماذكر وقدقال ابن حزم قدأعلمنا الله أن نفراً من الجن آمنوا و سمعوا القرآن منه ﷺ فهم صحابة فضلاء (واما الملائكة فتوقف عنهم فى ذلك) اى الصحابة (على ثبوت البعثة اليهم فان فيه خلافا بين الاصوليين حتى نقل لبعضهم الاجماع على ثبوته) رجحه السبكي والبازرى وابن كثير (وعكس بعضهم) فنقل الاجماع على عدمه قال فى الاصابة وفى صحة بناء هذه المسئلة على هذا الاصل نظر لايخفى (انتهى) اى لانه لادخل لذالك فى تحقيق الصحبة سواء قلنا بعث اليهم أم لانحكم بصحبة من رأه من الملائكة.

(زرقانى على المواهب، ج ۷، ص ۲۸...... فتح البارى ج۷، ص ۹ الاصابة، ج ۱، ص ۷)

صحابی کی تعریف اولادِ آدم کے ساتھ ہی خاص ہے یا ان کے علاوہ عقلاء (جن و فرشتہ) کو بھی شامل ہے، اس بات میں اختلاف ہے۔ لیکن "جن" کا صحابی کی تعریف میں داخل ہونا راجح ہے، اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ ان کی طرف بھی مبعوث کئے گئے اور قطعی طور پر اجماع اور نصوص سے یہ بات ثابت ہے۔ جن مکلّف ہیں ان میں کچھ نافرمان اور کچھ اطاعت گذار ہیں۔ ان میں جس شخص نے اس نام کو پہچان لیا

(کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر ایمان لایا ہے) اس کی صحابیت کے ذکر کرنے میں تردد نہیں چاہیے۔ (یہ لفظ فتح الباری کے ہیں) اور "الاصابہ" میں ہے کہ صحابہ کے ساتھ جن کو معین کر لیا جائے وہی صحابی ہیں۔ اگرچہ ابن اثیر الحافظ عزالدین نے اسد الغابہ میں، ابو موسیٰ مدینی پر اس مسئلہ میں عیب نکالا ہے۔ اور کوئی مسند بطور حجت بیان نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اطلاع فرمائی (ان نفرا من الجن آمنوا) اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے قرآن معظم سنا، وہ فضلاء صحابہؓ ہیں۔ لیکن فرشتوں کو صحابہ میں شمار کرنا، اس میں توقف کیا گیا ہے۔ اس بات پر کہ ان کی طرف بھی نبی کریم ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ اس میں اصولیین کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض نے اس کے حق میں اتفاق کیا ہے اور امام سبکی و امام بارزی اور ابن کثیر نے اس کو ترجیح دی ہے اور بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے اور اس عدم ثبوت پر بھی اجماع نقل کیا ہے۔ علامہ ابن حجر "الاصابہ" میں فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ کے صحیح ہونے میں نظر ہے جو پوشیدہ نہیں۔ ان کے نزدیک تحقیق صحبت میں بعثت و عدم بعثت کو عمل دخل نہیں۔ پس یہ بات کہنا کہ ان کی طرف مبعوث کئے گئے یا نہیں، برابر ہے۔ فرشتوں میں سے جس نے بھی نبی اکرم ﷺ کو دیکھ لیا اس پر صحبت کا حکم لگائیں گے۔

صاحب حل المعاقد شرح عقائد جلالی فرماتے ہیں۔

ثم اعلم ان هذا التعميم يؤمى الى ان الملائكة وان صحبوا النبى ﷺ الاانهم ليسوا باصحاب والظاهر من كلام البعض انهم صحابة۔

(حل المعاقد، ص ۲۷)

نبی کریم ﷺ کی رؤیت (بعد از ایمان بلوغ سے پہلے ہو یا بعد میں، صحبت طویل ہو یا کم) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ فرشتے اگرچہ نبی کریم ﷺ کی صحبت سے متصف ہیں اس کے باوجود وہ اصحاب رسول ﷺ نہیں۔ اور بعض علماء کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ صحابہ ہیں۔

مولانا عبدالعلیم لکھنوی کا مذہب ہے کہ ملائکہ اصحاب میں سے نہیں ہیں۔

وهل تدخل الملائكة محل نظر وقدقال بعضهم ان ذلك ينبغي على انهٗ هل كان مبعوثا اليهم اولا وقدنقل الامام فخر الدين في اسرار التنزيل الاجماع على انهٗ ﷺ لم يكن مرسلاً الى الملائكة و في هذا النقل بل رجح الشيخ تقي الدين السبكي انهٗ كان مرسلاً اليهم واحتج بأشياء شرحها.

(الاصابة، ج ۱، ص ۸،۷)

اس بات میں اختلاف ہے کہ نبی کریم ﷺ فرشتوں کی طرف مبعوث ہیں یا نہیں۔ امام فخر الدین رازی نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرشتوں کی طرف مرسل نہیں اور امام رازی اس بات میں متنازع ہیں بلکہ شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ان کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ اور چند اشیاء سے اس کو حجت ملیا جس کی شرح طوالت کی محتاج ہے۔

شرح عقائد نسفی میں ہے:

واذاثبت نبوتهٗ وقد دل كلامهٗ و كلام الله المنزل عليه على انهٗ خاتم النبيين و انهٗ مبعوث الى كافة الناس بل الى الجن والانس وقال العلامة الحسن السنبهلي في نظم الفرائد على العقائد وقوله والانس بل الى الملائكة ايضا لقوله ليكون العالمين نذيرا وحقق ذالك صاحب الشفاو شراحه.

(شرح عقائد النسفي، ص ۲۹۲)

اور جب نبی اکرم ﷺ کی نبوت ثابت ہو گئی اور تحقیق اللہ کا کلام جو منزل علیہ ہے اور کلام نبی اکرم ﷺ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ خاتم النبیین ہیں اور وہ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہیں۔ خواہ جن ہوں یا انسان۔ امام حسن سنبھلی علیہ الرحمۃ "نظم الفرائد علی العقائد" میں لکھتے ہیں امام نسفی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ صرف انسانوں کی طرف نہیں بلکہ ملائکہ کی طرف بھی آپ نبی ہیں اس کی دلیل "لیکون للعالمین نذیرا" ہے اس کو صاحب شفاء علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ

نے ثابت کیا ہے اور اس طرح شفا شریف کے شارحین نے بھی نقل کیا ہے۔

مولانا حسن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح اور قاضی عیاض وغیرہ کی تحقیق اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ فرشتوں کی طرف بھی مبعوث ہیں۔ لہذا ان کا صحابہ میں سے ہونا ثابت ہے۔ بہر حال فرشتوں کی طرف آپ کا رسول ہونا اور فرشتوں کا صحابہ سے ہونا ثابت ہو گیا ہے۔ بہر حال اختلاف ہے اور دونوں فریق کے پاس دلائل موجود ہیں۔

مولانا عبدالعلیم لکھنوی "حل المعاقد" میں لکھتے ہیں۔

قولهٗ طال صحبتهٗ ام لاقال جمهور الاصوليين من الحنفية ان طول الصحبة شرط فى كونه صحابيا فانه المتبادر من الصحابى.......... مع انهما صحابياً بالاتفاق

مولانا عبدالعلیم فرماتے ہیں کہ حنفیہ میں سے جمہور اصولیین کے نزدیک صحابی ہونے میں "صحبت کا طویل ہونا" شرط ہے کیونکہ صحابی کی تعریف سے سب سے پہلے ذہن اسی طرف جاتا ہے۔ اس لئے جو وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آتے رہے ان کے صحابی نہ ہونے پر اتفاق ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی صحبت کو انہوں نے لازم نہیں پکڑا۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ صحبت کی کوئی حد مقرر نہیں۔ جبکہ بعض نے حدبیان کی ہے، ان کے نزدیک چھ مہینے یا ایک غزوہ شرط ہے مگر اس حدبندی سے حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت جریر بن عبداللہؓ خارج ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ حضرت حسانؓ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کسی بھی غزوے میں شرکت نہیں کی اور حضرت جریرؓ نے نبی کریم ﷺ کی وفات سے چالیس دن قبل اسلام قبول کیا مگر اس کے باوجود دونوں بالاتفاق صحابی ہیں۔

لہذا ثابت یہ ہوا کہ طویل صحبت شرط نہیں اور یہی قول صحیح ہے۔ اپنی استعداد کے مطابق "صحابی" کے بارے میں تحقیق پیش کی ہے۔ علمائے کرام سے راہنمائی کی درخواست ہے۔ علم جو کہ بحر بیکراں ہے اس سے موتی وہی نکال سکتا ہے

جو گہرائی میں جاتا ہے۔ لہٰذا جو اس بحر کے غواص ہیں وہ ہی بہتر جانتے ہیں اور بے شک اس کے مصداق علمائے ربانیین ہی ہیں۔

لفظ صاحب کی تحقیق و تعریف کی ساعت کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا اور کس نے سب سے پہلے حالت ایمان میں رخ انور کا دیدار کیا؟ اگلے باب میں بالتحقیق اس مسئلہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔ (وھوالموفق للصواب)

سب سے پہلے اسلام کون لایا؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی وجوہات بیان کر دی جائیں۔

امام سہیلیؒ فرماتے ہیں:

ذکر ان رسول الله علیه السلام عرض علیه الاسلام فما عکمْ عندذالك ای ماتردد و کان من اسباب توفیق الله ایاهُ، فیما ذکر رؤیا قبل ذلك، و ذالك انهٗ رأی القمر ینزل الی مکة، ثم راٰهُ قدتفرق علی جمیع منازل مکة و بیوتها فدخل فی کل بیت منه شعبة ثم کانهٗ جمع فی حجره فقصها علی بعض الکتا بین فعبر بهالهٗ بأن النبی المنتظر الذی قداظل زمانهٗ تتبعه وتکون أسعدالناس به فلما دعاهٗ رسول الله ﷺ الی الاسلام لم یتوقف.

(روض الانف، ج ۱، ص ۲۸۸، زرقانی علی المواھب، ج ۱، ص ۲٤۰)

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے بغیر تردد کے قبول کیا۔ اس کی اصل وجہ تو توفیق ایزدی ہے اور یہ بھی کہ آپ نے اسلام لانے سے پہلے ایک خواب دیکھا، وہ یہ کہ حضرت ابوبکرؓ نے حالت نیند میں چاند دیکھا جو مکہ مکرمہ کی طرف نازل ہوا اور ہر گھر میں الگ الگ داخل ہوا۔ پس ہر گھر اس کے نور سے چمک اٹھا پھر گویا کہ وہ میری گود میں جمع ہو گیا۔ میں نے یہ خواب بعض اہل کتاب سے بیان کیا تو انہوں نے تعبیر بتائی کہ اس منتظر نبی (ﷺ) کی آمد ہو چکی ہے اور تم اس کے

دامن سے وابستہ ہو کر تمام لوگوں سے زیادہ سعادت مند ہو گے"۔ پس یہی وجہ ہے کہ دعوت اسلام پر حضرت ابوبکرؓ نے بلا توقف لبیک کہتے ہوئے دین مکمل کو گلے لگالیا۔

امام حلبی علیہ الرحمۃ نے "انسان العیون" میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اسلام قبول کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا جس اہل کتاب پر آپ نے خواب پیش کیا۔وہ بحیر اراہب تھا۔ فرماتے ہیں :

ولعل هذا الذى من أهل الكتاب هوبحيرا. فقد رأيت أن أبابكر رضى الله عنه راى رؤيا فقصها على بحيرا فقال له ان صدقت رؤياك فانهٔ سيبعث نبى من قومك تكون انت وزيره فى حياته وخليفته بعد مماته

(سيرت حلبيه ، ج ١ ، ص ٤٤٣)

شاید وہ اہل کتاب بحیرہ ہے جس کے سامنے آپؓ نے خواب پیش کیا۔ حضرت ابوبکر نے جب اپنا خواب اسے سنایا تو اس نے کہا اگر تیرا خواب سچا ہے تو عنقریب ایک نبی تیری قوم میں سے مبعوث ہوگا اور تم اس کی زندگی میں اس کے وزیر ہو گے اور بعد ازوفات اس کے خلیفہ۔ ابن اثیر "اسد الغابہ" میں لکھتے ہیں :

عن خالد الجهنى عن عبدالله بن مسعود قال قال ابوبكر انهٔ خرج الى اليمن قبل أن يبعث النبىﷺ فنزلت على شيخ من الازد عالم قد قرأالكتب وعلم من علم الناس علما كثير فلما ارانى قال واحسبك قرشيا قال قلت نعم أنا من قريش قال وأحسبك تيميا قال قلت نعم أنا من تيم بن مرة أنا عبدالله بن عثمان من ولد كعب بن سعد بن تيم بن مره قال بقيت لى فيك واحدة قلت ماهى قال تكشف عن بطنك قلت لاأفعل أوتخبرنى لم ذلك قال أجدنى العلم الصحيح الصادق أن نبيا يبعث فى الحرم يعاون على أمره فتى وكفل فاما الفتى فخواض غمرات و دفاع معضلات وأماالكهل فابيض نحيف على بطنه شامة وعلى فخذه اليسرىٰ علامة وما عليك أن ترينى ماسألتك فقد تكاملت لى فيك الصفة الاما خفى على قال ابوبكر

فکشفت لہٗ عن بطنی فرای شامۃ سوداء فوق سرتی فقال أنت هو ورب الکعبة الی آخر الحدیث۔

(اسد الغابہ، ج ۳، ص ۲۰۹. زرقانی، ج ۱، ص ۲۴۰. سیرت حلبیہ، ج ۱، ص ۴۴۳)

خالد جہنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا میں نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل تجارت کی غرض سے یمن گیا اور قبیلہ ازد کے ایک بزرگ عالم کے ہاں ٹھہرا (ان کی عمر تقریباً ۳۹۰ سال تھی) وہ بزرگ تورات و انجیل اور کتب سماویہ سے واقف تھے اور علم الناس میں دسترس رکھتے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو کہا اھل حرم سے لگتے ہو؟ میں نے کہا ہاں میں اہل حرم سے ہوں، پھر کہا "میرا خیال ہے کہ آپ قرشی ہیں" میں نے کہا ہاں میں قریش سے ہوں، پھر کہنے لگے "آپ تیمی ہیں" میں نے کہا ہاں! میں تیم بن مرہ سے ہوں۔ میرا نام عبداللہ بن عثمان ہے اور میں کعب بن سعد بن تیم بن مرہ کی اولاد سے ہوں۔ اس بزرگ نے کہا میرے خیال میں ایک صفت باقی رہ گئی ہے آپؓ نے فرمایا "وہ کونسی"؟ بزرگ کہنے لگے اپنا بطن (پیٹ) دکھائیں۔ میں نے جواب دیا "جب تک مجھے اس بات کی حقیقت نہیں بتاتے بطن نہیں دکھاؤں گا" وہ کہنے لگا میں اپنے علم صحیح و صادق میں پاتا ہوں کہ ایک نبی حرم میں مبعوث ہو گا۔ ظہور اسلام کے بعد ایک نوجوان اور ایک ادھیڑ عمر والا اس کی مدد کرے گا، جوان سختیوں میں کود پڑے گا اور مشکلات میں دفاع کرے گا۔ اور ادھیڑ عمر والا، سفید رنگ اور دبلے بدن کا ہو گا، بطن پر خال (تل) اور بائیں ران پر بھی ایسی ہی علامت ہو گی" یہ کہنے کے بعد بزرگ کہنے لگے اپنی معلومات کے مطابق میں نے ساری باتیں آپ سے بیان کر دی ہیں، کیا اب بھی آپ پیٹ نہیں دکھائیں گے؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بدن سے کپڑا اٹھایا تو سیاہ تل ناف کے اوپر نظر آیا، اس پر وہ کہنے لگے "رب کعبہ کی قسم آپ وہی ہیں"

اس طرح اس راہب نے بیان کیا کہ اے نوجوان! اس نبی کی شان کے متعلق حکم دیتا ہوں۔ پوچھا "کون سا حکم ہے" جواب ملا "صداقت سے اعراض نہ

برتنا" اور طریق وسطیٰ کو مضبوطی سے تھامے رکھنا، جو کچھ اللہ نے عطا کیا ہے اس میں سے اللہ سے ڈرنا"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یمن سے جب میں لوٹ کر آیا تو ان بزرگ کی الوداعی ملاقات کیلئے ان کے پاس گیا وہ کہنے لگے میں نے چند ابیات اس نبی آخرالزماں کے متعلق لکھے ہیں ان کو ساتھ لیتے جایئے۔ یہ کہہ کر وہ ابیات مجھے سنائے۔

آپؓ فرماتے ہیں مکہ پہنچا تو نبی کریم ﷺ نے بعثت کا اعلان فرما دیا تھا مجھے سفر کی کامیابی پر مبارکباد دینے کیلئے سرداران قریش میرے پاس آئے جن میں عقبہ بن ابی معیط، شیبہ، ربیعہ، ابو جہل اور ابوالبختری شامل ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے استفسار کیا کہ کوئی نیا واقعہ تو رونما نہیں ہوا؟

سب بیک زبان بولے "تمہارے بعد ایک واقعہ رونما ہوا ہے اور وہ یہ کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے اور ہمارے آباء واجداد کے دین کی جڑ اکھیڑ کر رکھ دی ہے۔ ہم تیری انتظار میں تھے اور اب سارا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اس انتظار میں تھے۔

سب کو رخصت کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، محبت و خلوص جو پہلے سے موجود تھا، دل میں لئے آستانۂ نبوت پر حاضری دی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

"اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! مجھ کو خدائے عزوجل نے نبوت سے مشرف فرمایا اور نبی بنایا ہے تو اس وحدہ لاشریک پر اور میری نبوت پر ایمان لا!

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی "آپ ﷺ کی نبوت پر کیا دلیل ہے؟"

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

"وہ بزرگ جو تجھے یمن میں ملا"

عرض کی "یمن میں تو بہت سے بزرگ ملے"

فرمایا: جس نے تجھے چند ابیات بھی دیئے

عرض کی "اے محمد (ﷺ) آپ کو کس نے خبر دی"؟

فرمایا "اس عظیم فرشتہ نے جو مجھ سے پہلے انبیاء پر بھی نازل ہوتا رہا ہے"

حضرت صدیق اکبرؓ نے یارسول اللہ! ﷺ کی صدا بلند کرتے ہوئے اپنا ہاتھ بڑھایا اور عرض کی کہ میں آپ ﷺ کی بیعت کرتا ہوں اور کہا!

أشهدان لااله الاالله وانك رسول الله

ارباب تاریخ نے یوں بھی تحریر کیا ہے کہ آپ نے دلیل طلب کی تو آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا: تیرے بطن اور بائیں ران پر تل ہے۔ اس پر آپؓ نے بلا جھجک اسلام قبول کر لیا۔

بعض علماء کے نزدیک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "میری نبوت کی دلیل تیرا وہ خواب ہے جو تو نے دیکھا"

یوں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دولت ایمان سے مالا مال ہوئے اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اب وہ اقوال پیش خدمت ہیں جن سے قبول اسلام میں اولیت ظاہر ہوتی ہے۔

"مواہب لدنیہ مع زرقانی" میں ہے

(واما ماروى) عندابن منده بسند ضعيف عن ابن عباس رضي الله عنه (من صحبة الاصديق للنبي ﷺ وهو ابن ثماني عشرسنة وهم يريدون الشام في تجارة وحديث بحيرا) اى سؤالة لأبي بكرمن الذى تحت الشجرة وقولهٗ محمدبن عبدالله فقال هذا نبي (وانهٗ وقع في قلب ابي بكر اليقين) من ذالك (وقول ميمون بن مهران المتوفى سنة سبع عشرومائه (والله لقد آمن ابوبكر بالنبي ﷺ زمن بحيرا فالمراد بهذا الايمان) اللغوى وهو (اليقين بصدقه وهوماتر) ثبت (في قلبه) فلاينافي انهٗ اول المسلمين أوثانيهم أوثالثهم بعد النبوة (والافالنبي ﷺ تزوج خديجة وسافر) مع غلامها ميسرة (الى الشام قبل المبعث) بعد تلك السفرة التى

كان فيها ابوبكر الصديق وكان ذالك سبب التزوج بهاوسنه ﷺ خمس وعشرون سنة كمامر ووقع في قلب ابى بكر التصديق فلما بعث النبي ﷺ أتبعه. **(زرقاني على المواهب ، ج ١ ص ٢٤٥)**

یعنی ابن مندہ نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ برس تھی جب آپ نے نبی مکرم ﷺ کی صحبت اختیار کرتے ہوئے تجارت کی غرض سے ملک شام گئے۔ اور بحیرا راہب سے جو بات چیت ہوئی وہ یہ ہے۔

بحیرا نے حضرت ابوبکرؓ سے سوال کیا کہ درخت کے نیچے جو بیٹھا ہے وہ کون ہے؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا "وہ محمد بن عبداللہ ہیں"

راہب کہنے لگا "یہ تو اللہ کے نبی ہیں"

اس بات سے حضرت ابوبکرؓ کے دل میں یقین پیدا ہوگیا اور جب آپ ﷺ نے بعثت کا اعلان فرمایا تو آپؓ ایمان لے آئے۔

میمون بن مہران (متوفی ۱۱۷ھ) فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! زمانۂ بحیرا میں حضرت ابوبکرؓ ایمان لے آئے تھے اور اس ایمان سے مراد، نبی کریم ﷺ کے صدق پر یقین ہے جو کہ حضرت ابوبکرؓ کے دل میں ثبت ہوگیا۔ یہ اس بات کے منافی نہیں کہ مسلمانوں میں پہلے، دوسرے یا تیسرے شخص ہیں جو ایمان لائے ورنہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کیا اور بعثت سے پہلے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ ملک شام کا سفر کیا جو حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ سفر کرنے کے بعد پیش آیا اور یہی سفر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ نکاح کا باعث بنا۔ اس وقت آنجناب ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ برس تھی۔ معلوم ہوا حضرت خدیجہؓ کے نکاح سے قبل حضرت ابوبکرؓ، نبوت محمدی پر ایمان (ایمان بمعنی تصدیق) لا چکے تھے اور قلب ابوبکر میں یہ تصدیق پختہ ہو چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی اتباع کی اور اسلام قبول کیا۔

"اسد الغابہ" لابن اثیر میں درج ہے

وقدذهب جماعة من العلماء الى انهٗ اول من أسلم منهم ابن عباس من رواية شعبى عنهٗ وقالهٗ حسان بن ثابت فى شعرهٖ وعمرو بن عقبه وابراهيم النخعى وغيرهم

علماء کی ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسلام قبول کیا۔ اس (جماعت علماء) میں ابن عباس ہیں۔ امام شعبی نے ان سے روایت کی، حسان بن ثابتؓ کے اشعار سے بھی یہی ظاہر ہے اور وہ اشعار یہ ہیں۔

اذا تذكرت شجرا من اخى ثقة ... فاذكر أخاك أبابكر بمافعلا
خيرالبرية أتقها وأعدلها ... بعدالنبى وأوفا ها بماحملا
الثانى التالى المعمود مشهده ... واول الناس منهم صدق الرسولا

ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ صدیق اکبرؓ وہ ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے۔
ان کے علاوہ عمرو بن عقبہ اور ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہم کے نزدیک بھی یہی قول صحیح ہے۔

حدثنا شعبه عن الجريرى عن ابى نضرة عن ابى سعيد قال ابوبكر ألست أحق بها يعنى الخلافة ألست اول من اسلم ألست صاحب كذا ألست صاحب كذا وقال ابراهيم النخعى أول من أسلم ابوبكر الصديق رضى الله عنهٗ

(اسد الغابة، ج ۳، ص ۲۰۶، ۲۰۹)

"حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں: حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا میں خلافت کا زیادہ حقدار نہیں ہوں کیا میں وہ نہیں جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا، کیا میں اس طرح نہیں، کیا میں ویسا نہیں (دیگر باتوں کی طرف اشارہ)...... حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں"

عن همام بن الحارث قال قال عماربن ياسر رأيت رسول الله ﷺ ومامعهٗ الاخمسة اعبد و امرأتان وابوبكر. رواهٗ البخارى وقال فى شرحه العسقلانى.

فیه دلالة علی قدم اسلام ابی بکر اذلم یذکر عمار انه رأی مع النبی ﷺ من الرجال غیره وقد اتفق الجمهور علی أن ابابکر أول من اسلم من الرجال. (فتح الباری، ج ۷، ص ۱۷۰)

ہمام بن حارث فرماتے ہیں عمار بن یاسر نے فرمایا: میں نے رسول اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا جب آپ ﷺ کے ہمراہ صرف پانچ غلام، دو عورتیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔

امام ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابو بکرؓ کے اسلام لانے میں متقدم ہونے پر دلیل ہے۔ کیونکہ عمار بن یاسر نے یہ ذکر نہیں کیا کہ میں نے مردوں میں سے حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ کسی اور کو دیکھا۔ جمہور کا اتفاق ہے کہ مردوں میں سے اسلام لانے میں پہلے شخص حضرت ابو بکرؓ ہیں۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں۔

مطابقتهٗ للترجمة من حیث ان فی ابی بکرؓ فضیلة خاصة لسبقه فی الاسلام حیث لم یسلم احد قبله من الرجال الاحرار (ومامعهٗ) ای ممن أسلم (الاخمسة أعبد) وهم بلال وزید بن حارثة وعامر بن فهیرة مولی ابی بکر فانهٗ اسلم قدیمامع أبی بکر وابو فکهیة مولی صفوان بن امیة بن خلف ذکر ابن اسحاق انه أسلم حین أسلم بلال فعذبهٗ امیة فاشتراه ابوبکر فأعتقهٗ وعبیدبن زیدالحبشی وفی التلویح هم عمار وزید بن الحارثة وبلال وعامربن فهیرة وشفران)والمرأتان) خدیجة وام الفضل زوج العباس وقیل خدیجة وام ایمان أوسمیة (عمدة القاری، ج ۱۶، ص ۱۷۹)

"اس حدیث مبارک میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خاص فضیلت ہے۔ وہ یہ کہ آزاد مردوں میں آپ سے پہلے کوئی اسلام نہیں لایا۔ پہلے پہل جو اسلام لائے ان میں سے پانچ غلام، بلال، زید بن حارثہ، عامر بن فہیرہ (یہ حضرت ابو بکرؓ کے غلام ہیں اور آپؓ کے ساتھ ہی ایمان لائے)، ابو فکیہہ (یہ صفوان بن خلف کے غلام ہیں ابن

اسحاق نے بیان کیا کہ یہ بلال کے ساتھ ایمان لائے) انہیں مالک بڑی اذیت دیتا، پس ابوبکرؓ نے خرید کرانہیں آزاد کیا) اور عبید بن زید حبشی رضی اللہ عنہم ہیں۔

تلویح میں مذکور ہے کہ وہ غلام

عمار بن یاسر، زید بن حارثہ، بلال، عامر بن فہیرہ اور شقران ہیں۔

دو عورتوں میں سے ایک خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں جبکہ دوسری میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک حضرت عباس کی بیوی ام فضل ہیں۔ اور بعض کے نزدیک ام ایمن یا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔

"الاستیعاب لابن البر" میں ہے۔

حدثنا مجاهد عن الشعبي قال سئلت ابن عباس أوسئل أى الناس كان أول اسلاما فقال اماسمعت قول حسان (قدمر) ويروى ان رسول الله ﷺ قال لحسان هل قلت في ابي بكر رضي الله عنه شيئاً قال نعم وأنشده هذه الابيات وفيها بيت رابع وهو

وثاني اثنين في الغار المنيف وقد — طاف العدويه اذصعدوا الجبلا

فسر النبي ﷺ بذالك فقال أحسنت ياحسان وقدروى فيها بيت خامس

وكان حب رسول الله قد علموا — خير البرية لم يعدل به رجلا

وروى شعبة عن عمرو بن مره عن ابراهيم النخعي قال ابوبكر أول من أسلم وروى الجريرى عن ابى نضرة قال قال ابوبكر رضي الله عنهُ لعلى رضي الله عنهُ أنا اسلمت قبلك في حديث فلم ينكر عليه.

(الاستيعاب على الاصابة، ج ۲، ص ۲۴۴، ۲۴۵).

امام شعبی فرماتے ہیں میں نے ابن عباس سے پوچھا یا ابن عباس سے پوچھا گیا (راوی کا شک ہے) لوگوں میں سے اسلام لانے میں سبقت کس نے کی؟ ابن عباس نے فرمایا: کیا تو نے حضرت حسان بن ثابت کا قول نہیں سنا (یہ تین شعر پہلے گذر چکے ہیں) روایت کیا گیا ہے کہ رسول آدم ﷺ نے حضرت حسانؓ کو فرمایا: کیا تو نے

حضرت ابوبکرؓ کی شان میں کچھ کہا ہے ؟ تو جواب میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے سابقہ شعر سنائے اور مزید چوتھا شعر بھی سنایا جس کا ترجمہ یوں ہے۔

"غار منیف میں حضرت ابوبکرؓ، رسول اللہ ﷺ کے دوسرے تھے، دشمن آپ کے پیچھے دوڑا جبکہ وہ پہاڑ میں چلے گئے"

یہ شعر سن کر نبی اکرم ﷺ بہت مسرور ہوئے۔اور اسی کے ساتھ پانچواں شعر بھی مروی ہے۔

(ترجمہ) "سب جانتے ہیں کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رسول اکرم ﷺ کے محبوب ہیں مخلوق میں کوئی مردان کے ہم پلہ نہیں ہے"۔

جریری نے ابونضرہ سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کو فرمایا: اسلام لانے میں، میں تجھ سے پہلے ہوں اور حضرت علیؓ نے اس کا انکار نہیں فرمایا۔

اور الاصابہ لابن حجر العسقلانی میں ہے۔

وأخرج الترمذی والبغوی والبزار جميعًا عن ابی سعيد الاشبح عن عقبة بن خالد عن شعبة عن الجريری عن ابی نضرة عن ابی سعيد الخدری قال قال ابوبكر ألست أول من أسلم ألست أحق بهذا الامر ألست كذا ألست كذا، رجالهٗ ثقات لكن قال الترمذی والبزار تفرد به عقبة بن خالد ورواهٗ عبدالرحمن بن مهدی عن شعبة فلم يذكر أبا سعيد وهوأصح وأخرج البغوی من طريق يوسف بن الماحشون أدركت شيخنا ابن المكندر وربيعة وصالح بن كيسان وعثمان بن محمد لايشكون أن أبابكر اول القوم اسلاماً

(الاصابة، ج ۲ ، ص ۳۴۳)

ترمذی، بغوی اور بزار نے ابو سعید الاشج سے، اس نے عقبہ بن خالد سے، اس نے جریری سے اس نے ابونضرۃ سے اور اس نے ابو سعید خدری سے کہ ابو سعید خدری فرماتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: کیا میں وہ نہیں جو سب سے پہلے اسلام لایا؟ کیا میں اس امر میں (خلافت) زیادہ حقدار نہیں؟ کیا ایسا نہیں؟ کیا میں اس طرح کا نہیں؟

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن ترمذی اور بزار کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں عقبہ بن خالد ابو سعید الاشج سے منفرد ہیں۔ اس حدیث کو عبدالرحمان بن مہدی نے شعبہ سے روایت کیا اور ابو سعید کا ذکر نہیں کیا۔ ترمذی فرماتے ہیں یہ اصح ہے اور بغوی نے یوسف بن ماجشون کے طریق سے تخریج کی۔ وہ فرماتے ہیں میں نے اپنے مشائخ ابن منکدر، ربیعہ، صالح بن کیسان اور عثمان بن محمد کو اس میں شک و شبہ سے بالاتر پایا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اسلام لانے میں سب سے اول ہیں۔

امام جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

قال حسان بن ثابت وابن عباس وأسماءبنت ابی بکر وابراهیم النخعی أول من أسلم ابوبکر و قال یوسف بن یعقوب بن ماجشون أدرکت أبی و شیخنا محمد بن المنکدر و ربیعة بن ابی عبدالرحمن وصالح بن کیسان و سعدبن ابراهیم وعثمان بن محمد الأخنی وهم لایشکون ان أول القوم اسلاماً ابوبکر رضی الله عنهٗ وعن ابن عباس قال أول من صلی ابوبکر رضی الله عنهٗ وعن ابراهیم قال أول من صلی ابوبکر رضی الله عنهٗ (صفة الصفوة، ج ۱، ص ۲۳۸)

حسان بن ثابت، ابن عباس، اسماء بنت ابوبکر اور ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں جو شخص پہلے اسلام لایا وہ ابوبکرؓ ہے۔ یوسف بن یعقوب بن ماجشون فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ اور مشائخ عظام مثلاً محمد بن المنکدر، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، صالح بن کیسان، سعد بن ابراہیم اور عثمان بن محمد اخنی رحمہم اللہ کو اس بات پر پایا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے اسلام لانے میں اول ہونے پر شک نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: جس شخص نے سب سے پہلے نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکرؓ ہیں حضرت ابراہیم کا بھی یہی قول ہے۔

حافظ ابن کثیر "البدایہ والنھایہ" میں فرماتے ہیں۔

وقدثبت في صحيح البخاری عن ابی الدرداء في حديث ماكان بين ابی بكر و عمر رضي الله عنهما من الخصومة فقال رسول اللهﷺ ان الله بعثني اليكم فقلتم كذبت وقال ابوبكر صدق و واسانی بنفسه وماله فهل انتم تاركولي صاحبی، مرتين، فی أوذی بعدها، وهذا كالنص علی انهٗ أول من أسلم (وقال بعد هذا)

وروی ابن عساكر عن طريق بهلول بن عبيد حدثنا ابواسحاق السبيعي عن الحارث سمعت عليا رضی الله عنهٗ يقول أول من أسلم من الرجال ابوبكر الصديق (وقال بعد هذا) وقد تقدم رواية ابن جرير لهذا الحديث من طريق شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی حمزة عن زيد بن ارقم قال أول من أسلم ابوبكر الصديق رضی الله عنه.

(البداية والنهاية، ج ۳، ص ۲۷)

صحیح بخاری میں حضرت ابو درداء سے ایک حدیث مروی ہے جس میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے درمیان جھگڑے کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے مجھے تمہارے درمیان مبعوث فرمایا پس تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی اور ابوبکر نے ہی میری غمگساری اپنی جان ومال کے ساتھ کی۔ کیا تم میرے صاحب کو چھوڑ دو گے (یہ الفاظ دو مرتبہ ارشاد فرمائے) اور اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو کوئی اذیت نہیں دی گئی۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں یہ حدیث مثل نص کے ہے اس بات پر کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے پہلے ایمان لائے۔

اس کے بعد وہ مزید تحریر کرتے ہیں کہ ابن عساکر نے بھلول بن عبید کے واسطے سے ایک روایت نقل فرمائی۔ بھلول کہتے ہیں ہم سے ابواسحاق سبیعی نے، ان سے حارث نے اور حارث کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا، فرماتے تھے مردوں

میں سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لائے (اس کے بعد لکھتے ہیں)

اس حدیث کی روایت ابن جریر سے کی گئی جن نے شعبہ، عمرو ابن مرۃ اور ابو حمزہ کے واسطے سے زید بن اَرقم سے روایت کی۔ زید بن ارقم فرماتے ہیں پہلے جو شخص اسلام لایا وہ حضرت علیؓ ہیں۔ عمرو بن مرہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابراہیم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے انکار فرمایا اور کہا اسلام میں پہل ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کی۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

ورری الواقدی باسانیده عن أروی الدرسی وأبی مسلم بن عبدالرحمن فی جماعة من السلف أول من أسلم أبوبکر الصدیق رضی الله عنهٗ وقال ابوالقاسم البغوی حدثنی سریج بن یونس حدثنا یوسف بن الماجشون قال ادرکت مشیخنا منهم محمدبن المکندروربیعة بن ابی عبدالرحمن وصالح بن کیسان وعثمان بن محمد لایشکون أن اول القوم اسلاما ابوبکر الصدیق. قلت وهکذا قال ابراهیم النخعی و محمد بن کعب و محمد بن سیرین و سعد بن ابراهیم وهو المشهور عن جمهور أصل السنة. (البداية والنهاية، ج ۳، ص ۲۷، ۲۸)

واقدی نے اپنی اسانید کے ساتھ ابی اَروی الدوسی اور ابی مسلم بن عبدالرحمٰن سے سلف کی ایک جماعت میں روایت نقل کی ہے جو شخص سب سے پہلے ایمان لایا وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابو القاسم بغوی فرماتے ہیں مجھے سریج بن یونس نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ مجھے یوسف بن ماجشون نے اور ان کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے مشائخ کو جن میں محمد بن المنکدر، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، صالح بن کیسان، عثمان بن محمد ہیں، اس بات پر پایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنے میں سب سے اول ہونا، شک سے بالاتر ہے۔ (یعنی آپ ہی اول ہیں)

حافظ ابن کثیر کا کہنا ہے کہ میں نے اسی طرح ابراہیم نخعی، محمد بن کعب، محمد بن سیرین، اور سعید بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم کو کہتے پایا اور جمہور اہل سنت کے نزدیک یہی مشہور ہے۔

تاریخ طبری لابن جریر میں ہے۔

وقال آخرون أول من أسلم من الرجال ابوبکررضی اللہ عنہٗ وذکر من قال ذلك.

عن ابی امامة الباھلی قال حدثنی عمرو بن عبسة قال أتیت رسول اللہ ﷺ وھونازل بعکاز قلت یا رسول اللہ ﷺ من تبعك علی ھذا الامر قال أتبعنی علیه رجلان حروعبد ابوبکر و بلال قال فأسلمت عندذالك قال لقد رأیتنی اذذلك ربع الاسلام.

(تاریخ طبری، ج ۲ ص ۵۹، تاریخ کامل لابن اثیر، ج ۲ ص ۵۹)

اور دوسروں نے کہا کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ ہیں۔ اور جنھوں نے یہ بات کہی ان کی دلیل یہ ہے۔

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں: میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ ﷺ عکاز میں جلوہ فرما تھے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو آپ ﷺ کی پیروی کرنے والے کون ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس بات میں میری اتباع کرنے والے دو ہیں۔ ایک آزاد اور وہ ابوبکر صدیقؓ ہیں اور دوسرا غلام اور وہ بلالؓ ہیں۔

یہ حدیث مبارکہ جس کو مسلم وغیرہ نے روایت کیا اس میں حضرت ابوبکرؓ کا اسلام لانا ثابت ہے، اگر ان دونوں سے پہلے کوئی اسلام لایا ہوتا تو نبی اکرم ﷺ ضرور ذکر فرماتے۔ حضرت عمرو بن عبسہؓ کے استفسار پر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنھما کا نام لیا۔ امام عسقلانی علیہ الرحمۃ نے بھی اسی حدیث شریف کو

حضرت ابوبکرؓ کے اول الاسلام ہونے میں بطور دلیل پیش کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

(وحکی العراقی کون علی أول من اسلم عن اکثر العلماء) وقال الحاکم لاأعلم فیه خلافا بین اصحاب التواریخ قال والصحیح عند الجماعة ان ابابکر أول من أسلم من الرجال البالغین لحدیث عمرو بن عسبة یعنی حیث قال للنبی ﷺ من معك علی هذا قال حرو عبدیعنی ابابکر وبلال . رواهٗ مسلم ولم یذکر علیا رضی الله عنهٗ لصغره

(مواهب مع الزرقانی ، ج ۱، ص ۲۴۳)

حافظ عراقی بیان فرماتے ہیں اکثر علماء کے نزدیک حضرت علیؓ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ امام زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب تواریخ کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں پایا کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور علماء کی جماعت کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ بالغ مردوں میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے، اس کی دلیل حضرت عمرو بن عسبہ رضی اللہ عنہٗ کی روایت ہے جس میں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس بات میں آپ ﷺ کی اتباع کس نے کی؟ فرمایا ایک آزاد اور ایک غلام یعنی ابوبکر اور بلال (رضی اللہ عنہما)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے اول اسلام لانے میں جماعت کا اتفاق ہے بلکہ حافظ ابن کثیر نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اہل سنت کے نزدیک یہی مشہور و معروف ہے۔

جب اولیت اسلام میں اختلاف ہوا تو محققین و محدثین نے ان تمام روایت کردہ احادیث کے درمیان تطبیق کی سعی و کوشش کی جن کے مطابق بعض میں حضرت ابوبکرؓ، بعض میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور کچھ میں حضرت علیؓ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ اور ثابت کیا کہ بظاہر اختلاف نظر آتا ہے مگر درحقیقت اپنے

مقام و مرتبہ کے لحاظ سے ان تینوں کی فوقیت اپنی اپنی جگہ پر قائم ہے۔

صاحب تاریخ طبری لکھتے ہیں۔

وقال الواقدی فی ذلک ماحدثنی الحارث قال حدثنا ابن سعد عنه اجتمع اصحابنا علی ان اول اهل القبلة استجاب لرسول اللہ ﷺ خدیجة بنت خویلد ثم اختلف عندنافی ثلاثة نفرفی أبی بکر و علی وزید بن حارثة رضی اللہ عنهم ایهم أسلم اوّل. (تاریخ طبری، ج ۲ ، ص ۶۱)

واقدی کہتے ہیں کہ وہ حدیث جو حارث نے ابن سعد سے بیان کی (اس کے مطابق) ابن سعد کہتے ہیں ہمارے اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ اصحاب قبلہ میں سے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ خدیجہ بنت خویلد ہیں پھر ہمارے نزدیک تین آدمیوں میں اختلاف ہے ابوبکر، علی اور زید بن حارثہ (رضی اللہ عنھم) کہ ان میں سے کون پہلے اسلام لایا۔

امام زرقانی فرماتے ہیں۔

اتفاق العلماء علی ان اوّل من أسلم خدیجة وان اختلافهم فیمن أسلم بعدها هل الصدیق أوعلی أوورقة وقیل زید بن حارثة. قال شیخ الاسلام تقی الدین ابوعمرو عثمان بن الصلاح المتوفی سنة ثلاث واربعین وستمائة ولاروع ای ادخل فی الورع والاسلم من القول بمالایطابق الواقع ان لایطلق القول فی تعیین اوّل المسلمین علی الحقیقة لتعارض الأدلة فیه وعدم وجود قاطع یستند علیه بل یذکر قول یشتمل جمیع الاقوال بأن (یقال أول من أسلم من الرجال الاحرار ابوبکر ومن الصبیان والأحداث علی ومن النساء خدیجة وسبق ابن الصلاح لهذا الجمع الی هذا الخبر وأخرج ابن عساکر عن ابن عباس الی هذا فتبعهُ العسکری وابن الصلاح وزادو العبید والمولی وقالا من الموالی زیدبن حارثة ومن العبید بلال

المؤذن والله أعلم لحقيقة الاولية المطلقة.

وقال نحوه الحافظ المحب الطبری (الاولى التوفيق بين الروايات كلها وتصديقها فيقال أول من أسلم مطلقًا خديجة) لكنه خالف فيها ابن الصلاح لقوة الادلة كيف وقدقال ابن الاثير لم يتقدمها رجل ولاامرأة باجماع المسلمين (واوّل ذكرأسلم على ابن ابى طالب وهو صبى لم يبلغ الحلم وكان مستخفيا باسلامه وأول رجل عربى بالغ أسلم وأظهر اسلامهٗ ابوبكر ابن أبى قحافة واوّل أسلم من الموالى زيد بن حارثة وهو متفق عليه لااختلاف فيه. وعليه يحمل قول من قال أول من أسلم من الرجال البالغين الاحرار لامطلقا.

(زرقانی علی المواهب، ج ۱، ص ۲۴۳، ۲۴۴)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ کیا صدیق اکبرؓ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ ہیں یا پھر ورقہ بن نوفل یا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم۔

شیخ الاسلام تقی الدین ابو عمرو عثمان بن صلاح متوفی ۶۴۳ھ فرماتے ہیں سلامتی اور تقوی کے زیادہ قریب یہی بات ہے کہ اول المسلمین کی تعیین میں قول کو حقیقت پر اطلاق نہ کیا جائے کیونکہ دلائل میں تعارض ہے اور قابل بھروسہ کوئی مستند دلیل نہیں بلکہ ایسا قول ذکر کیا جائے جو تمام اقوال کو شامل ہو اور وہ ایسے ہے کہ کہا جائے مردوں میں سے سب سے پہلے اسلامؓ قبول کرنے والے ابوبکر رضی اللہ عنہٗ ہیں۔ بچوں میں حضرت علیؓ اور عورتوں میں حضرت خدیجہؓ ہیں۔ اور اس جمع میں ابن صلاح سبقت لے گئے۔

اور اسی طرح ابن عساکر نے بروایت ابن عباس تخریج فرمایا۔ ابن عساکر کی

اتباع کرتے ہوئے امام عسکری اور ابن صلاح نے موالی اور غلام کی زیادتی کی اور فرمایا موالی میں سے زید بن حارثہ اور غلاموں میں سے حضرت بلال رضی اللہ عنھما سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور حقیقت حال کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

اسی طرح حافظ محب طبری نے فرمایا کہ تمام روایات میں تطبیق پیدا کرنا اسی طرح بہتر ہے کہ کہا جائے مطلقاً سب سے پہلے حضرت خدیجہ اسلام لائیں...... امام زرقانی فرماتے ہیں امام طبری نے اس قول میں ابن صلاح کی مخالفت کی ہے۔ دلائل میں قوت ہونے کی وجہ سے۔ اور کیوں نہ ہو کہ ابن اثیر نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سے پہلے نہ کوئی مرد اسلام لایا اور نہ ہی عورت۔ اور مذکر میں سے حضرت علیؓ پہلے اسلام لائے اور وہ بچے تھے ابھی جوان نہ ہوئے تھے اور اپنے اسلام کو چھپاتے تھے۔ اور سب سے پہلا عربی بالغ مرد جو اسلام لایا وہ حضرت ابو بکر صدیق بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہ تھے اور آپ نے اپنے اسلام کا اظہار فرمایا۔ موالی میں سے زید بن حارثہ اسلام لائے۔ امام طبری فرماتے ہیں یہ قول متفق علیہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اور جو لوگ آزاد بالغ مردوں میں سے حضرت صدیق اکبرؓ کو اول مسلمان قرار دیتے ہیں ان کا اسی قول پر عمل ہے۔

صاحب سیرت حلبیہ فرماتے ہیں۔

ولا يخفى ان اهل الاثر وعلماء السير على ان اول الناس ايمانا به صلى الله عليه وسلم على الاطلاق خديجة رضى الله عنها أقول نقل الثعلبى المفسر اتفاق العلماء عليه. وقال النووى انهُ الصواب عند جماعة المحققين. قال ابن الاثير خديجة اوّل خلق الله تعالىٰ أسلم باجماع المسلمين لم يتقدمها رجل ولا امرأة . (سيرت حلبيه، ج ۱، ص ۴۳۱)

کسی پر پوشیدہ نہ رہے کہ اہل اثر اور علماء سیر کے نزدیک نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے میں اول علی الاطلاق حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں...... امام حلبی فرماتے

ہیں...... امام ثعلبی علیہ الرحمۃ جو کہ عظیم مفسر ہیں انہوں نے علماء کا اسی بات پر اتفاق نقل کیا ہے اور امام نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جماعت محققین کے نزدیک یہی درست ہے...... ابن اثیر کا کہنا ہے کہ حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے ایمان لائیں، آپ سے پہلے نہ کوئی مرد ایمان لایا نہ ہی عورت۔

مزید فرماتے ہیں :

وقول بعض الحفاظ ان ابابكر رضی الله عنهٗ اوّل الناس اسلاما هوالمشهور عندالجمهور من اهل السنة لاينافی ماتقدم من أن عليا رضی الله عنهٗ أول الناس اسلاما بعد خديجة ثم مولاهٗ زيد بن حارثه لان المراد اوّل رجل بالغ ليس من الموالی أسلم أبوبكر رضی الله عنهٗ

(سیرت حلبیه، ج ۱، ٤٤٤)

اور بعض حفاظ کا قول ہے کہ جمہور اہل سنت کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور یہ اس بات کے منافی نہیں کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت علیؓ اور ان کے بعد زید بن حارثہؓ۔ کیونکہ اولیت سے مراد ہے، مرد بالغ جو غلاموں میں سے نہ ہو اور وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :

وقال آخرون اول من أسلم من هذه الامة ابوبكر رضی الله عنهٗ والجمع بين الاقوال كلها أن خديجة اول من أسلم من النساء وظاهر السياق وقيل الرجال ايضا وأول من أسلم من الموالی زيدبن حارثة و أول من أسلم من الغلمان علی ابن ابی طالب فانه كان صغيراً دون البلوغ علی المشهور وهولاء كانوا اذذالك اهل البيت واول من أسلم من الرجال الاحرار أبوبكر الصديق رضی الله عنهٗ واسلامهٗ كان أنفع من اسلام من تقدم ذكرهم.

(البداية والنهاية، ج ۳، ص ۲٦)

دوسرے علما کا کہنا ہے کہ امت میں جو سب سے پہلے اسلام لایا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور تمام اقوال کے درمیان مطابقت اس طرح ہے کہ عورتوں میں سے سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ۔ جیسا کہ سیاق سے ظاہر ہے، اور بعض کے نزدیک مردوں سے بھی آپ اسلام لانے میں اول ہیں۔ موالی میں سے زید بن حارثہ اور بچوں میں سے حضرت علیؓ کہ مشہور قول کے مطابق وہ بالغ نہ ہوئے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اہل بیت تھے۔ جبکہ آزاد مردوں میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے اور آپ کا اسلام پہلے تینوں کے اسلام سے زیادہ نفع بخش تھا۔

معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا اسلام لانا زیادہ فائدہ مند ثابت ہوا کیونکہ قریش میں آپ کا بلند مقام تھا، لوگ آپ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور آپ قریش کے رئیس تصور کئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ اسلام لائے تو اپنے دوستوں کو بھی دعوت دی اور عشرہ مبشرہ میں سے پانچ صحابہؓ آپ کی دعوت پر داخل اسلام ہوئے۔ وہ غلام جو اسلام لا چکے تھے مگر ان کے آقا سخت سزائیں دیتے تھے۔ آپؓ نے کثیر رقوم کے عوض انہیں خرید کر آزاد کروایا اور اللہ کی خوشنودی کیلئے دولت صرف کی۔ لہٰذا آپ کا اسلام قبول کرنا دین اسلام کی ترویج و ترقی کے لئے انتہائی کارآمد ثابت ہوا اور زیادہ نفع بخش۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقداجاب ابوحنيفة رضى الله عنهُ بالجمع بين هذه الاقوال بان اوّل من أسلم من الرجال الاحرار ابوبكر ومن النساء خديجة ومن الموالى زيدبن حارثة ومن الغلمان على ابن ابى طالب رضى الله عنهم .

(البداية والنهاية، ج ۳ ، ص ۲۹)

"ان اقوال کو جمع کرنے میں حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آزاد مردوں میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے، عورتوں

میں سے حضرت خدیجہؓ اور موالی میں سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنھم پہلے اسلام لائے جبکہ بچوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اولیت اسلام ان تمام حضرات کی مسلمہ ہے، شک کی گنجائش نہیں۔ لیکن حافظ طبری، ابن اثیر اور غالباً سیرت حلبیہ نے حضرت خدیجہؓ کو اسلام لانے میں مطلقاً اول قرار دیا ہے اور یہ بات اہل سنت کے جمہور علماء کے خلاف ہے کیونکہ جمہور اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اول المسلمین ہیں جیسا کہ سابق صفحات میں تصریحات سے واضح ہو رہا ہے۔

لہٰذا آزاد مردوں میں حضرت ابو بکر صدیق، عورتوں میں حضرت خدیجہ اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنھم نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ یہی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ اور حافظ ابن کثیر نے بھی اہل سنت کی اسی بات کے ساتھ تائید کی ہے کہ حضرت علیؓ بچوں میں سے پہلے اسلام لائے نہ کہ علی الاطلاق۔ اسی طرح حضرت خدیجہؓ صرف عورتوں میں سے ہیں نہ کہ علی الاطلاق۔ لہٰذا علمائے اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے والے اولین شخص ہیں۔

جب آپ کی اولیت ثابت ہو گئی تو آپ کی تمام صحابہؓ پر افضلیت بھی اشارۃً ثابت ہو گئی اور آپ کا اسلام میں اول ہونا ہی آپ کی افضلیت کی دلیل ہے۔ اب آپ کے سامنے آپؓ کی فضلیت پر چند گزارشات پیش خدمت کروں گا اور ساتھ ہی خلافت کا ذکر بھی ہو جائے گا مگر مستقل ذکر خلافت اس باب کے بعد آئے گا۔ انشاءاللہ

افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

قبل ازیں کہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دلائل عرض کروں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس باب میں فقط اقوال علماء ہی نقل کیے جائیں گے اور حدیث شریف کی طرف صرف اشارہ ہوگا۔ علمائے محدثین نے فضلیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق جو استخراج فرمایا وہی منقول ہوگا اور علمائے عقائد کی تصریحات نقل کی جائیں گی۔ جبکہ احادیث مبارکہ باب "مناقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ از احادیث" میں پیش کر دوں گا۔

علامہ عبدالشکور سالمی "التمہید" میں لکھتے ہیں۔

قال اهل السنة والجماعة ان افضل الخلق بعد الانبيا والرسل والملائكة عليهم السلام كان ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم وروى عن ابى حنيفة رضي الله عنه انهٗ قال من السنة ان تفضل الشيخين وتحب الختنين وروى عنه انه قال عليك ان تفضل ابابكر و عمر رضي الله عنهما و تحب عثمان وعلى رضي الله عنهما وروى عن جماعة من الفقهاء قالوا مارأينا أحدا أحسن قولافي الصحابة رضي الله عنهم من ابى حنيفة رضي الله عنهٗ ثم الدليل على ان ابابكر رضي الله عنهٗ كان أفضلهم لماروى عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال لم يفضلكم ابوبكر بكثرة صلوته ولابكثرة صيامه وانما هوشئى وقرني قلبه .

(التمهيد لعبدالشكور السالمى ، ص ١٧٥)

اہل سنت وجماعت کا کہنا ہے کہ انبیاء ورسل اور فرشتوں کے بعد تمام مخلوق سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضی حسب ترتیب۔ حضرت ابو حنیفہؒ کی ایک روایت کے مطابق شیخین کو تمام صحابہ پر فضلیت دینا (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر) اور آپ ﷺ کے دو داماد حضرت

عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا سنت ہے۔ اور امام مالک کی دوسری روایت اس طرح ہے کہ تم پر ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو فضیلت دینا لازم ہے اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا۔ فقہاء میں سے ایک جماعت کا قول ہے کہ ہم نے حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ بہتر قول صحابہؓ کے بارے میں کسی اور کا نہیں پایا۔ پھر اس بات پر دلیل کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہؓ سے افضل ہیں وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ ابوبکر بوجہ کثرت صلوۃ و صیام تم سے افضل نہیں بلکہ ان کی طبعی محبت کی وجہ سے جو قلب مبارک میں ثبت ہو گئی، ان کی افضلیت ہے۔

اس تصریح سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الخلوق ہیں انبیاء و رسل اور ملائکہ کے بعد۔ اور یہ عظیم الشان مرتبہ حب نبی ﷺ کی بدولت آپ کا مقدر ٹھہرا۔ جو آپ کے دل میں نبی کریم ﷺ کیلئے تھی اور نبی کریم ﷺ کے دل میں آپ کیلئے تھی۔

مزید فرماتے ہیں:

وقالت الروافض بان اهل البيت هم علی وفاطمة والحسن والحسين رضی الله عنهم کانوا أفضل من الصحابة وعلی رضی الله عنه ماكان من الصحابة رضی الله عنهم لانه كان من القرابة والصحابة يكونون من غير القرابة وقالوا بان عليا رضی الله عنهٗ كان الأفضل بعد رسول الله ﷺ وهو ما كان من الصحابة ومن الصحابة أفضلهم ابوبكر رضی الله عنهٗ وهذا القول مردود عليهم لان عليا كان من الصحابة بدليل ماروی عن النبی ﷺ انه قال أصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم وكان عليا منهم ولوقلنا بان عليا رضی الله عنهٗ ماكان منهم يكون منقصة فی حقه فصح ماقلنا.

روافض (شیعہ) کا کہنا ہے اہل بیت یعنی حضرت علی، فاطمہ، امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہم صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں اور حضرت علیؓ صحابی نہیں تھے بلکہ نبی

اکرم ﷺ کے قرابت داروں میں سے تھے جبکہ صحابہؓ غیر قرابت دار تھے۔ (وہ کہتے ہیں) حضرت علیؓ، رسول اکرم ﷺ کے بعد افضل تھے کیونکہ حضرت علیؓ صحابی نہیں تھے اور صحابہؓ میں سے حضرت ابو بکرؓ افضل ہیں (علامہ عبدالشکور فرماتے ہیں) یہ قول مردود ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے تمام صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں جس کسی کی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ اور حضرت علیؓ صحابہ میں سے تھے۔ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ وہ صحابی نہیں تھے تو یہ بات ان کے حق میں عیب ہے۔

جب صحابی کے ساتھ وابستگی، ہدایت کا باعث ہے اور حضرت علیؓ کو صحابہ سے باہر شمار کیا جائے تو ان کے ساتھ تعلق اور وابستگی نیز ان کی پیروی کس طرح ہدایت کا سامان بن سکتی ہے کیونکہ حدیث شریف کے مطابق منبع رشد و ہدایت بعد از سرور دو عالم ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں۔ جن کو آسمان کے ستاروں سے تشبیہ دی گئی۔ پس حضرت علیؓ کو صحابی نہ ماننا، ان کے حق میں عزت و تکریم کے اضافے کا باعث نہیں بلکہ ان کی ذات پر عیب لگانے کے مترادف ہے۔ لہذا ایسا کہنے والے حقائق سے برگشتہ اور فضائل صحابہ سے نا آشنا لوگ ہیں (نعوذ باللہ منہم)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

وأفضل البشر بعد نبينا ولا أن يقال بعد الانبياء ابوبكر الصديق رضى الله عنهُ ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذوالنورين ثم على المرتضى وخلافتهم اى نيابتهم عن الرسول فى اقامة الدين بحيث يجب على كافة الامم الاتباع على هذا الترتيب ايضا يعنى ان الخلافة بعد رسول الله ﷺ لأبى بكر ثم لعمر ثم لعثمان ثم لعلى رضى الله عنهم.

(شرح عقائد نسفی، ص ۲۲۵، ۲۲۶)

ہمارے نبی اکرم ﷺ کے بعد تمام انسانوں میں سے بلکہ بہتر ہے کہ کہا جائے تمام انبیاء کے بعد افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر فاروق، پھر عثمان ذوالنورین اور پھر علی شیر خدا رضی اللہ عنہم اور پھر ان کی خلافت یعنی اقامت

دین میں ان تمام کا حضور علیہ کا نائب ہونا، تمام امت کا اس ترتیب پر اتباع واجب ہے۔ یعنی جس طرح افضلیت کی ترتیب میں حضرت ابوبکر پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ آتے ہیں اسی طرح ان کی خلافت کی بھی یہی ترتیب ہے۔

شرح عقائد پر نظم الفرائد کے نام سے علامہ حسن سنبھلی علیہ الرحمۃ نے حاشیہ لکھا ہے۔ اس عقائد کے معضلات (مشکل باتیں) و مشکلات پر نہایت دلنشیں انداز میں تبصرہ فرمایا ہے جو مطالعہ کے قابل ہے۔ آپ افضل البشر کے تحت لکھتے ہیں۔

وبالجملة هذه المسئلة من العقائد وان كانت عندالجمهور من الظنيات لامن القطعيات ثم المسئلة مختلف فيها فقولنا قول اكثر اهل الاسلام وعليه الخوارج والنواصب فى حق الشيخين وعليه اكثر قدماء المعتزلة ان الأفضل ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم على وقال الخطابية أفضلهم عمربن الخطاب وعندالعباسية القائلة أفضلهم عباس بن مطلب واتفق الروافض والشيعة بطوائفهم كلها على ان الأفضل على ابن ابى طالب رضى الله عنهٗ **(نظم الفرائد، حاشیہ نمبر ۶، ص ۲۲۳)**

عقائد کے مسائل سے یہ مسئلہ بھی ہے اگرچہ جمہور کے نزدیک ظنیات میں سے ہے نہ کہ قطعیات میں سے (یعنی افضلیت کو یہ ترتیب ظنی ہے قطعی نہیں ہے) اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور اکثر اہل سلام ہمارے قول سے متفق ہیں اور اسی پر خوارج و نواصب ہیں جبکہ معتزلہ کا بھی یہی عقیدہ ہے جو قدیم ہیں (یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ بعد ازانبیاء افضل ہیں پھر عمر فاروق) اور خطابیہ کا کہنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ اور عباسیہ کے نزدیک حضرت عباس بن ابی طالب سب سے افضل ہیں۔ روافض واہل تشیع اپنے تمام گروہوں سمیت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ تمام مخلوق سے بعد ازانبیاء افضل ہیں۔

لیکن جمہور اہل سنت کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ تمام مخلوق میں سے بعد از انبیاء افضل ہیں اور اکثر اہل اسلام کا اسی پر اتفاق ہے اختلاف

صرف اس میں ہے کہ افضلیت صدیق اکبرؓ قطعی ہے یا ظنی۔اس کی وضاحت انشاء اللہ بعد میں آئے گی۔

لفظ "نبینا" کے ماتحت فرماتے ہیں۔

نبینا یحتمل وجهین الاوّل ان لایکون الاضافة للعهدو التعین الفردی بل للتعین الجنسی أوللعهد الذهنی وهو فی حکم النکرة و کل نبی صالح لاضافته الینا لانا نؤمن به و کل نبی نبینا وعلی هذا لااشکال أصلاً.

(نظم الفرائد ، حاشیه نمبر ۷، ص ۲۲۳)

مصنف نے "الانبیا" کی جگہ "نبینا" کا لفظ استعمال کیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ "نبینا" میں دو وجہوں کا احتمال ہے۔ان میں پہلی یہ ہے کہ "نبینا" میں اضافت نہ تو عہد کیلئے ہو اور نہ ہی تعیین فردی کے لئے بلکہ یہ اضافت تعیین جنسی کے لئے ہو یا عہد ذہنی کے لئے اس صورت میں لفظ "نبینا" کلمہ حکم نکرہ میں ہوگا۔یعنی ہماری طرف اضافت کی وجہ سے جیسے نبینا موسیٰ علیہ السلام ،نبینا عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کیونکہ تمام انبیا صالح ہیں۔اور ہر ہر نبی ہمارا نبی ہے کیونکہ ہمارا سب پہ ایمان ہے۔لہٰذا اس طرح کوئی اشکال باقی نہ رہے گا۔

"الانبیاء" کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں :

قول المصنف بعد الانبیا..... لئلایلزم فضل الخلفاء علی الانبیاء بل الاولیٰ أن یقال بعد الانبیا والرسل لئلایلزم فضلهم علی رسول الملائکة فانهم أفضل من الخلفاء اتفاقا ولایطلق علیهم لفظ الانبیا بل لفظ الرسل الاانهُ لایظهرمنه فضل الخلفاء علی الجن وغیر الرسل من الملائکة فالاولیٰ ماقلنا بعد حذف البشر بأن یقان أفضل الخلق بعد الرسل والانبیاء ثم ترتیب الفضل عندأهل السنة ان أفضل الخلق کلهم و أکرمهم علی الله محمدﷺ ثم اولی العزم من الرسل ثم بقیة الانبیاء ثم الملائکة الاربع ثم حملة العرش ثم الکروبیون ثم الخلفا علی ترتیبهم ثم بقیة عشرة المبشرة ثم

بقية أهل بدر ثم اهل بيعة رضوان ثم بقية المهاجرين ثم بقية الانصار ثم الطلقاء وبقية الصحابة ثم التابعون على طباقهم ثم بقية الامة على مراتب أعمالهم.

مصنف کا قول "بعد الانبیاء" اس لئے ہے کہ خلفاء کی فضلیت انبیاء پر لازم نہ آئے بلکہ بہتر یہ ہے کہ کہا جاتا "بعد الانبیاء والرسل" تاکہ خلفاء کا ملائکہ کے رسل پر افضل ہونا لازم نہ آئے، اس لئے کہ رسل ملائکہ، خلفاء سے بالاتفاق افضل ہیں۔ اور ان پر لفظ "انبیاء" نہیں بولا جاتا بلکہ "رسل" بولا جاتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سے وہ فرشتے جو رسول نہیں اور جن کہ جن پر خلفاء کا افضل ہونا بھی ظاہر نہیں ہوتا، لازم نہ آئے۔

بہتر یہ ہے کہ لفظ "بشر" کو حذف کر دیا جائے اور اس طرح کہا جائے "افضل الخلق بعد الرسل والانبیاء" تاکہ تمام جنوں اور ان فرشتوں پر بھی جو کہ رسول نہیں، خلفاء کی افضلیت قائم رہے اور افضلیت کی ترتیب اس طرح ہے۔

تمام مخلوق سے افضل واکرم محمد عربی ﷺ ہیں پھر اولی العزم رسل کرام، پھر تمام انبیاء، پھر چار فرشتے (جبریل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل) پھر عرش کو اٹھانے والے فرشتے، پھر کروبین فرشتے اور پھر خلفائے اربعہ بالترتیب (حضرت ابوبکر، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ) پھر بقیہ عشرہ مبشرہ پھر اہل بدر، پھر اہل بیعت رضوان، پھر مہاجرین اور پھر انصار، پھر وہ حضرات جو فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے اور ان پر احسان کیا گیا۔ پھر بقیہ صحابہ کرامؓ پھر تابعین اپنے طبقات کے مطابق پھر تبع تابعین اپنے طبقات کے مطابق پھر بقیہ امت اپنے اعمال کے درجات کے مطابق۔

علامہ نسفی ارشاد فرماتے ہیں۔

والسلف كانوا متوقفين في تفضيل عثمان رضي الله عنه حيث جعلوا من علامات أهل السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الختنين.

علمائے سلف کے نزدیک حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ سے افضل ہیں۔ اور اسے علامات اہل سنت و جماعت سے بتایا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی روایت

سے ثابت ہے۔ فرماتے ہیں شیخین یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما کو دوسروں پر فضیلت دینا اور نبی اکرم ﷺ کے دو دامادوں یعنی حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنھما کے ساتھ محبت رکھنا اھل سنت و جماعت کی علامات میں سے ہے۔

اس کے تحت علامہ محمد حسن سنبھلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

والسلف الخ..... لكن الجمهور من أهل السنة ومنهم الشافعي وأحمد و هوالمشهور عن مالك هو هذا الترتيب وجزم الكوفيون ومنهم الثوري وروى عن أبي حنيفة وقال بعض أهل البصرة ايضا بفضل على رضي الله عنهٗ على عثمان رضي الله عنهٗ لكن روى عن ابي حنيفة وعليه الفقه الأكبر و كذاحكي عياض عن مالك الرجوع العكس وقيل بالتوقف كما رواه ابوعبدالله المازرى عن مالك ماادركت أحدامن أقتدابه يفضل احدهما على الآخر.

جمہور اہل سنت جن میں امام شافعی، امام احمد اور مالک علیہم الرحمۃ شامل ہیں، کا یہی قول ہے کہ افضلیت خلفاء کی ترتیب وہی ہے جو بیان کی گئی یعنی ابو بکرؓ...... علیؓ۔ کوفیوں نے اسی قول پر فیصلہ دیا ہے، ان میں سے ابو سفیان ثوری اور ابو حنیفہ علیھما الرحمۃ سے بھی یہی مروی ہے۔ بعض اہل بصرہ کا قول ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ سے افضل ہیں۔ لیکن امام ابو حنیفہ سے جو مروی ہے اسی پر فقہ اکبر ہے جو امام اعظم علیہ الرحمۃ کا عقیدہ ہے۔ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ نے حضرت امام مالک کا رجوع نقل فرمایا ہے۔ پہلے وہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتے تھے۔ بعد از رجوع اس کے عکس فیصلہ دیا۔ اور بعض کے نزدیک امام مالک علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ پر توقف فرمایا جیسا کہ ابو عبد اللہ مازری رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک سے روایت کی۔ فرماتے ہیں میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ وہ آپ کی اقتداء کرے اور ان میں سے ایک دوسرے کو فضیلت دیتا ہو۔

معلوم ہوا کہ شیخین کی فضیلت میں تمام امت متفق ہے، اختلاف صرف

حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی افضلیت میں ہے، بعض نے حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر اور بعض نے حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر افضل قرار دیا۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ سے افضل تھے۔

کیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اَفضلیت قطعی ہے یا ظنی؟

ثم اختلفوا فی انہٗ قطعی واستبعدہ القاری جدائم اختارہٗ فی الصدیق رضی اللہ عنہٗ فی طبقاتہٖ

لوگوں کا اختلاف ہے کہ افضلیت خلفاء بالترتیب قطعی ہے۔ اور علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس قول کو بہت بعید سمجھا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو قطعی قرار دیا۔ آپ کی کتاب "طبقات" اور "شرح فقہ اکبر" میں آپ کا یہی قول ہے۔ یا حضرت خلفائے راشدین کی اَفضلیت ظنی ہے۔ اور پھر اس پر بھی اختلاف ہے کہ یہ افضلیت حسب ظاہر ہے یا باطن۔ علماء کرام کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کو ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے افضلیت حاصل ہے۔

اَفضلیت صدیق اکبرؓ کے متعلق ملا علی قاری کا قول حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ آپؓ کی افضلیت اَحادیث و آثار سے ظاہر ہے۔ اسی لئے آپؒ نے صدیق اکبرؓ کی اَفضلیت کو قطعی قرار دیا۔ اب وہ قول ملاحظہ فرمائیں۔

ولاتخفی ان تقدیم علی رضی اللہ عنہٗ علی الشیخین مخالف لمذھب أھل السنۃ والجماعۃ ماعلیہ جمیع أھل السلف وانما ذھب بعض الخلف علی تفضیل علی رضی اللہ عنہٗ علی عثمان رضی اللہ عنہٗ ومنھم ابوطفیل من الصحابۃ رضی اللہ عنھم وھو آخر من مات من الصحابۃ ھذا والذی اعتقدہ وفی دین اللہ اعتمدہٗ ان تفضیل ابی بکر قطعی حیث أمرہٗ بالامامۃ علی طریق النیابۃ مع أن المعلوم من الدین ان الاولی بالأمۃ أفضل وقدکان علی رضی اللہ عنہ حاضرا فی المدینۃ و کذا غیرہٗ من آکابر الصحابۃ

وعينهٔ عليه السلام لما علم انهٔ أفضل الأنام فى تلك الايام حتى انهٔ تاخر مرة وتقدم عمر رضى الله عنهٔ فقال ابى الله والمومنون الاابابكر رضى الله عنهٔ

(شرح فقه اکبر، ص ۷۷)

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کسی پر پوشیدہ نہ رہے کہ حضرت علیؓ کو شیخین یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما سے مقدم سمجھنا اہل سنت و جماعت کے مذہب کے مخالف ہے اور اہل سنت کا عقیدہ وہی ہے جو جمیع اہل سلف کا ہے۔ فقط بعض اہل خلف نے اس کے خلاف کہا ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ سے افضل ہیں۔ ان میں حضرت ابو طفیل ہیں اور ان کا شمار صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ وہ قول جس پر میرا اعتقاد ہے اللہ کے دین پر میرا اکمل اعتماد ہے، کہ افضلیت ابوبکرؓ قطعی ہے۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو بطریق نیابت امامت کا حکم دیا اور یہ بات دین سے معلوم ہے کہ جو امامت میں اولیٰ ہے وہ افضل ہے حالانکہ وہاں حضرت علیؓ بھی موجود تھے اور اکابر صحابہ کرامؓ بھی۔ اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت کیلئے معین کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ نبی کریم ﷺ کے علم میں تھی یہاں تک کہ ایک مرتبہ ابوبکر صدیقؓ مصلی مبارک سے پیچھے ہٹے اور حضرت عمرؓ کو آگے کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ اور سب مؤمن انکار کرتے ہیں کہ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے کوئی اور امامت کرے۔

یہ ہے وہ قول جس کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح فقہ اکبر'' میں نقل فرمایا اور کہا کہ یہ میرا اعتقاد ہے اور اللہ کے دین میں اسی پر میرا بھروسہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی افضلیت قطعی ہے۔ جسے آپ نے دلائل قطعیہ سے ثابت کیا اور یہی عقیدۂ اہل سنت ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

وان الاجماع انعقد بآخرة بين أهل السنة أن ترتيبهم فى الفضل

كترتيبهم في الخلافة رضى الله عنهم قال القرطبي في "المفهم" ماملخصه الفضائل جمع فضيلة وهي الخصلة الجميلة التي يحصل لصاحبها بسببها شرف وعلو منزلة اما عندالخلق . والثاني لاعبرة به الاان اوصل الى الاول. فاذاقلنا فلان فاضل فمعناهٗ ان لهٗ عندالله منزلة وهذا لاتوصل اليه الابالنقل عن الرسول ﷺ فاذا جاء ذالك عنه ان كان قطعيا قطعنا به أوظنيا عملنا به. واذا تقرر ذالك المقطوع به بين أهل السنة بأفضلية أبي بكر رضي الله عنهٗ ثم عمر رضي الله عنهٗ ثم اختلفوا فيمن بعدهما فالجمهور على تقديم عثمانؓ وعن مالك التوقف والمسئلة الاجتهادية ومستندها ان هولاء الاربعة اختارهم الله تعالىٰ لخلافة نبيه واقامة دينه فمنزلتهم عنده بحسب ترتيبهم في الخلافة. والله أعلم.

(فتح الباري، ج ۷، ص ۳٤)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اہل سنت کے درمیان بلاآخر اس بات پر اجماع منعقد ہوا کہ افضلیت میں خلفاء کی ترتیب ان کی خلافت کے لحاظ سے ہے۔امام قرطبی "المفہم" میں کہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فضائل، فضیلت کی جمع ہے اور فضیلت نام ہے اچھی عادت کا۔ جس کے سبب صاحب فضل کو شرف اور بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے یا تو مرتبہ عند اللہ ہوگا یا مخلوق کے نزدیک۔اور شق ثانی جبتک شق اول سے پیوستہ نہ ہو اس کا اعتبار نہیں۔جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں فاضل ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کچھ مرتبہ و مقام ہے۔اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک رسول اکرم ﷺ سے منقول نہ ہو (یعنی اس صاحب فضیلت کے حق میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہو) جب اس دربار عالی سے فضیلت ثابت ہوگئی تو اگر قطعی ہے تو ہم اس پر یقین کریں گے اور اگر ظنی ہے تو اس پر عمل کریں گے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اہل سنت کے درمیان یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اور ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ تو ان دو صاحبوں کے بعد حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی

افضلیت میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کون افضل ہے۔ جمہور حضرت عثمانؓ کی افضلیت کے قائل ہیں جبکہ امام مالک توقف کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور قابل بھروسہ بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلفائے اربعہ کو اقامت دین اور خلافت کے لئے منتخب فرمالیا۔ پس ان کی فضلیت حسب خلافت ہے کہ جو خلافت میں اول وہ فضلیت میں اول۔ اس ساری گفتگو کا یہی لب لباب ہے اور جمہور اہل سنت کا یہ حرف آخر ہے۔

حافظ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں مثل ابن حجر عسقلانی کے بالفاظ مذکورہ اس طرح نقل فرمایا اور امام زرقانی علیہ الرحمۃ اس کے ماتحت لکھتے ہیں۔

ولكن اختلفوا هل مستند هم في ذالك قطعي واليه ذهب الاشعري وعليه يدل قول مالك أوفي ذالك شك أوظني وعليه الباقلاني واختاره امام الحرمين و قدروى البيهقي في الاعتقاد عن الشافعي انه قال أجمع الصحابة وأتباعهم على أفضليت أبي بكرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ ثم عليؓ (وقال الامام ابومنصور) عبدالقاهر التميمي البغدادي الماتريدي أصحابنا مجمعون على أفضلهم الخلفاء الاربعة ثم الستة تمام العشرة .

(زرقاني على المواهب، ج ۷، ص ۳۹)

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ جس چیز پر انہوں نے بھروسہ کیا ہے کیا وہ قطعی ہے تو قطعیت کی طرف امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ گئے ہیں۔ اور امام مالک کا قول بھی اسی پر دلیل ہے۔ یا پھر اس میں شک ہے اور یا وہ ظنی ہے۔ امام باقلانی اسی پر قائم ہیں اور امام حرمین نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔ امام بیہقی نے ''اعتقاد'' میں امام شافعیؒ سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر فاروقؓ اور پھر عثمان و علی رضی اللہ عنھم ہیں۔ امام ابو منصور عبد القاہر تمیمی بغدادی فرماتے ہیں۔ ہمارے اصحاب اس پر متفق ہیں کہ خلفائے اربعہ سب سے افضل ہیں۔ ان کے بعد باقی چھے عشرہ مبشرہ سے۔

۔۔۔ محی الدین محمد بن بھاء الدین متوفی ۹۵۶ ''القول الفصل'' شرح فقہ

اکبر میں امام حرمین کا قول نق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وقال أهل السنة الفضل بينهم على نسبة امامتهم وقال بعضهم الى تفضيل على رضى الله عنهٗ على عثمانؓ وتوقف بعض منهم فى الفضل بينهما وقال امام الحرمين لاطريق الى القطع فى هذه المسئلة اذالعقل ليس بمستقل والنقل لايخلوعن التعارض لكن الظن على فضل ابى بكرؓ ثم عمرؓ امابين عثمانؓ وعلیؓ فالظنون متعارضة.

علامہ محی الدین بن بہاء الدین نے امام الحرمین کا قول نقل کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ افضلیت شیخین قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے اور حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے درمیان افضلیت بھی ظنون متعارضہ کے مرہون منت قرار دیا ہے، میرے خیال میں علامہ موصوف نے تعصب سے کام لیا ہے ورنہ شیخین کی افضلیت پر اجماع ہے جبکہ عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے درمیان فضلیت میں اختلاف ہے۔ لیکن جمہور کا قول یہی ہے کہ حضرت عثمان کو حضرت علی رضی اللہ عنہما پر فوقیت وافضلیت ہے۔ شارح فقہ اکبر نے دونوں جگہ ظن کا سہارا لیا ہے اور کہا ہے کہ نقل میں تعارض ہے۔ عجیب بات ہے کہ حیات نبوی ﷺ میں آپؓ کو امامت دیا جانا، اس میں بھی کوئی ظن ہے جبکہ علماء کے نزدیک جس کو امامت دی جاتی ہے وہ افضل ہے۔ جیسا کہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے نہائت عمدہ اور مدلل بیان فرمایا۔ اور علمائے کرام کا ایک جم غفیر اس بات پر جمع ہے جیسا کہ آپ نے حافظ ابن حجر، قسطلانی، زرقانی اور ملا علی قاری کی تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔ امام اشعری، ابو منصور ماتریدی، امام مالک اور امام شافعی وغیرہ ہم نے کیا افضلیت ابو بکرؓ کو ظنی قرار دیا ہے جو یہ حضرات کہہ رہے ہیں۔ صحابہ و تابعین کا آپ کی افضلیت پر اتفاق ہے اور ابو منصور ماتریدی نے اس کے متعلق فرمایا کہ ہمارے اصحاب کا اس بات پر اتفاق ہے۔ خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے منبر پر بیٹھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا اقرار کیا۔ شیخ امام بخاری حافظ ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی رضی اللہ عنہ نے مصنف ابن شیبہ

میں بطریق مختلفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مرویات تخریج فرمائیں جن میں حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی افضلیت کا اقرار کیا ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے مناقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں محمد بن حنفیہ سے روایت فرمایا، آپ نے اپنے باپ سے سوال کیا۔

ای الناس خیر بعد رسول اللہ ﷺ قال ابوبکر رضی اللہ عنہ

کیا آئمہ مذاہب و محدثین کی تصریحات اور حضرت شیر خداؓ کے استشہاد کے بعد بھی اس میں ظن باقی رہ جاتا ہے۔ معلوم ہوا افضلیت صدیق اکبرؓ قطعیہ ہے اور یہی درست وباصواب ہے۔ تمام احناف کا یہی عقیدہ ہے۔ ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صواعق محرقہ میں آپ کی افضلیت کو قطعی قرار دیا ہے۔ (صواعق محرقہ، ص ۵۷)

کیا فرشتے افضل ہیں یا بشر ؟

نجم الملۃ والدین امام عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ کے قول "ولأحسن أن یقول بعد الأنبیا" کے ماتحت علامہ محمد حسن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ نے نفیس تصریح بیان فرمائی۔

عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی "بعد الانبیاء والرسل" کیونکہ جو فرشتوں میں لغوی رسول (پیغام رساں) کہلاتے ہیں وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ اس عبارت میں یہ اشکال بھی ہے کہ اس سے جن خارج نہیں ہوتے اور ظاہر ہے صدیق اکبرؓ جنات سے بھی افضل ہیں (فرماتے ہیں) عبارت کے الفاظ اس طرح صحیح ہیں "افضل الخلق بعد الانبیاء والرسل" تاکہ لفظ بشر جو کہ وجہ اخراج جن ہے کہ جگہ "خلق" بولا جائے تاکہ افضلیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھی محیط ہو۔ اہل سنت کے نزدیک ہمارے نبی اکرم ﷺ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ خواہ رسل کرام ہوں یا انبیاء عظام، ملائکہ مقربین ہوں یا روح الامین، سب سے افضل مرے نبی (ﷺ) ہیں۔

علامہ عبدالباقی زرقانی علی المواهب میں فرماتے ہیں۔

(هل البشرأفضل من الملائكة) أم الملائكة أفضل ثالثها الوقف واختاره كيا الهراسی ومحل الخلاف فی غیر نبیناﷺ اماهوفأفضل الخلق اجماعا لایفضل علیه ملك مقرب ولاغیره کما ذکره الرازی وابن السبکی والسراج البلقینی والزرکشی ومافی الکشاف من تفضیل جبرائیل قال بعض المقاربة جهل الزمخشری مذهبه فان المتعزلة مجموعون علی تفضیل المصطفی نعم قبل ان طائفة منهم خرقوا الاجماع کا لرمانی فتبعهم.

(فقال جمهور اهل السنة والجماعة خواص نبی آدم وهم الانبیاء أفضل من خواص الملائکه) فاختارهُ الامام فخرالدین الرازی (وهم جبرائیل، میکائیل، اسرافیل وعزرائیل وحملة العرش) وهم اربعة أوثمانیة (والمقربون والکروبیون والروحانیون) بضم الراء وفتحها واما الفتح فمعنی انهم لیسوا محصورین فی الأبیة والظل ولکنهم فی فسحة وبساط وقیل ملائکة الرحمة روحانیون وملائکة العذاب کروبیون من الکرب قالهُ الحلیمی زالبیهقی. (خواص الملائکة) وهم مذکورون (أفضل من عوام بنی آدم) یعنی اولیاء البشر وهم من عدا الانبیاء (وقال التفتازانی باجماع بل بالضرورة) لعصمتهم جمیعهم (وعوام بنی آدم أفضل من عوام الملائکة) وهم غیر خواصهم فی أحد القولین وجزم به الصفار والنسفی کلاهما من الحنیفة وذکر البلقینی انه، المختار عند الحنیفة.

(زرقانی علی المواهب، ج ٦، ص ١٤٠، ردالمختار، ج ٩، ص ٣٨٩)

بشر فرشتوں سے افضل ہیں یا فرشتے بشر سے افضل ہیں، اس میں اختلاف ہے۔ اور تیسرا مذہب توقف کا ہے۔ اور اسی کو کیاالہراسی علیہ الرحمۃ نے اختیار فرمایا ہے۔ اور یہ اختلاف آقائے دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہیں۔ کیونکہ کوئی فرشتہ مقرب ہو یا کوئی اور مخلوق، ہمارے نبی ﷺ سے افضل نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ فخر الدین رازی، ابن سبکی، سراج بلقینی اور زرکشی نے ذکر کیا۔ زمخشری نے

کشاف کے اندر جو جبرائیل امین کو نبی کریم ﷺ پر فضیلت کا قول لکھا ہے۔ بعض مقاربہ کا ہے اور زمخشری نے اپنے مذہب سے اعراض کرتے ہوئے لکھا ہے کیونکہ تمام معتزلہ، نبی کریم ﷺ کی فضیلت پر متفق (اجماع ہے) ہیں۔ ہاں ان سے ایک گروہ نے اس اجماع کو توڑا اور وہ اس گروہ کے پیچھے چل پڑے مثل رمانی کی۔ ان لوگوں نے جبرائیل کو نبی ﷺ پر فضیلت دی۔

جمہور اہل سنت کا قول ہے کہ بنی آدم میں سے خواص یعنی انبیائے علیھم السلام، ملائکہ میں سے خواص (جبریل، میکائل، اسرافیل، عزرائیل اور حملہ عرش) سے افضل ہیں۔ اور وہ چار کا گروہ ہے یا آٹھ کا اور فرشتوں میں سے خواص مقربون، کروبیون اور روحانیون ہیں (روحانیوں کو راء کے ضمہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے) اگر راء کے فتح سے پڑھا جائے تو مراد وہ فرشتے ہیں جو عمارتوں اور سایوں میں مقید و محصور نہیں بلکہ آزاد ہیں۔ اور کھلی فضا میں رہتے ہیں۔ اگر "روحانیوں" کو را کے ضمہ کے ساتھ پڑھا جائے تو مراد وہ فرشتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ "روحانیون" رحمت کے فرشتے ہیں اور کروبیون عذاب کے۔ کیونکہ کروبیون، کرب سے ہے یہ امام حلیمی اور بیہقی کا قول ہے۔ اور فرشتوں میں سے خواص جبکہ وہ مذکور ہیں عوام بنی آدم سے افضل ہیں۔ اور عوام بنی آدم سے مراد اولیائے بشری ہیں جو کہ انبیاء کے علاوہ ہیں۔

امام تفتازانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ عقیدہ بالاجماع بلکہ ضروری ہے کیونکہ جملہ فرشتے معصوم ہیں۔

اور عموام بنی آدم (انبیا علیھم السلام کے علاوہ) عوام ملائکہ سے افضل ہیں یعنی جن فرشتوں کا ذکر پہلے گذر چکا (جبرائیل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل، حملۃ العرش، مقربون، کروبیون اور روحانیون) ان کے علاوہ جتنے فرشتے ہیں، عوام بنی آدم ان سے افضل ہیں۔ امام صفار اور امام نسفی علیھما الرحمۃ نے اسی پر جزم فرمایا اور یہ دونوں حضرات حنفیہ سے ہیں اور سراج البلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا حنفیہ کے نزدیک یہی

قول مختار ہے۔ اس لئے ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں اور علامہ محمد حسن سنبھلی "نظم الفرائد شرح نسفی" میں لکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرات انبیاء و رسل، جبرائیل، میکائیل، اسرافیل عزرائیل، حملۃ العرش اور کربیون کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ احناف کا یہی عقیدہ ہے اور اہلسنت و جماعت اسی پر متفق ہیں۔ اس کے بعد امام زرقانی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔

(فذهب الذاهبون الى أن الرسل من البشر) الذين يدعون الناس الى الحق ويبلغونهم مانزل اليهم (أفضل من الرسل الملائكة) وهم الذين يتوسطون بين الله وبين الانبياء فهم رسل بمعنى اللغوى لا الاصطلاحى وهوانسان حرذكر اوحى الله اليه بشرع و أمر بتبليغه فلايكونون رسلاً اذ لاشئى من الملائكة بانسان (ولاولياء من البشر) قال السيوطى وهم من عدا الانبياء (أفضل من الاولياء من الملائكة) وهم من عدا خواصهم

(زرقانى على المواهب، ج ٦، ص ١٤٢)

کچھ لوگوں کا نظریہ یہ بھی ہے کہ بشر میں سے رسول، یعنی جو لوگوں کو حق کی طرف بلاتے ہیں اور نازل کردہ بات لوگوں تک پہنچاتے ہیں، فرشتے کے رسول سے افضل ہیں۔ اور فرشتوں میں سے رسول وہ ہیں جو اللہ عزوجل اور انبیاء علیہ السلام کے درمیان واسطہ بنتے ہیں۔ اور یہ رسول لغوی طور پر استعمال ہوا ہے نہ کہ اصطلاحی طور پر (یعنی اس سے لغوی مراد "پہنچانے والا" ہیں) پس نبی، آزاد و مذکر انسان ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ شریعت کی وحی فرماتا ہے اور اس کی تبلیغ کا حکم دیتا ہے۔ فرشتے اس طرح کے رسول نہیں اور نہ ہی فرشتوں میں سے کوئی انسان ہے اور انسانوں میں اولیاء (انبیاء و رسل کے علاوہ) فرشتوں میں سے اولیاء سے افضل ہیں (خواص کو چھوڑ کر)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واعلم ان هذا الكلام مشتمل علی بحثين

البحث الاول: ان الانبياء عليهم السلام أفضل أم الملائكة وقدسبق ذکر هذا المسئلة بالاستقصاء فی سورة البقرة فی تفسير قوله تعالٰی (واذقلنا للملائكة اسجدوالآدم)

البحث الثانی: ان عوام الملائكة وعوام المؤمنين أيهما افضل منهم من قال بتفضيل المومنين علی الملائكة واحتجوا عليه لماروی عن زيدبن اسلم انهٗ قال، قالت الملائكةربنا انك أعطيت بنی آدم الدنياياكلون فيها ويتنعمون ولم تعطنا ذالك فاعطنا ذاك فی الآخرة فقال وعزتی وجلالی لاأجعل ذرية من خلقت بيدی كمن قلت لهٗ (كن) فكان. وقال ابوهريرة رضی الله عنه المومن أكرم علی الله من الملائكة الذين عندهٗ هكذا أوردهٗ الواحدی فی البسيط. (تفسیر کبیر، جز ۲۱، ص ۱۶)

یہ بحث (بشر افضل ہیں کہ فرشتے) دو حصوں پر مشتمل ہے۔

بحث اول: فرشتے افضل ہیں یا بشر؟ اس مسئلہ کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیۃ (واذقلنا للملائكة اسجدوالآدم) کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ جیسا کہ زرقانی علیہ الرحمۃ کی تصریح میں گذر چکا کہ فخر الدین رازی کے عقیدہ کے مطابق نبی اکرم ﷺ تمام جہانوں سے افضل ہیں۔ یہانتک فرشتوں سے بھی۔

بحث دوم: رہا یہ سوال کہ عوام ملائکہ اور عوام مومنین میں سے کون افضل ہیں؟ جو عوام مومنین کو افضل قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے جو زید بن اسلمؓ سے مروی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں فرشتوں نے بارگاہ صمدیت میں عرض کی: اے ہمارے رب! تو نے آدم کی اولاد کو دنیا عطا فرمائی، وہ اس میں سے کھاتے ہیں اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں جبکہ تو نے ہمیں دنیا عطا نہیں کی (ہمارا سوال ہے کہ) ہمیں بھی ان کے بدلے میں آخرت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "مجھے اپنی

عزت و جلال کی قسم وہ بنی آدم جس کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اس کی مثال وہ کہاں جسے میں "کن" (ھو جا) کہہ کر پیدا کیا اور وہ پیدا ہو گیا۔

یہ بڑا اعزاز ہے کہ رب ذوالجلال نے اولاد آدم کو آخرت میں بھی عزت عطا فرمائی۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مومن اللہ کے نزدیک فرشتوں سے اکرم (زیادہ عزت والا) ہے۔

اسی طرح واحدی نے (بسیط) میں تحریر فرمایا۔

معلوم ہوا احناف کا عقیدہ معتدل و متوسط ہے کیونکہ بعض کے نزدیک بشر مطلقاً افضل ہے اور بعض کے نزدیک فرشتے مطلقاً افضل ہیں۔ اہل سنت اور خصوصاً احناف کا عقیدہ بھی متوسط و معتدل ہے۔ تمام فرقے افراط و تفریط کا شکار ہو گئے، اعتدال اھل سنت و جماعت کا ہی حصہ ہے۔ خدائے عزوجل ہمیں اس جماعت کے دامن سے وابستہ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

والتحقيق عوام المومنين اى الصالحين منهم وهم اولياء الله أفضل من عوام الملائكة واما غير الاولياء من المومنين فبعد ما يمحصون من الخطايا أمابالمغفرة وأمابالعقاب بقدر ذنوبهم ويدخلون الجنة يلتحقون بالاولياء. خواص المومنين وهم الانبياء عليهم السلام افضل من خواص الملائكة قال الله عزوجل (ان الذين امنوا وعملوا الصالحات اولئك هم خير البرية) وروى عن ابى هريرة رضى الله عنهُ انه قال المومن اكرم على الله من الملائكة الذين عنده كذاذكرهُ البغوى ويؤيدهُ حديث جابر رضى الله عنه يرفعهُ قال لما خلق الله آدم وذريتهُ قالت الملائكة يارب خلقهم ياكلون ويشربون وينكحون ويركبون فاجعل لهم الدنيا ولنا الآخرة فقال الله تعالى لاأجعل من خلقتهُ بيدى ونفخت فيه من روحى كمن قلت لهُ كن فكان .

رواء البيهقى فى شعب الايمان (تفسير مظهرى، ج ٥، ص ٤٥٩)

ترجمہ: عوام مومنین سے صالحین یعنی اولیاء اللہ، عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔
لیکن مومنین میں سے غیر اولیاء اپنے گناہوں سے پاک ہونے کے بعد، خدا تعالیٰ کی
مغفرت یا اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل ہوں گے تو اولیاء کے ساتھ
مل جائیں گے۔ اور خواص المومنین یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں
بقول عزوجل "ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئك هم خیر البریة"

اور حدیث شریف میں مذکور ہے جسے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے
روایت کیا کہ مومن، اللہ کے نزدیک فرشتوں سے افضل ہے اور اس کی تائید میں وہ
حدیث درج فرمائی جسے حضرت جابرؓ نے مرفوعاً ذکر کیا۔ فرمایا

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو فرشتوں
نے عرض کی اے رب! تو نے ان کو پیدا فرمایا، وہ کھاتے پیتے ہیں، نکاح کرتے ہیں اور
سواری وغیرہ بھی کرتے ہیں، اگر ان کے لئے تو نے دنیا بنائی ہے تو ہمارے لئے آخرت
بنا (یعنی یہ سب کچھ عطا کر) جواباً اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، جن کو میں نے اپنے ہاتھ
سے بنایا اور ان میں اپنی روح پھونکی کیسے ان کے برابر کردوں جن کو کن کہہ کر بنایا۔ اس
کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت فرمایا۔

مزید تحریر فرماتے ہیں:

وذا لاینافی ماقال أهل السنة والجماعة فی کتب العقائد ان الخواص منهم فضلوا علی کل ملك حتی خواصهم وبه فضلهم علی الملائکة انهم مجبولون علی الطاعة فیهم بلاشهوة وفی البهائم شهوة بلاعقل وفی الانسان عقلهٗ وشهوتهٗ فمن عمل مقتضٰی عقله وترك الشهوة جاهدفی الله حق جهاده

(تفسیر مظهری، ج ٥، ص ٤٥٩)

ترجمہ: اور یہ بات اہل سنت کے عقائد میں سے اس عقیدہ کے منافی نہیں
کہ بشر میں سے خواص ہر فرشتے پر حتی کہ ان کے خواص پر بھی فضیلت دیئے گئے ہیں
اور اس سوال کے متعلق کہ فرشتوں پر ان کی فضیلت کی وجہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں،

فرشتے اپنی جبلت پر پیدا کیے گئے ہیں اور وہ ہے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا کیونکہ ان میں عقل ہے مگر شہوت نہیں۔ اور چوپایوں میں شہوت ہے، عقل نہیں۔ جبکہ انسان میں عقل بھی ہے اور شہوت بھی۔ پس جس شخص نے بتقاضائے عقل عمل کیا اور شہوت پر قابو پالیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کر دیا۔

وجہ ظاہر ہے کہ فرشتے تو شہوت سے خالی ہیں مگر انسان جو عقل و شہوت سے مرکب ہے۔ اگر اطاعت الٰہی کرے گا تو ضرور فرشتوں سے افضل ہو گا۔ کیونکہ اس نے شہوت پر قابو پا کر رب تعالیٰ کی فرمانبرداری کا دم بھرا۔

سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ثم ان مسئلة التفضيل مختلف فيها بين اهل السنة منهم من ذهب الى تفضيل الملائكة وهومذهب ابن عباس رضى الله عنهما واختارهُ الزجاج على مارواهُ الواحدى فى البسيط و منهم من فضل فقال ان الرسل من البشر أفضل مطلقًا ثم الرسل من الملائكة على من سواهم من البشر والملائكة ثم عموم الملائكة على عموم البشر وهذا ما عليه أصحاب الامام أبى حنيفة عليه الرحمة و كثير من الشافعية والأشعرية

(روح المعانى، جز ۱۵، ص ۱۱۹)

ترجمہ: مسئلہ تفضیل میں اختلاف ہے۔ اہل سنت میں سے بعض اس طرف گئے ہیں کہ فرشتے افضل ہیں اور یہ مذہب ابن عباس کا ہے۔ زجاج نے بھی اسے اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ واحدی نے "بسیط" میں اس کو روایت کیا۔ بعض نے تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ بشر میں سے رسول مطلقاً افضل ہیں پھر فرشتوں میں سے رسول، انبیاء و رسل علیہم السلام کے علاوہ، باقی بشر سے افضل ہیں اور تمام فرشتوں سے بھی۔ پھر عام فرشتے عام بشر سے افضل ہیں۔ اس عقیدہ پر امام ابو حنیفہؒ کے اصحابؒ ہیں شافعیوں اور اشعریوں سے بھی اکثر اسی عقیدہ پر ہیں۔

علامہ محمود آلوسیؒ کی تصریح سے ثابت ہوا کہ انبیاء و رسل مطلقاً فرشتوں سے

افضل ہیں۔ جس میں کوئی ریب و شک نہیں۔ اختلاف صرف عوام فرشتوں اور عوام مومنین میں ہے۔ جیسا کہ زرقانی علیہ الرحمہ کا قول آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ حنفیوں میں سے امام صغار و نسفی رحمۃ اللہ علیہما اور بقول سراج البلقینی حنفیہ کا یہی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ عوام فرشتوں سے افضل ہیں۔ اور یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے۔ متاخرین میں سے ملا علی قاریؒ بھی اسی طرف گئے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

ومنها تفضيل الملائكة فخواصم أفضل بعد الانبيا عليهم السلام من عموم الاولياء والعلماء رضى الله عنهم وأفضلهم جبرائيل كمافى الحديث. رواهُ الطبرانى . وعامة الملائكة أفضل من عامة المومنين لكونهم مجرمين والملائكة معصومين . (شرح فقه اكبر، ص ١٤٢)

ترجمہ: مسائل اعتقادیہ میں سے ایک مسئلہ فرشتوں کی افضلیت کا ہے۔ خاص ملائکہ کو انبیاء کے بعد عام اولیاء اور علماء پر فضیلت ہے۔

یعنی مقرب فرشتے، اولیاء و علماء سے افضل ہیں۔ اور ان سب میں سے جبرائیل امین افضل ہیں اور عام فرشتے، عام مومنین سے افضل ہیں کیونکہ یہ معصوم نہیں جبکہ فرشتے معصوم ہیں۔

امام زرقانی علیہ الرحمۃ کی بھی یہی رائے ہے۔

وقد اجمع جمهور العلماء من السلف والخلف على انهم اى الصحابة خير خلق الله وأفضلهم بعد النبيين وخواص الملائكة المقربين خلافا لمن قال بتفضيل الملك على العشر مطلقًا (زرقانى، ج ٧ ص ٢٩)

ترجمہ: جمہور علمائے سلف و خلف اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرامؓ، انبیاء کرام اور خواص ملائکہ کے بعد تمام مخلوق سے بہتر اور افضل ہیں۔ یہ بات ان لوگوں کے نظریہ سے مختلف ہے جو کہتے ہیں فرشتے مطلقاً بشر سے افضل ہیں۔

امام قسطلانی اور امام زرقانی علیہما الرحمۃ کی تصریح سے ثابت ہوا صحابہؓ عامہ

فرشتوں سے افضل ہیں اس پر سلف و خلف میں سے تمام علماء کا اتفاق ہے۔

علامہ محمد حسن سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم الفرائد فی شرح العقائد نسفی" میں فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرات انبیاء و رسل علیھم السلام اور تمام مقرب فرشتوں کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں جس کی توضیح کرتے ہوئے انہوں نے چند تصریحات نقل کی ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ علی الاطلاق جملہ مخلوق سے افضل ہیں اور ان کے بعد جملہ انبیاء و رسل عظام افضل ہیں اور ان کے بعد جبرائیل امین، پھر دوسرے مقرب فرشتے، پھر حملۃ العرش پھر روحانیون و کروبیون اور ان کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور پھر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین (واللہ اعلم بالصواب)

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بزبان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

جو بھی مرویات حضرت علی رضی اللہ عنہ پیش کر رہا ہوں، کوشش کروں گا کہ بمعہ سند پیش کروں کیونکہ سند میزان الحدیث ہے اور اصحاب نقد بھی اس میزان کی بناء پر حدیث کے صحت و سقم کو پرکھتے ہیں۔ پھر اس کے بعد صحیح و ضعیف، متصل و منفصل، موقوف و مقطوع ہونے کے اعتبار سے اس حدیث کی فنی حیثیت بیان کرتے ہیں۔

(۱) أخبرنا الامام والدی أخبرنا ابن البصری الحافظ حدثنا عبدالعزیز بن علی الازجی ببغداد حدثنا ابوبکر بن عمربن محمدبن السری بن سهل حدثنا الحسن بن محمد البزاز حدثنا الحسن بن سواده حدثنا محمد بن مسلم العبدی حدثنا ابومعاویة عن سعدبن طریف عن الأصبغ بن نباته عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللهﷺ الحدیث قال حجر بن العسقلانی أخبرنا اعلی عن هذا الشیخ ابوعلی الحداد أخبرنا ابو نعیم

الحافظ حدثنا محمد بن حميد حدثنا الحسن بن عمرالبزار حدثنا علی بن سؤادة مثلهٗ عن علی ابن ابی طالبؓ قال قال رسول اللہﷺ

ماولدفی الاسلام مولود أفضل ولاأزکی ولا أعدل من ابی بکر و عمررضی اللہ عنهما

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسا افضل، متقی و پرہیزگار اور بہت زیادہ عدل کرنے والا اسلام میں کوئی اور پیدا نہیں ہوا۔ (فردوس الاخبار، ج ۳ ص ۴۰۲)

(۲) عن علی ابن ابی طالبؓ قال قال رسول اللہﷺ لولا ابوبکر الصدیق (رضی اللہ عنهٗ) لذهب الاسلام (فردوس الاخبار، ج ۳ ص ۴۰۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! اگر حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نہ ہوتے تو اسلام جاتا رہتا۔

چونکہ یہ حدیث بلا سند منقول ہے لہٰذا اسی طرح ذکر کر دی ہے۔

(۳) حدثنا محمد بن مالك حدثنا ابن الاعرابی حدثنا الحسن بن محمد الزعفرانی حدثنا یزید بن هارون وابو قطن وابوعبادة ویعقوب الحضری واللفظ یزید قالو احدثنا محمد بن طلحة عن ابی عبیدة بن الحکم بن مجل قال علی رضی اللہ عنه لایفضلنی أحد علی ابی بکر و عمر الاجلدته حدا المفتری. (الاستیعاب لابن البر علی الاصابه، ج ۲، ص ۲۵۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی مجھے حضرت ابو بکرؓ اور عمر فاروقؓ، پر فضیلت نہ دے۔ جس نے مجھے ان دونوں پر فضیلت دی میں اس پر وہ حد جاری کروں گا جو بہتان لگانے پر کی جاتی ہے (یعنی جتنے کوڑے کسی پر بہتان لگانے والے کو لگائے جاتے ہیں)

شیعہ حضرات کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ ان کے امام تو عمر فاروق اور صدیق اکبر

رضی اللہ عنھما پر فضیلت دینے والے کے متعلق ارشاد فرمارہے ہیں کہ اس پر مفتری کی حد قائم کروں گا۔ اور یہ ان صاحبین کے ایمان کے بارے میں بھی متردد ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے!

(۴) حدثنا خلف بن قاسم وعلی بن ابراهیم قالا حدثنا الحسن ابن الرشیق حدثنا علی بن سعید بن نضیر ابوکریب حدثنا عبید بن الحسان الصیدلانی حدثنا مسعر بن کدام عن عبدالملك بن میسرة عن نزال بن سبرة عن علی ابن ابی طالب قال خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر و عمر رضی الله عنهما. (الاستیعاب، ج ۲ ص ۲۵۲)

نزال بن میسرہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنھما افضل ہیں۔

(۵) أخبرنا احمد بن عثمان بن المقری اخبرنا ابورشید عبدالکریم بن احمد بن منصور بن محمد بن سعید اخبرنا ابومسعود سلیمان بن ابراهیم بن محمد حدثنا ابوبکر احمد بن مردویه حدثنا محمد بن سلمان المالکی حدثنا یوسف بن محمد بن یوسف الواسطی حدثنا محمد بن ابان الواسطی حدثنا شریك بن عبدالله النخعی عن ابی بکر الهذلی عن الحسن البصری عن علی بن ابی طالب قال قدم رسول الله ﷺ ابابکر فصلی بالناس وانی لشاهد غیر غائب وانی لصیحح غیر مریض ولوشاء ان یقدمنی لقدمنی فرضینا لدنیانا من رضیهٗ الله ورسولهٗ لدیننا. (أسدالغابة فی معرفة الصحابة، ج ۳ ص ۲۲۱)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امامت کیلئے نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے کیا اور میں حاضر تھا، غائب نہیں تھا، بالکل تندرست تھا کوئی بیماری مجھے لاحق نہ تھی۔ اگر نبی اکرم ﷺ چاہتے تو مجھے امامت کیلئے ارشاد فرماتے (مگر ایسا نہیں ہوا) پس

ہم نے اپنی دنیا کے معاملات کیلئے ان لوگوں کو پسند کر لیا ہے (مراد خلافت) جنہیں نبی اکرم ﷺ نے ہمارے دین کیلئے پسند فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واضح الفاظ اور آپؓ کا روشن کلام اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپؓ سے افضل ہیں۔ ورنہ بغیر کسی بیماری اور علت کے نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو نہیں بلکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت کیلئے منتخب فرمایا۔ جس سے پتہ چلتا ہے ارادۂ مصطفیٰ ﷺ کے اندر ارادۂ خدا شامل تھا اور یہی خداوند کریم کی رضا تھی۔

یہ حدیث شریف ظاہر کرتی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپؓ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے۔ چونکہ امامت افضل کا حق ہے لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر کھڑا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سب سے افضل ہیں۔ جبکہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیمار بھی نہ تھے اور کوئی مجبوری بھی آپؓ کو لاحق نہ تھی۔ صرف منشائے حبیب خدا ﷺ یہی تھا کہ امامت کیلئے "صدیق" آگے بڑھے۔ اور یہی سبقت انہیں خلافت میں بھی مقدم کرتی ہے۔

(۲) حدثنا عباس بن الفضل الاسقاطی حدثنا موسی بن اسماعیل حدثنا حماد بن سلمه عن علی بن الحکم عن ابی عثمان عن ابی موسی ان علیا رضی الله عنهُ قال الااخبرکم بخیر هذه الامة بعد نبیها قالوا بلی قال ابوبکر رضی الله عنه ثم قال الأأخبر کم بخیر هذه الامة بعد ابی بکر قالوا بلی قال عمر رضی الله عنهُ ولوشئت لاخبرتکم بالثالث. وقال صاحب مجمع الزوأهد رجالهُ رجال صحیح . (معجم کبیر للطبرانی، ج ۱ ص ۱۰۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت کے افضل ترین شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں ضرور بتایئے۔ فرمایا نبی اکرم ﷺ

کے بعد افضل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کیا تمہیں یہ نہ بتادوں کہ ابو بکر کے بعد کون افضل ہے؟ عرض کی، ضرور بتائیے، فرمایا ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔ اور اگر میں چاہتا تو تمہیں تیسرے شخص کے بارے میں بھی بتاتا جو نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر و صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بعد افضل ہے۔

صاحب مجمع الزوائد اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں۔

"رجالہ رجال صحیح"

(۷) حدثنا علی بن عبدالعزیز حدثنا ابونعیم حدثنا هارون بن سلیمان الفراء مولی عمرو بن حریث عن علی رضی الله عنه انه قاعدا علی المنبر فذکر ابابکر و عمر رضی الله عنهما فقال ان خیر هذه الامة بعد نبیها ﷺ ابوبکر والثانی عمر رضی الله عنه ولو أشاء ان اذکر الثالث ذکرتهٗ.

(معجم کبیر للطبرانی، ج ۱ ص ۱۰۷)

عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو حضرت ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اس امت میں سب سے بہتر اور افضل بعد از نبی محترم ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ اگر میں چاہتا تو تیسرے کا ذکر بھی ضرور کر دیتا۔

یہ دونوں احادیث جن کو امام طبرانی نے تخریج فرمایا اور اس کی سند میں تمام رجال، رجال صحیح ہیں، اس بات کی دلیل قوی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں حضرت ابو بکرؓ اور عمر فاروقؓ افضل ہیں۔ اور اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عاجزی پر محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ آپؓ نے فرمایا کہ جو مجھے ان پر فضیلت دے گا میں اسے کوڑے لگاؤں گا۔ اور یہ سزا بلاوجہ نہیں دی جاسکتی کیونکہ عدل کے منافی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں صدیقِ اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی

افضلیت کا انکار، بہتان ہے۔ جس پر آپؓ حد جاری کرنے کا عندیہ دے رہے ہیں۔

عجیب بات ہے منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تو کہیں شیخین افضل ہیں اور لوگ انہیں صاحب ایمان ہی تسلیم نہ کریں (نعوذ باللہ) یہ حضرت علیؓ کی تنقیص شان ہے کہ آپ منبر پر بیٹھ کر ایسے لوگوں کی تعریف کر رہے ہیں جو ارتداد کی موت مرے۔ **نعوذ باللہ من هذه الهفوات۔**

(۸) حدثنا شريك عن ابي اسحاق عن ابي جحيفة قال ، قال علي رضي الله عنهٗ خير هذه الامة بعدنبيها ابوبكر و بعد ابي بكر عمر رضي الله عنهما ولوشئت ان أحدثكم بالثالث لفعلت. (مصنف ابن ابی شیبة، ج۱۲، ص ۱۴)

حضرت ابو جحیفہ نے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے بعد اس امت میں افضل و بہترین شخص ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اگر میں چاہتا تو تیسرا بھی بیان کر دیتا۔

(۹) حدثنا منذر عن شعبة عن عمرو بن مرة عن عبدالله بن سلمة عن علي رضي الله عنه قال الاأخبر كم بخير هذه الامة بعد رسول الله ﷺ ابوبكر و عمربن الخطاب (مصنف ابن ابی شیبه، ج ۱۲ ، ص ۱۹)

عبداللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد اس امت کے افضل و بہتر حضرت ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ہیں۔

ان مندرجہ بالا دونوں احادیث کو امام بخاری کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں تخریج فرمایا اور یہ دونوں اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے افضلیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تصدیق فرمائی۔ امت مسلمہ کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ورنہ امام المسلمین کا کذب لازم آئے گا۔ اور آپ کو ماننے والوں کیلئے راستہ تلاش کرنا دشوار ہو جائے گا۔

(۱۰) عبداللہ حدثنا صالح بن عبداللہ الترمذی حدثنا حماد عن عاصم حدثنا عبید اللہ القواریری حدثنا حماد قال القواریری فی حدیثہ حدثنا عاصم بن ابی النجود عن ذریعنی ابن جیش عن ابی جحیفة قال سمعت علیا رضی اللہ عنہ یقول الااخبر کم بخیر ھذہ الامة بعد نبیھا ابوبکر ثم قال الااخبر کم بخیر ھذہ الامة بعد ابی بکر عمر رضی اللہ عنہ۔ (مسند احمد، ج ۱، ص ۱۰۹)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا، فرماتے ہیں کیا تم کو خبر نہ دوں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد افضل کون ہے؟ (پھر خود ہی فرمایا) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ پھر فرمایا کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ ان کے بعد کون افضل ہے؟ فرمایا ابوبکرؓ کے بعد عمر فاروقؓ افضل ہیں۔

(۱۱) عبداللہ حدثنی ابو صالح ھدیة بن عبدالوھاب بمکة حدثنا محمد بن عبیدالطانسی حدثنا یحی بن ایوب البجلی عن الشعبی عن وھب السوائی قال خطبنا علی رضی اللہ عنہ فقال من خیر ھذہ الامة بعد نبیھا فقلت أنت امیر المومنین قال لا، خیر ھذہ الامة بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر رضی اللہ عنہما وما نبعدان السکینة تنطق علی لسان عمر رضی اللہ عنہ

(مسند احمد، ج ۱، ص ۱۰۹)

وھب السوائی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا نبی اکرم ﷺ کے بعد اس امت کا افضل و بہترین کون ہے؟ میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! آپ ہیں فرمایا: "نہیں"۔ اس امت میں بعد از نبی کریم ﷺ افضل و بہترین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ ہم اس بات کو بعید نہیں سمجھتے کہ "سکینہ" حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان پر ہے۔

اور امام احمد نے مسند میں "بطریق حبیب بن ابی ثابت عن عبد بر ھمدانی" اس حدیث کی تخریج فرمائی۔ (مسند احمد، ج ۱، ص ۱۱۶)

(۱۲) عبداللہ حدثنی ابی حدثنا اسماعیل بن ابراهیم انبانا منصور بن عبدالرحمن یعنی الغذالی الأشل عن الشعبی حدثنی ابو جحیفة الذی کان علی یسمیه وهب الخیر قال قال علی رضی اللّٰہ عنہٗ یا ابا جحیفة الاأخبرك بأفضل هذه الامة بعد نبیها قال قلت بلی قال ولم اکن أریٰ احداً افضل منه قال أفضل هذه الامة بعد نبیها ابوبکر و بعد ابی بکر رضی اللہ عنهما عمرؓ و بعد هما آخر ثالث ولم یسمهٗ. (مسند احمد، ج ۱، ص ۱۰۹)

ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ وھب الخیر کے نام سے پکارتے تھے۔ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے جحیفہ! کیا میں تجھ کو نبی اکرم ﷺ کے بعد افضل شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟ عرض کیا: ہاں اے امیر المومنین! حضرت جحیفہ فرماتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہتر کسی کو نہیں سمجھتا تھا۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا نبی اکرم ﷺ کے بعد اس امت کا افضل حضرت ابوبکر اور ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنھما ہیں اور ان دونوں کے بعد تیسرے شخص کا نام حضرت علیؓ نے ذکر نہیں فرمایا۔

(۱۳) عبداللہ حدثنا ابوبکر بن شیبة حدثنا شریك عن ابی اسحاق عن ابی جحیفة قال، قال علی رضی اللہ عنهٗ خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر وبعدابی بکر عمر رضی اللہ عنهما ولوشئت اخبرتکم بالثالث لفعلت.

(مسند احمد، ج ۱، ص ۱۰۹)

حضرت ابوجحیفہؓ سے روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے بعد اس امت سے افضل و بہتر ابوبکر اور ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنھما ہیں اور اگر میں چاہتا تو تمہیں تیسرے کے متعلق بھی بیان کرتا۔

(۱۴) عبداللہ حدثنا منصور بن ابی مزاحم حدثنا خالد الزیات حدثنی عون بن ابی جحیفه قال کان ابی من شرط علی رضی اللہ عنه و کان تحت

المنبر فحدثنی أبی انهٔ صعد المنبر یعنی علیا رضی الله عنهٔ فحمد الله تعالیٰ وأثنی علیه وصل علی النبی ﷺ وقال خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر والثانی عمرٰ رضی الله عنهما وقال یجعل الله الخیر حیث أحب.

(مسند احمد، ج ۱ ص ۱۰۹)

عون بن ابی جحیفہ فرماتے ہیں: میرے والد گرامی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپاہیوں میں سے تھے اور آپؓ کے سامنے منبر کے قریب بیٹھتے تھے۔ والد گرامی نے بتایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجا اور فرمایا رسول اکرم ﷺ کے بعد اس امت میں افضل ابو بکر اور ان کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ جہاں بھلائی کو بہتر سمجھتا ہے رکھ دیتا ہے۔

یہ پانچ احادیث ہیں جنہیں امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنے مسند میں تخریج فرمایا ہے، ان میں سے ایک حدیث مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے جس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ ان تمام احادیث کے راوی ایک ہیں لیکن باعتبار طرق مختلف ہیں۔ اگر یہ حدیث ایک ہی ہوتی تو امام احمد رضی اللہ عنہ اس کا تکرار نہ فرماتے۔ آپ کا بالتکرار اس حدیث پاک کو بیان کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی روایت کے طریقے مختلف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام احادیث میں الفاظ بھی مختلف استعمال ہوئے اگرچہ معنی کے اعتبار سے ان میں کچھ فرق نہیں۔ علم روایت کے ماہرین اس سے بخوبی واقف ہیں۔ میں تو ان علمائے اعلام کا ایک ادنیٰ متعلم ہوں۔ جب ایک حدیث بطریق متعددہ مروی ہو تو قوی ہو جاتی ہے۔ بہر حال مقصد یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہؓ سے افضل سمجھتے ہیں لیکن خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی فضیلت کا انکار فرما رہے ہیں۔ اور بر سر منبر علی الاعلان فرمارہے ہیں کہ مجھے سب سے افضل نہ سمجھنا بلکہ آنحضرت ﷺ کے بعد امت کے بہترین اور افضل شخص حضرت ابو بکر اور ان کے بعد

عمر فاروق رضی اللہ عنھما ہیں۔ آخری حدیث شریف کے آخری الفاظ پر غور فرمائیں تو واضح ہو گا کہ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جسے چاہتا ہے اور جسے محبوب رکھتا ہے اسے سب سے زیادہ خیر عطا فرما دیتا ہے۔ یعنی افضلیت اللہ تعالیٰ کی نوازش اور رحمت ہے جسے وہ محبوب رکھے اسے افضل بنادے۔

پس جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور غلامی کا دعویٰ کرتا ہے اسے آپؓ کے ان اقوال پر تہہ دل سے عمل کرتے ہوئے فضیلت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تسلیم کرنا چاہیے، یہی سیدنا رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے جسے وہ فضل خدا کے نام سے پکار رہے ہیں۔

(۱۵) حدثنا محمد بن كثير أخبرنا سفيان حدثنا جامع بن ابى راشد حدثنا ابو ليلى عن محمد بن الحنفية رضى الله عنه قال قلت لأبى اى الناس خير بعد رسول الله ﷺ قال ابوبكر قلت ثم من قال ثم عمر وخشيت أن يقول عثمان قلت ثم انت قال ماأنا الارجل من المسلمين.

(بخاری شریف، مناقب ابوبکر صدیقؓ، عمدة القاری، ج ۱۶، ص ۱۸۶)

حضرت محمد بن حنفیہؒ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد گرامی (یعنی حضرت علیؓ) سے عرض کیا کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد افضل کون ہے؟ فرمایا: "ابوبکر" میں نے عرض کیا پھر کون ہے؟ فرمایا "عمر" اور میں ڈر گیا کہ یہ کہیں "عثمان" (لہذا) میں نے عرض کیا پھر ان کے بعد تو آپ افضل ہیں؟ فرمایا "نہیں میں تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں (آپ نے کسر نفسی اور تواضع اختیار فرمائی)

صاحب عمدۃ القاری فرماتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ کے خوفزدہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟ شاید یہ ہے آپ کے گمان میں حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ سے افضل ہوں اسی بنا پر آپ کو خوف لاحق ہوا کہ کہیں جواب میں "عثمان" نہ کہہ دیں۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اہل سنت میں سے کچھ لوگ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتے ہیں مگر اکثر اس کے خلاف ہیں۔

عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

نوٹ : محمد بن حنفیہ، محمد بن علی ابن ابی طالب ہیں اور آپ کی کنیت ابو القاسم ہے لیکن والدہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے وہ محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور آپ کی والدہ یمامہ کے قیدیوں میں سے تھیں، ان کا پورا نام خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمہ بن ثعلبہ بن یربوع بن ثعلبہ بن دوئل بن حنفیہ ہے۔ آپ ۶۵ برس کی عمر میں ۸۱ھ میں مدینہ شریف کی ایک پہاڑی رضوی میں فوت ہوئے اور بقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

آپ نے افضلیت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ۱۵ احادیث ملاحظہ فرمائیں جو نص کی حیثیت رکھتی ہیں، جن پر اعتقاد ضروری ہے۔ اسی لئے ایک جماعت کبیر کا اتفاق ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ سب سے افضل ہیں۔

صرف محبت کی بنا پر چار خلفاء کو ایک دوسرے پر ترجیح دینا کیسا؟

امام زرقانی فرماتے ہیں :

(فان قلت من اعتقدفی الخلفاء الاربعة الافضلية على الترتيب المعلوم ولكن محبتهٗ لبعضهم تكون أكثر هل يكون آثمابه أم لا) يأثم بذالك لان المحبة ليست فى قدرته (أجاب شيخ الاسلام الولى بن العراقى بأن المحبة قدتكون لأمر دينى وقدتكون لأمر دنيوى فالمحبة الدينية لازمة للأفضلية فمن كان أفضل كانت محبتنا الدنية لهٗ أكثر فمتى اعتقدنافى واحد منهم انهٗ أفضل ثم أحببنا غيرهٗ من جهة الدين أكثر كان تناقضا) والنقيضان لايجتمعان فلايتصور عقلا أن نحب أحدهما من جهة الدين ولاجله ونحب الآخر من تلك الجهة أكثر منه (فمن اعترف بأن أفضل هذه الامة بعد نبيها ﷺ ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم على رضى الله عنهم لكنه

أحب عليا أكثر من ابى بكر مثلا فان كانت المحبة المذكورة محبة دينية فلامعنى لذالك اذالمحبة الدينية لازمة للأفضيلة كما قررنا وهذا لم يعترف بأفضلية أبي بكر رضى الله عنه الابلسا نه واما بقلبه فهو مفضل لعلى لكونه أحبه، محبة دينية زائدة على محبة أبى بكر وهذالايجوز) من لغة النصوص وقدقال عبدالرزاق أفضل الشيخين بتفضيل على رضى الله عنهٗ إيا هما على نفسه ولولم يفضلهما بأفضليتهما كفى بى أن أحب عليا رضى الله عنه ثم أخالف قولهٗ.
(رزقانی علی المواهب، ج ۷ ص ۴۳)

"اگر تو کہے کہ جو شخص خلفائے اربعہ کی فضیلت میں معلوم ترتیب پر اعتقاد رکھتا ہو اور پھر ان میں سے بعض کے ساتھ محبت کی وجہ سے اسے ترجیح دیتا ہو، اس کا حکم کیا ہے؟ کیا ایسا کرنے والا گنہ گار نہیں؟ ایسا کرنے سے گنہ گار ہو گا کیونکہ محبت اس کے اختیار میں نہیں۔ اس کا جواب شیخ الاسلام ولی بن عراقی نے اس طرح دیا ہے کہ محبت کبھی امر دینی کیلئے ہوتی ہے اور کبھی اَمر دنیاوی کیلئے۔ پس محبت دینی افضلیت کو لازم ہے یعنی جو شخص افضل ہو گا اس کے ساتھ محبت دینی بھی زیادہ ہو گی۔ پس جب ہم نے ان میں سے ایک کے متعلق اعتقاد کر لیا کہ وہ افضل ہے اور دین کی جہت سے دوسرے کے ساتھ محبت زیادہ ہو یہ تناقض ہے اور اجتماع نقیضین ہو نہیں سکتا۔ عقلا کے نزدیک یہ بات متصور نہیں ہو گی کہ ان میں سے ایک کے ساتھ جہت دین کے اعتبار سے محبت کریں اور دوسرے کو اس جہت کے اعتبار سے پہلے سے زیادہ محبت کریں۔ جس نے یہ اعتراف کر لیا کہ بعد از نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ پھر عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم۔ اور اس کے بعد حضرت علیؓ سے محبت زیادہ کرتا ہے بنسبت حضرت ابوبکرؓ کے۔ پس اگر یہ محبت دینی ہے تو ایسی محبت کرنے کا کیا معنی؟ اس لئے کہ محبت دینی افضلیت کو لازم ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا اور حضرت علیؓ سے ایسی محبت کر کے حضرت صدیق اکبرؓ کی افضلیت کا اقرار صرف زبانی ہے جبکہ دل سے وہ حضرت علیؓ کو افضل گردانتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نصوص

کی رو سے ایسا فعل جائز نہیں۔ شیخین کی فضیلت اس لیے ہے کہ خود حضرت علیؓ نے اپنے آپ پر ان کو فضیلت دی۔ اگر حضرت علیؓ انہیں افضل قرار نہ دیتے تو میں بھی اس کا قائل نہ ہوتا۔ میرے لئے یہی عیب کافی ہے کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھوں اور آپ کے قول کی مخالفت کروں (یعنی اگر شیخین کو فضیلت نہ دوں تو حضرت علیؓ کے قول کی مخالفت ہے اور یہ محبت کے منافی ہے کیونکہ جس سے محبت کی جاتی ہے اس کی ہر بات پر سر تسلیم خم کیا جاتا ہے)"

کاش! ہمارے محبان علی رضی اللہ عنہ بھی امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ کے قول پر عمل کرتے اور معیوب و معتوب نہ گردانے جاتے۔ امام زرقانی علیہ الرحمۃ اور امام قسطلانی نے بڑے خوبصورت انداز میں افضلیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان فرمائی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے وہ ہی افضل ہوتا ہے۔ پس خلفائے راشدین میں جو ترتیب افضلیت کے اعتبار سے ہے وہی محبت کے لحاظ سے۔ جو سب سے افضل ہے وہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر کوئی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو افضل تسلیم کرے اور محبت حضرت علیؓ سے زیادہ کرے، عقلاً بھی غلط ہے اور شرعاً بھی۔

امام زرقانی علیہ الرحمۃ نے روایت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کو شیخین کی افضلیت کے مخالفین پر الزاما نقل فرمایا ہے۔

(ثم ان افضلهم على الاطلاق عند أهل السنة اجماعًا) منهم (ابوبكر) الصديق رضى الله عنه (ثم عمر رضى الله عنهٗ) والزامًا لمن خالفهم مماثبت عن على رضى الله عنهٗ فى صحيح البخارى عن محمد بن حنفيه قال قلت لابى اى الناس خير بعد الرسول ﷺ...... الى آخر الحديث

(زرقانى على المواهب، ج ۷، ص ۳۶)

"صحابہ میں سے علی الاطلاق افضل، اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے مخالف ہیں ان کیلئے جواب، خود حضرت علیؓ کا فرمان ہے جس کے مطابق صدیق اکبرؓ

سب سے افضل ہیں۔ اسے محمد بن حنفیہ نے روایت کیا جو لوپر گذر چکی ہے۔ (حدیث نمبر ۱۵)

اس کے بعد امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وفي تقديم عثمان بعد ابي بكر و عمر واهل السنة لفظ الفتح كما هو مشهور عند جمهور أهل السنة (على ان عليا رضى الله عنه بعد عثمان وذهب بعض السلف الى تقديم على رضى الله عنه على عثمانؓ وممن قال به سفيان الثورى) وحكاهُ عن اهل السنة من الكوفيين وحكى عن اهل السنة من البصريين تقديم عثمان وقال الخطابي لكن ثبت عن الثورى في آخر قوليه تقديم عثمان وقدقال الدارقطني من قدم عليا على عثمان فقد ازرىٰ بالمهاجرين والانصار وسبقه اليه الثورى نفسهُ فروى الخطيب بسند صحيح عنهُ من قدم عليا على عثمان فقدأزرىٰ باثنى عشر الفًا مات نبى الله ﷺ وهو عنهم راض. (زرقانی علی المواهب، ج ۷، ص ۳۸)

امام قسطلانی فرماتے ہیں شیخین کی افضلیت کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ جمہور اہل السنۃ کے نزدیک یہی مشہور ہے اور بعض سلف اس طرف گئے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر مقدم ہیں۔ اور یہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ آپ نے یہ قول اہل سنت کو قبول کا بیان فرمایا۔ اور بصریوں میں سے اہل سنت سے یہ منقول ہے کہ حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں۔ حافظ دارقطنی فرماتے ہیں: جس نے حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر مقدم سمجھا اس نے صحابۂ مہاجرین وانصار پر عیب لگایا لیکن اس قول میں سفیان ثوری خود سبقت لے گئے۔ خطیب بغدادی نے بسند صحیح سفیان ثوری سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ کو جس نے حضرت عثمانؓ پر فضیلت دی اس نے بارہ ہزار صحابہؓ پر عیب لگایا جبکہ نبی کریم ﷺ ان سے راضی تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ اس جہاں سے تشریف لے گئے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول دلالت کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات سے قبل تمام صحابہ کرام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر مقدم سمجھتے تھے اور حضرت سفیان ثوریؒ نے نبی اکرم ﷺ کی وفات مبارکہ کے بارہ سال بعد یہ بات کہی۔ معلوم ہوا حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنے پہلے قول سے رجوع فرمالیا تھا اور جمہور کے قول کو پسند فرمایا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر توقف اختیار فرمایا جیسا کہ آپ سے ثابت ہے۔ امام زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی (مدونہ) میں کتاب الدیات کے آخر میں امام صاحب سے سوال کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد لوگوں میں سے کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''ابو بکر پھر عمر رضی اللہ عنھما۔ کیا اس میں کسی کو شک ہے؟'' یعنی شیخین کی فضیلت یقینی ہے اس کے بعد آپ سے کہا گیا حضرت علی اور عثمان غنی رضی اللہ عنھما میں کون افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: ''میں نے کوئی ایسی چیز نہیں پائی کہ ان دونوں میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت دوں لہٰذا سکوت ہی بہتر ہے''۔

مالکیہ میں سے ایک جماعت نے امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے اس قول کی اتباع کی۔ ان میں سے آپ کے شاگرد یحیٰ بن سعید قطان اور متاخرین میں سے ابن حزم ہیں لیکن قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا رجوع بیان فرمایا ہے اور حضرت عثمانؓ کی حضرت علیؓ پر فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں: امام مالک اور سفیان ثوری سے یہی مشہور ہے اور آئمہ حدیث وفقہ سب اسی پر متفق ہیں اور متکلمین میں سے اکثر کا یہی قول ہے اور امام قرطبی فرماتے ہیں: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہی صحیح ہے۔

امام بخاری نے مناقب ابو بکر کے ماتحت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

کنانخیر بین الناس فی زمن النبی ﷺ فنخیر ابابکر ثم عمربن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم.

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

ای کنا نقول فلان خیر من فلان وفلان خیر من فلان فی زمن النبی ﷺ وبعدہٗ کنا نقول ابوبکر رضی اللہ عنہٗ خیر الناس ثم عمر ثم عثمان وفی روایۃ عبید اللہ بن عمر عن نافع الآتیہ فی مناقب عثمان کنا لانعدل بأبی بکر ای لانجعل لہٗ مثلا وفی روایۃ الترمذی (کنا نقول ورسول اللہ ﷺ حی ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم) وقال حدیث صحیح غریب ورواہ الطبرانی بلفظ (کنانقول ورسول اللہ ﷺ حی أفضل ہذہ الامۃ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم یسمع ذالك رسول اللہ ﷺ فلاینکرہ) وعلی ہذا أہل السنۃ والجماعۃ . (عمدۃ القاری، ج ١٦، ص ١٧٧)

زمانۂ نبوی میں ہم ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہوئے کہتے تھے کہ فلاں، فلاں سے افضل ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کے بعد ہم کہتے تھے حضرت ابوبکرؓ سب سے افضل ہیں اور آپ کے بعد عمر فاروق اور پھر عثمان غنی رضی اللہ عنھم۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت جو بحوالہ عبید اللہ بن عمر بن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ "مناقب عثمان" میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے یعنی آپ کی مثل کوئی دوسرا نہ تھا اور ترمذی کی روایت میں ہے۔ "ہم کہتے تھے (یعنی افضلیت کی بات) اور نبی کریم ﷺ حیات تھے کہ سب سے افضل ابوبکر پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنھم ہیں۔

فرمایا یہ حدیث صحیح غریب ہے اور اس کو طبرانی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا۔ ہم کہتے تھے حالانکہ نبی اکرم ﷺ حیات تھے کہ اس امت کے افضل حضرت ابوبکر صدیق اور پھر عمر فاروق اور پھر عثمان غنی رضی اللہ عنھم۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات سنی اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس کا انکار نہیں فرمایا۔

گویا نبی کریم ﷺ کا انکار نہ فرمانا، افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تصدیق

ہے۔امام بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :اسی پر اہل سنت وجماعت متفق ہیں۔
حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں (امام بخاریؒ کی حدیث بروایت عبید اللہ بن عمرؓ کے تحت)

ثم نترك أصحاب النبیﷺ ای ارادوا انهم بعدتفضیل الشیخین وعثمان رضی الله عنهم لایتعرض لأصحاب النبیﷺ بعد هم بالتفضیل وعدمه وذالك لانهم یجتهدون فی التفضیل فیظهر لهم فضائل هولاء الثلاثة ظهوراً بینا.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنھم کے بعد اصحاب نبی ﷺ کو ہم ان کے حال پر چھوڑتے ہیں اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہیں دیتے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ان اصحاب کے بعد باقی صحابہ کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دینا اس لئے ہے کہ جب انہوں نے تفضیل میں اجتہاد کیا تو ان تینوں حضرات کے فضائل کھلم کھلا ظاہر ہوئے اور انہوں نے (صحابہؓ نے)اس پر یقین کر لیا۔

لیکن یہاں اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت علیؓ کو ترتیب افضلیت سے کیوں خارج کیا؟ علامہ عینی جواباً کہتے ہیں کہ پہلے تینوں صاحب الرائے ہونے کی وجہ سے ترتیب افضلیت میں آگئے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے لہذا ان تینوں سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے پہلے تینوں کا ذکر کیا اور حضرت علیؓ کا ذکر نہ کیا۔ اور یہ بات نہیں کہ حضرت علیؓ کو اس کا اہل نہیں سمجھا گیا بلکہ صرف آپ کے بچنے کی وجہ سے ایسا ہوا۔ ورنہ حضرت علیؓ کا فضل وشرف ہر طرح سے ظاہر وعیاں ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث مبارکہ کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

(قوله كنا نخير بين الناس فی زمان رسول اللهﷺ) ای نقول

فلان خير من فلان وفي رواية عبدالله بن عمر عن نافع الآتية في مناقب عثمان رضي الله عنهُ لانعدل بأبي بكر، اى لانجعل لهُ مثلاً وقوله ثم نترك أصحاب رسول الله ﷺ ناتي الكلام فيه ولأبي داؤد من طريق سالم عن ابن عمر كنا نقول ورسول الله ﷺ حي أفضل امة النبي ﷺ بعدهُ ابوبكر ثم عمر ثم عثمان رضي الله عنهم زاد البطراني في رواية فيسمع ذالك رسول الله ﷺ فلم ينكره و روى خيثمة بن سليمان في فضائل الصحابة من طريق سهيل بن أبي صالح عن ابيه عن ابن عمر كنا نقول اذاذهب ابوبكر و عمر وعثمان استوى الناس فيسمع النبي ﷺ ذالك فلم ينكرهُ وفي الحديث تقديم بعد ابي بكر وعمر رضي الله عنهما كما هوالمشهور عند جمهور أهل السنة وذهب بعض السلف اى تقديم على رضى الله عنه على عثمان رضي الله عنهُ ومن قال به سفيان الثوري ويقال انه رجع عنه وقال به ابن خزيمة وطائفة قبلهُ وبعدهُ (فتح البارى، ج ۷، ص ۱٦)

"قولہ (کناتخیر بین الناس فی زمان رسول اللہ ﷺ) یعنی ہم کہتے تھے فلاں، فلاں سے افضل ہے اور عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں ہم ابو بکرؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، ان کے بعد عمر فاروق پھر عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد باقی اصحاب رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیتے اور کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے اور اس میں کلام بعد میں آئے گا۔ ابو داؤد نے "عن طريق سالم عن ابن عمرؓ" روایت کیا ہے کہ ہم فضیلت کی بات کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ ہم میں زندہ تشریف فرما تھے۔ ہم کہتے تھے کہ امت کے افضل شخص بعد از رسول اکرم ﷺ ابو بکر صدیقؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہما۔ طبرانی نے اس حدیث میں یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں۔

"رسول اللہ ﷺ نے یہ بات سنی اور انکار نہیں فرمایا"

خیثمہ بن سلمان نے فضائل صحابہؓ میں بحوالہ عبداللہ بن عمر روایت بیان

فرمائی کہ ہم لوگ کہتے تھے جب حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنھم چلے جائیں گے تو لوگ باعتبار فضیلت برابر ہوں گے یعنی کوئی کسی سے افضل نہیں ہوگا۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ نے سنی اور انکار نہیں فرمایا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں حدیث سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقدم ہونا ثابت ہے جیسا کہ جمہور اہل سنت کے نزدیک ہے۔

بعض اسلاف حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر مقدم سمجھتے ہیں، یہ قول سفیان ثوری کا ہے اور ان کا رجوع بھی منقول ہے۔ ابن خزیمہ کا بھی یہی قول ہے اور ایک گروہ کا جو اس سے پہلے اور بعد میں ہوا ہے ان کا بھی یہی قول ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے علامہ ابن البر کا اس حدیث مبارک پر اعتراض نقل فرمایا ہے۔

وادعى ابن البر ايضا ان هذا الحديث خلاف قول اهل السنة ان عليا أفضل الناس بعد الثلاثة فانهم أجمعوا على ان عليا أفضل الخلق بعد الثلاثة ودل هذا لاجماع على ان حديث ابن عمر رضى الله عنه غلط وان كان السند اليه صحيحا. قال ابن حجر العسقلاني . والذى أظن ان ابن عبدالبر انما أنكر الزيادة التي وقعت في رواية عبيد الله بن عمر وهي قول ابن عمر، ثم نترك أصحاب رسول الله ﷺ . الخ لكن لم ينفرد بها نافع فقد تابعه ابن الماجشون أخرجهٗ خيثمة من طريق يوسف بن الماجشون عن ابيه عن ابن عمر، كنافي عهد رسول الله ﷺ ابوبكر و عمر و عثمان ثم ندع أصحاب رسول الله ﷺ فلا نفاضل بينهم ومع ذالك فلايلزم من تركهم التفاضل اذذاك أن لايكونوا اعتقدوابعد ذالك تفضيل على رضى الله عنه على من سواهٗ والله أعلم وقداعترف ابن عمر بتقديم على رضى الله عنه علىٰ غيره

(فتح الباری، ج ۷، ص ۱۶، ۱۷)

ابن البر نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ قول (حدیث شریف) اہل سنت کے قول کے خلاف ہے اور اہل سنت کا قول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اصحاب ثلاثہ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں اور اس فضیلت پر اجماع ہے۔ لہٰذا یہ اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث ابن عمر غلط ہے اگرچہ ان کی طرف اس کی سند صحیح ہو۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں میرے گمان میں ابن عبد البر نے عبید اللہ ابن عمر کی روایت میں جو زیادتی (یعنی حضرت عثمانؓ کے بعد ہم صحابہ میں کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دیتے تھے) ہے اس کا انکار کیا ہے۔ اور اس زیادتی میں نافع منفرد نہیں بلکہ ابن الماجشون بھی اسی طرف گئے ہیں۔ خیثمہ بن سلمان نے بطریق یوسف بن ماجشون عن ابن عمر اسی طرح تخریج کیا ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔

ہم عہد رسالت مآب میں حضرت ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کو بالترتیب فضیلت دیتے اور باقی صحابہ کو چھوڑ دیتے (یعنی ایک دوسرے پر فضیلت نہ دیتے)

مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت علیؓ اصحاب ثلاثہ کے بعد ساری مخلوق سے افضل نہیں بلکہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کا باقی ماندہ لوگوں سے مقدم ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ امام احمد نے مسند میں بسند حسن حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے نقل فرمایا کہ آپ فرماتے ہیں۔

ہم زمانہ ء نبوی میں حضرت ابوبکر پھر عمر اور پھر عثمان رضی اللہ عنہم کو فضیلت دیتے تھے اور حضرت علیؓ تین ایسی خصلتوں سے نوازے گئے ہیں کہ اگر ان میں سے صرف ایک مجھے عطا کر دی جاتی تو میرے نزدیک سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔

نوٹ: عربوں میں سرخ اونٹ سب سے زیادہ قیمتی تصور ہوتے تھے۔

وہ تین خصلتیں یہ ہیں۔

(۱) رسول اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی آپؐ کے نکاح میں دی اور حضرت علیؓ کے ہاں ان سے اولاد پیدا ہوئی۔

(۲) نبی کریم ﷺ نے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیئے مگر حضرت علیؓ کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔

(۳) خیبر کے دن حضور ﷺ نے آپؓ کو جھنڈا عطا فرمایا۔

نسائی نے علاء بن عرار کے طریق سے تخریج فرمائی کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے علی و عثمان رضی اللہ عنہما کے متعلق خبر دیجئے: بس انہوں نے مندرجہ بالا حدیث بیان کی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اے علاء! علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق مجھ سے سوال نہ کر صرف یہ دیکھ کہ رسول اکرم ﷺ کے نزدیک ان کی کیا منزلت ہے۔ کہ تمام دروازے بند کر دیئے گئے مگر آپؓ کا دروازہ بند نہیں ہوا۔

اس حدیث کے متعلق ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں "رجالہٗ رجال الصحیح" اور یحیٰ بن معین اور دیگر علماء اعلام نے اس حدیث کی توثیق فرمائی۔

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ، اصحاب ثلاثہ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں اور امام بخاریؒ کی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت علیؓ کی افضلیت کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے، اس لئے یہ حدیث شریف مسلمانوں کے اجماع کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ ابن عبدالبر کا خیال ہے جبکہ ابن عمرؓ کی دوسری حدیث میں فضیلت علیؓ روز روشن کی طرح عیاں ہے، اس لئے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ پر طعن بعید از عقل ہے۔

اور اسی طرح امام زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا:

(زرقانی علی المواہب، ج ۷، ص ۳۸)

افضلیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ضمن میں، میں نے جو کچھ تحریر کیا وہ علماء کرام کی تصریحات مقدسہ ہیں۔ ان کی معتبر کتب سے جو کچھ نقل کیا ہے اس میں دیانت کے دامن کو نہیں چھوڑا اور من و عن عبارات نقل کر دی ہیں۔

خدائے ذوالجلال بصیرت عطا فرمائے اور عدل و انصاف کی توفیق!

آمین

خلافت سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے باب میں پہلے علماء محدثین و مفسرین اور آئمہ متکلمین کے اقوال پیش کروں گا۔ اور علماء کے درمیان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں اختلاف کہ آیا یہ خلافت منصوص ہے یا نہیں، اس کے متعلق بھی تصریحات پیش کی جائیں گی۔ وہ احادیث بھی نقل کروں گا جن سے خلافت ابو بکرؓ کا اظہار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بوسیلہ شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین سید الانبیاوالمرسلین، رسول معظم، ہادی اعظم، نور مجسم نبی اکرم ﷺ حق بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

علامہ عمر نسفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ان الخلافة بعد رسول الله ﷺ لأبی بکرثم لعمر ثم لعثمان ثم لعلی رضی الله عنهم وذالك لان الصحابة قد اجتمعوا یوم توفی رسول الله ﷺ فی سقیفة بنی ساعدة واستقرادیهم بعد المشورة والمنازعة علی خلافة ابی بکر رضی الله عنه فاجمعوا علیٰ ذالك وبایعه علی رضی الله عنه علی روؤس الاشهاد بعد توقف کان منه ولولم تکن الخلافة حقالهٗ لما اتفق علیه الصحابة ولنازعهٗ علی رضی الله عنهٗ کما نازع معاویة ولاحتج علیهم لوکان فی حقه نص کما زعمت الشیعة وکیف یتصور فی حق أصحاب رسول الله ﷺ الاتفاق علی الباطل وترك العمل بالنص الوارد. وما وقع من الاختلاف بین الشیعة وأهل السنة والجماعة فی هذه المسئلة وادعی کل من الفریقین النص فی باب الامة وایرادالاسولة والاجوبة من الجانبین فمذکور فی المطولات. (شرح عقائد نسفی، ص ۲۲۶)

یعنی رسول اکرم ﷺ کے بعد خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کیلئے تھی پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی اور پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنھم اس مسند پر جلوہ

افروز ہوئے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین رسول اکرم ﷺ کی وفات مبارک کے بعد قبیلہ انصار میں سے بنی ساعدہ کے برآمدہ میں اکٹھے ہوئے، مہاجرین وانصار کے باہمی مشورہ اور استحقاق خلافت میں انصار کا جھگڑا کرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر اکٹھے ہوگئے اور حضرت علیؓ نے کچھ توقف کے بعد حاضرین کے سامنے علی الاعلان حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ اگر یہ صدیق اکبرؓ کا حق نہ ہوتا تو صحابہ کبھی بھی اس امر پر مجتمع نہ ہوتے۔ اور حضرت علیؓ بھی خلافت میں حضرت ابوبکرؓ سے جھگڑا کرتے جیسے امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے جھگڑا کیا۔ اور اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی نص ہوتی تو ضرور آپ صحابہ پر حجت قائم کرتے جیساکہ روافض وشیعہ کا گمان ہے۔ اور اصحاب رسول ﷺ کے حق میں کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے باطل پر اتفاق کر لیا اور جو حضرت علیؓ کے حق میں وارد ہوئی اس پر عمل ترک کر دیا۔ تو گویا ایسی صورت میں صحابہ کرام گناہ کے مرتکب ہوئے جنہوں نے باطل (یعنی خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) پر اتفاق کر لیا۔ (العیاذ باللہ) اور شیعہ واھل سنت کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے اور فریق نے امامت کے باب میں نص کا دعویٰ کیا ہے اور جانبین سے اس بارے میں سوال وجواب کا سلسلہ وارد ہے جو مطولات میں مذکور ہے۔ جیسے شرح مقاصد، شرح مواقف اور اربعین مرازی وغیرھا۔

لیکن اہل سنت وجماعت کے نزدیک خلافت ابوبکر صدیقؓ منصوص نہیں بلکہ جمہور اہل سنت کا قول ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد خلیفہ بلا فصل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں اور جمہور کا قول اجماع ہے جیساکہ علامہ محمد حسن سنبھلی نے نظم الفرائد میں تحریر فرمایا۔ بس اہل سنت کا اجماع ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ ہی خلیفہ ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں۔

انهم اختلفوا في ذالك ومن تأمل الاحاديث التي قدمناها علم من أكثرها انهٗ نص عليها نصا ظاهراً وعلى ذالك جماعة من المحدثين

وهوالحق، وقال جمهور اهل السنة والمعتزلة والخوارج لم ينص على أحد وقال ابن حزم في نقط العروس في ابی بکر والذی أدين الله به انهٗ ولی الخلافة بعهدمن رسول اللهﷺ ونص عليه لاجماع اهل الاسلام على تسميته خليفة رسول الله ولم يسم بهذا الاسم أحد غيره ولامن استخلفهٗ رسول اللهﷺ على المدينة ولامن استخلف على الصلوات في غزواته وحجته ثم القصة المرأة السابقة وفيها قول الرسولﷺ فابوبكر فهونص

(صواعق محرقه، ص ٢٦)

علماء کا ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے منصوص ہونے میں اختلاف ہے۔ میں نے جو احادیث اس سے قبل نقل کی ہیں ان میں تامل کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بظاہر وہ خلافت صدیق اکبرؓ پر نص ہیں۔ اور محدثین کی ایک جماعت نے اسے ہی اختیار کیا ہے اور حق بھی یہی ہے۔ جمہور اہل السنۃ اور معتزلہ و خوارج کا قول یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت منصوص نہیں۔ ابن حزم نے "نقط العروس" میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں فرمایا، جس کو میں اللہ تعالیٰ کا دین سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ رسول اکرم ﷺ کے عہد کے مطابق خلیفہ ہیں اور اسی پر نص ہے۔ کیونکہ اہل اسلام کا ان کے خلیفۃ رسول نام رکھنے میں اجماع ہے اور سوائے صدیق اکبرؓ کے کسی اور کا نام خلیفۃ الرسول نہیں رکھا گیا اگرچہ کوئی شخص مدینہ میں خلیفہ بنایا گیا ہو یا نمازوں میں غزوات کے اندر خلیفہ بنایا گیا اور چاہے حج کے اندر ایسا ہوا ہو۔

پھر ابن حزم نے اس قصے کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب ایک عورت نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (ﷺ)! اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو کس سے ملوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ابوبکرؓ سے" ابن حزم کے مطابق یہ واقعہ بھی خلافت صدیق اکبرؓ پر نص ہے۔

ابن حجر مکی کی مزید تحریر ملاحظہ ہو۔

وعلی کل فھو ﷺ کان یعلم لمن ھی بعدہٗ باعلام اللہ لہٗ ومع ذالك فلم یؤمر بتبیلغ الامۃ النص علی واحد بعینہٖ عند الموت وانما ورت عنہ ظواھر ماتدل علی انہٗ علم باعلام اللہ لہٗ انھا لابی بکر ماخبر بذالك کمامر.

بہر حال نبی کریم ﷺ خدائے عزوجل کے بتائے سے علم رکھتے تھے کہ میرے بعد خلافت کس کا حق ہے۔ اس کے باوجود نبی کریم ﷺ کو بوقت وفات یہ حکم نہیں دیا گیا کہ کسی ایک معین شخص کی خلافت کا علی الاعلان ذکر کیا جائے۔ سوائے اس کے کہ نبی اکرم ﷺ سے ایسی ظاہر روایات ملتی ہیں جو اس امر پر دلیل ہیں کہ خلافت بعد از وفات ابوبکر صدیقؓ کیلئے ہے۔ اور اسی طرح آپ نے خبر دی۔

چونکہ خلافت صدیق اکبرؓ کا نبی اکرم ﷺ کو یقین تھا اس لئے نص وارد نہیں فرمائی۔ چونکہ اعلام نبوت کے مطابق لامحالہ طور پر حضرت ابوبکرؓ ہی خلافت کے اہل ٹھہرتے تھے لہٰذا صریحاً نام لے کر آپؓ کو اس اَمر سے آگاہ نہیں کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کو اس بات کا علم ہونا، خلافت ابوبکرؓ پر نص ہے۔ جبکہ دوسرے اعتبار سے آپ ﷺ کا وقت وفات معین نہ فرمانا اس بات کی علامت ہے کہ خلافت صدیق اکبرؓ منصوص نہیں۔

علامہ ابن عبدالبر نے اس پر بڑی نفیس گفتگو فرمائی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

واستخلفہ رسول اللہ ﷺ علی امتہٖ من بعدہٖ بما اظھر من الدلائل البینۃ علی محبتہٖ فی ذالك و بالتعریض الذی یقوم مقام التصریح بم یصرح بذالك لانہٗ لم یؤھر فیہ بشئی وکان لایضع شیئًا فی دین اللہ الابوحی والخلیفۃ رکن من ارکان الاسلام.

(الاستیعاب علی الاصابۃ، ج ۹، ص ۲۴۹)

"نبی کریم ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کو بعد از وفات خلیفہ مقرر فرمایا ہے اس پر دو باتیں بطور دلیل ہیں۔

ایک تو نبی کریم ﷺ کی واضح اور شدید محبت جو حضرت ابوبکرؓ سے تھی۔ ظاہر کرتی ہے کہ وفات پیغمبر ﷺ کے بعد آپؓ ہی خلیفہ ہوں گے۔

دوم: تعریض (اشارے کنائے میں کوئی بات کہنا) کہ جو تصریح کے قائم

مقام ہے اور تصریح اس لئے نہ فرمائی کہ آپ ﷺ کو حکم نہ دیا گیا تھا۔ نبی کریم ﷺ دین کا کوئی کام بلا وحی نہ کرتے تھے۔ اور خلافت دین کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ (یعنی جب تک رب ذوالجلال تصریح کا حکم نہ فرماتا آپ ﷺ خود کیسے کر سکتے تھے جبکہ معاملہ دین کے متعلق تھا)

یہ تعریض تصریح کے قائم مقام ہے اگر آپ کی خلافت منصوص نہ بھی تسلیم کی جائے تو اجماع صحابہؓ ہی اس کیلئے نص ہے۔

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں۔

واما ابوبکر رضی الله عنه فقد علمت النصوص السابقة المصرحة بخلافته وعلى فرض ان لانص عليه ايضا وفى اجماع الصحابة عليها غنى عن النص اذهوأقوىٰ منه لان مدلوله قطعى و مدلول خبر الواحدظنى. (صواعق محرقه، ص ٢٩)

سابقہ اوراق میں گذرنے والی احادیث خلافت ابوبکر صدیقؓ میں صراحتاً دلالت کرتی ہیں اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ کی خلافت پر کوئی نص نہیں تو اجماع صحابہؓ جو آپ کی خلافت پر ہے نص سے مستغنی ہے۔ اس لئے کہ اجماع صحابہؓ نص سے اَقوی ہے کیونکہ اجماع صحابہ کا مدلول قطعی ہے جبکہ خبر واحد کا مدلول ظنی ہے۔

کیونکہ علماء نے فرمایا "**اجماع الصحابة حجة قاطعة**" یعنی صحابہ کرام کا اجماع یقینی حجت ہے۔ پس ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ کی تصریح سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا اجماع، خلافت ابوبکر صدیق کو نص سے مستغنی کر دیتا ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ عقد خلافت کے وقت صحابہ کرام کی ایک جماعت نے اتفاق نہیں کیا جیسا کہ حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت زبیر و مقداد رضی اللہ عنھم، تو اجماع صحابہ نہ رہا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وليس من شرط ثبوت الخلافة اجماع الامة على ذالك بل متى عقد بعض صالحى الامة لمن هو صالح لذالك انعقدت وليس لغيره بعد

ذالك أن يخالفه ولاوجه الى اشتراط الاجماع لمافيه من تاخير الامة عن وقت الحاجة اليها على ان الصحابة لم يشترطوا فيها الاجماع عند الاختيار والمبايعة .

(شرح فقه اکبر، ص ۷۹)

"ثبوت خلافت کیلئے اجماع امت شرط نہیں یعنی اجماع امت پر ہی خلافت مشروط نہیں بلکہ امت سے بعض صالحین جس کو امامت کیلئے اہل سمجھیں، بیعت کر لیں تو اجماع امت منعقد ہو جاتا ہے اور اس کے بعد دوسرے کو اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے، اجماع کی شرط لگانے میں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کیونکہ یہ شرط امامت میں تاخیر کا باعث بنتی ہے جبکہ امامت کی ضرورت بھی ہے۔ اور علماء کے نزدیک امامت فرض یا سنت موکدہ میں سے ہے۔ اس بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صحابہ کرام نے کسی کی بیعت کرتے ہوئے اجماع کی شرط نہیں لگائی۔

ثابت ہوا کہ عقد بیعت کے وقت جمیع امت کا اجماع ضروری نہیں بلکہ صالحین امت لوگ کسی کو اہل سمجھتے ہوئے اس کی بیعت کر لیں تو اجماع منعقد ہو جائے گا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے عقد خلافت کے وقت چند لوگوں نے توقف کیا باقی سب آپ کی خلافت پر متفق تھے۔ جن میں حضرت عمر فاروقؓ پیش پیش تھے۔ لہذا یہ اجماع، نص سے قوی ہے۔

مزید ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

واجماع الصحابه حجة قاطعة لقوله عليه السلام لاتجمع امتي على الضلالة وقد بايعه على رضي اللهُ عنهُ على رؤس الاشهاد بعد توقف كان منه لعدم تفرغه قبل ذالك للنظر والاجتهاد لما غشيهُ من الحزن والكابة ولما تعلق به أمر التجهز والتكفين وامضاء الوصية فلما فرغ وتامل في القصة دخل فيما دخل فيه الناس .

(شرح فقه اکبر، ص ۷۷)

"اجماع صحابہ حجت قاطعہ ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی اور تحقیق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاضرین کے سامنے

علی الاعلان صدیق اکبرؓ کی بیعت کی اور یہ بیعت کچھ توقف کے بعد کی کیونکہ آپ نظر و اجتہاد میں مصروف رہے اور حزن و مصیبت نے آپ کو آغوش میں لے رکھا تھا جبکہ تجہیز و تکفین اور دیگر امور میں آپ کا وصیت کونا بھی آپ کے متعلق ہی تھا۔ جب ان تمام امور سے فارغ ہوئے تو معاملے میں غور کیا تو اس جماعت کے ساتھ ہو گئے جس نے بیعت کی تھی۔

جب حضرت علیؓ نے بیعت کر لی تو اجماع صحابہؓ ثابت ہو گیا اور یہ حجت قاطعہ ہے۔

علامہ عبدالشکور سیالمیؒ فرماتے ہیں۔

قال اهل السنة والجماعة الامامة ماكانت منصوصة لأحد والدليل عليها لأن الصحابه رضى الله عنهم اجتمعوا فى اليوم الذى توفى فيه النبىﷺ فى سقيفة بنى ساعدة المهاجرون والانصار فقالت الانصار منا امير وقالت المهاجرون منا امير فقالت الانصار منا امير ومنكم امير فلوكانت الامامة منصوصة فلانظن بأصحاب رسول اللهﷺ انهم يخالفون امرهٗ ووصية بقريب منه او قبل الدفن.

(التمهيد فى علم الكلام والتوحيد، ص ١٦٩)

اہل سنت وجماعت کا قول ہے کہ آپ کی امامت کسی کیلئے منصوص نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جس دن نبی اکرم ﷺ کی وفات مبارکہ ہوئی اس دن سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین و انصار جمع ہوئے اور انصار نے کہا کہ امیر ہم میں سے ہوگا اور مہاجرین نے کہا، امیر ہم میں سے ہوگا۔ اس کے جواب میں انصار نے کہا، انصار اپنا امیر بنا لیتے ہیں اور مہاجرین اپنے سے امیر بنا لیں۔ اگر آپؐ کی امامت منصوصہ ہوتی تو ہم اصحاب رسول ﷺ کے متعلق یہ گمان نہ کر سکتے تھے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی وصیت اور آپ ﷺ کے حکم کی، آپ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد یا قبل از وفات مخالفت کرتے۔ جب باہمی مشورہ کے بعد مہاجرین و انصار کی فکر مستحکم ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میرے گمان میں حضرت علیؓ اس قوم کی امامت کی اہلیت زیادہ رکھتے

ہیں۔ حضرت علیؓ کھڑے ہوئے، تلوار نیام سی نکالی اور کہا (حضرت ابو بکرؓ سے) اے خلیفہ رسول ﷺ! کھڑے ہو جائیے، آپ کو نبی کریم ﷺ نے مقدم فرمایا (نماز میں امامت کیلئے) کون ہے جو آپ کو موخر کرے (یعنی آپ کی خلافت سے انکار کرے) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، اے علیؓ! آپ امیر ہو اور حضرت علی کہنے لگے :اے خلیفہ رسول ﷺ! آپ امیر ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے امامت کیلئے آپ کو پسند فرمایا، مجھے حکم نہیں دیا۔ اے ابو بکرؓ! آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی ہے۔ لہذا ہم دنیا کے معاملے میں بھی آپ کو پسند کرتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے کتنے دن امامت کروائی؟ اس میں اختلاف ہے بعض روایات میں سات دن اور بعض میں تین دن کا عرصہ آیا ہے۔ لوگوں نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کر لی بغیر کسی مخالفت کے۔ اور بیعت منعقد ہونے کے بعد تدفین میں مشغول ہو گئے۔

علامہ سیالکی نے دلیل پیش کی کہ اگر خلافت منصوص ہوتی تو صحابہؓ میں اختلاف نہ ہوتا۔ پس خلافت صدیق اکبرؓ اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے اور یہی اجماع حجت قاطعہ ہے۔

علامہ بدر الدین عینی شارح بخاری، بخاری شریف کی ایک حدیث جو کتاب الصلوۃ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ولو کنت متخذا خليلا من امتي لأتخذت ابابكر ولكن اخوة الاسلام و مودتهٗ لايبقين في المسجد باب الاسد الاباب ابي بكر رضي الله لهٗ
اس کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

(ذكر مايستفاد منه من الفوائد) الاولىٰ ماقاله، الخطابي و هوان أمرهٗ ﷺ لسد الأبواب غير الباب الشارع الى المسجد الاباب ابي بكر يدل على اختصاص شديد لابي بكر واكراما لهٗ، لانهما كانا لايفترقان، الثانية فيه دلالة على انه أفردهٗ في ذالك الأمر لايشارك فيه فاولىٰ مايصرف اليه

التأويل فيه امر الخلافة واكثر الدلالة عليها مامره اياهُ بالاقامة فى الصلوة التى بنى لها المسجد قال الخطابى ولاأعلم ان اثبات القياس أقوىٰ من اجماع الصحابة علىٰ استخلاف ابى بكرؓ مستدلين فى ذالك باستخلافه اياهُ فى أعظم أمور الدين وهو الصلوة فقاسوا عليها سائر الامور .

(عمدة القارى، ج ٤، ص ٢٣٥)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔

اول : امام خطابی کا قول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ تمام دروازے بند کروائے جائیں مگر وہ دروازہ جو مسجد کی طرف جاتا ہے اسے نہیں اور وہ دروازہ ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی محترم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خاص بنایا اور اس میں حضرت ابوبکرؓ کی تکریم و عزت بھی ہے۔ اس لئے یہ دونوں آپس سے جدا نہ ہو سکتے تھے۔

دوم : آپ ﷺ نے یہ حکم دے کر حضرت صدیق اکبرؓ کی انفرادیت قائم کر دی جس میں کسی کو شریک نہیں بنایا اور اس حکم میں بہتر تاویل یہی ہے کہ آپؓ کی خلافت کا حکم دیا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر جو چیز آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے وہ نبی کریم ﷺ کا آپؓ کو امام بنانا اور اس منصب پر فائز کرنا...... امام خطابی کے نزدیک اثبات قیاس حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ بنانے میں اجماع صحابہ سے قوی نہیں ہے۔ امام خطابی فرماتے ہیں کہ آپؓ کی خلافت پر، امامت سے دلیل قائم کرنے والوں کو معلوم خالی ہونا چاہیے کہ اجماع صحابہؓ اس سے بڑھ کر قوی ہے کیوں کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت باجماع صحابہ ہے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں آخری ایام کے اندر حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ مقرر فرما کر آپ کی خلافت کی طرف اشارہ کر دیا۔ لیکن یہ ایک قیاس ہے اور صحابہ کرام نے بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ منتخب کر کے ثابت کیا کہ یہ کام بالاجماع واقع ہوا ہے۔ اور

صحابہ کرامؓ کا یہ اجماع قیاس سے قوی تر ہے۔

بدر الدین عینیؒ کا یہ قول علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مؤید ہے۔
جس میں آپ نے فرمایا کہ اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ کی خلافت پر کوئی نص نہیں تو اجماع صحابہؓ ہی سب سے بڑی نص ہے اور یہ سب سے مضبوط ہے جو باقی نصوص سے بے پرواہ کر دیتی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ، امام بخاریؒ کی ایک حدیث جسے انہوں نے "کتاب الاحکام" اور باب الاستخلاف کے ضمن میں درج کیا ہے، حضرت عائشہؓ سے منقول ہے۔

لقد هممت أو أردت ان ارسل الى ابى بكر و ابنه فاعهد أن يقول القائلون أيتمنى المتمنون ثم قلت يأبى الله ويدفع المومنون أيدفع الله ويأبى المؤمنون .

کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں۔

مطابقةٌ للترجمة من قوله لقد هممت أو أردت الى آخر الحديث.
قال المهلب فيه دليل قاطع على خلافة الصديق رضي الله عنهُ وهذا بما وعدبه لأبى بكر رضى الله عنه فكان كما وعد وذالك من أعلام نبوته وقوله (فاعهد) اى أوصى بالخلافة قوله (أن يقول)اى كراهتهُ أن يقول القائلون الخلافة لى أو لفلان قوله (أويتمنى المتمنون) اى أولحالة أن يتمنى أحد ذالك اى أعينهُ قطعا للنزاع وللإطماع قوله (يأبى الله) اى يأبى اليه الخلافة لغيرابى بكررضى الله عنهُ ويدفع المومنون ايضاغيرهُ

مھلب کہتے ہیں اس حدیث کے الفاظ خلافت صدیق اکبرؓ پر دلیل قاطع ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے وعدہ فرمایا اور جیسا وعدہ فرمایا ویسے ہی ہوا۔ اس اعتبار سے یہ اعلان نبوت میں سے ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔
اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ کوئی خلافت کا دعویٰ کرے اور کہے کہ یہ

میرے لئے ہے یا فلاں آدمی کیلئے ہے۔ اور اس کی تمنا کرنے والے آپس میں جھگڑ پڑیں۔ ان تمام چیزوں کو ختم کرتے ہوئے کیوں نہ حضرت صدیق اکبرؓ کو خلافت کیلئے معین کر دوں۔ کیونکہ اللہ عزوجل بھی صدیق اکبرؓ کو اس اہلیت کیلئے پسند فرماتا ہے اور مومن بھی ان کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں۔

امام بخاری نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا۔

قیل لعمر رضی اللہ عنہٗ الاتستخلف قال ان استخلف فقد ستخلف من ھو خیر منی ابوبکر رضی اللہ عنہ الی آخر الحدیث.

کے ماتحت علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

قال النووی وغیرہ اجمعوا علی انعقاد الخلافۃ بالاستخلاف وعلی انعقادھا بعقد اھل الحل والعقد لانسان حیث لایکون ھناك ستخلف وغیرہٗ وعلی جواز جعل الخلیفۃ الامرشوری بین عدد محصوراً وغیرہٗ واجمعواعلی انہٗ یجب نصب خلیفۃ وعلی ان وجوبہ بالشرع لابالعقل وقا الاصم وبعض الخوارج لایجب نصب الخلیفۃ وقال بعض المعتزلۃ یجب بالعقل لابالشرع. (عمدۃ القاری، ج ۲۴، ص ۲۷۸، ۲۷۹)

امام نووی اور دیگر علماء کا کہنا ہے کہ تمام لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خلیفہ بنانے سے خلافت کا انعقاد ہو جاتا ہے۔ (جس طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ بنایا) اور اہل عقل ودانش کسی انسان کو بطور خلیفہ منتخب کر لیں جبکہ کوئی دوسرا اس کا استحقاق نہ رکھتا ہو تو پھر بھی خلافت منعقد ہو جاتی ہے۔ اس کا جواز یہ ہے کہ مجلس شوریٰ جس میں تعداد کم ہو یا زیادہ، اگر کسی کو خلیفہ مان لے تو خلافت کا انعقاد ہو جاتا ہے۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ خلیفہ مقرر کرنا واجب ہے اور یہ وجوب بالشرع ہے نہ کہ بالعقل۔ امام اصم اور بعض خارجیوں کے نزدیک خلیفہ مقرر کرنا واجب نہیں اور بعض خارجیوں کے مطابق تقرر خلیفہ بالعقل ہے نہ کہ بالشرع۔

علامہ بدرالدین عینی کی تصریح سے معلوم ہوا کہ تقرر خلیفہ واجب ہے۔

کیونکہ خلافت ارکان دین میں سے ایک رکن ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک اہم رکن کی طرف نبی کریم ﷺ توجہ نہ فرماتے۔ اس لئے اشارتاً نبی اکرم ﷺ نے اس امر کی طرف توجہ دلادی کہ میری وفات کے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے۔ یہ فرمان اگرچہ بالتصریح نہیں مگر بالتعریض ضرور ہے۔ اور تعریض تصریح کو مستلزم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو اس امر کی خبر دی گئی کہ اے نبی! ﷺ اطمینان رکھئے آپ ﷺ کے بعد ابوبکر ہی خلیفہ ہوں گے"۔ اس یقین کی بنا پر آپ ﷺ نے خلیفے کا تعین نہیں فرمایا۔

اس کے متعلق امام بیہقی "دلائل النبوۃ" میں فرماتے ہیں۔

انما اراد ماحکی سفیان بن عیینه عن اهل العلم قبلهٗ أن یکتب استخلاف ابی بکر ثم ترك کتابتهٗ اعتماداً علی ماعلم من تقدیر الله تعالیٰ. ذالك كما هم به في ابتداء مرضهٖ حین قال (واواساة) ثم بدالهٗ أن لایکتب وقال یابی الله والمومنین الاابابکر رضی الله عنه ثم نبه أمتهٗ علی خلافتهٖ باستخلافه اياه فی الصلوٰة حین عجز عن حضورها وأن كان المرادبه رفع الخلاف في الدین فان عمربن الخطاب رضی اللهٗعنهٗ علم ان الله تعالیٰ قدأکمل دینه بقولهٖ (الیوم اکملت لکم دینکم) وعلم انهٗ لاتحدث واقعة الی یوم القیامة الاوفی کتاب الله وسنة رسوله ﷺ بیانها نصاً أودلالة.

(دلائل النبوة للبیهقی، ج ۷، ص ۱۸٤)

امام بیہقی حدیث قرطاس (**هلموا أکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدها أبدا**) کی توضیح میں فرماتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے اپنے سے پہلے اہل علم سے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ بنانا لکھنا تھا پھر آپ ﷺ کو اللہ کی تقدیر سے معلوم ہوا اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے آپ ﷺ نے لکھنے کا ارادہ ترک فرما دیا۔ جب حالت مرض کی ابتدا میں آپ ﷺ نے "واواساہ" فرمایا تو لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا پھر آپ ﷺ پر ظاہر ہو گیا کہ نہ لکھا جائے۔ اور فرمایا کہ اللہ عزوجل اور تمام

مومن اس سے انکار کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ کوئی خلیفہ ہو۔ پھر اپنی امت کو خلافت صدیقی پر اس طرح متنبہ فرمایا کہ جب امامت سے عاجز ہو گئے اس وقت صدیق اکبرؓ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اگر کتابت سے مراد دین میں اختلاف کو رفع کرنا ہوتا تو عمر فاروقؓ کو معلوم تھا کہ دین مکمل کر دیا گیا ہے (**الیوم اکملت لکم دینکم**" کے مطابق) اور قیامت تک کوئی نیا واقعہ پیش نہ آئے گا مگر اسی کا بیان قرآن و سنت میں نص کے طور پر یا دلالۃً موجود ہے۔

معلوم ہوا اگر نبی اکرم ﷺ کو یقین قطعی حاصل نہ ہوتا تو ضرور آپ کی خلافت پر نص فرماتے۔ آپ ﷺ کا مکمل یقین ہی ہمارے لئے خلافت ابو بکرؓ پر نص ہے اور اجماع صحابہ نے اس کو مزید قوت بخش دی ہے۔ اسی لئے صحابہؓ نے فرمایا جس کو نبی اکرم ﷺ نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمالیا ہم آپؓ کو دنیا کیلئے پسند کیوں نہ کریں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری کی حدیث، جس میں حضرت ابو بکرؓ کے خطبہ کا ذکر ہے، کے ضمن میں ارشاد فرمایا۔

(قال القرطبي في المفهم) لوكان عند احد من المهاجرين والانصار نص من النبي ﷺ على تعيين احد بعينه لما اختلفوا في ذلك ولاتعارضوافيه، قال ، وهذا قال جمهور اهل السنة واستند من قال انه نص على خلافته ابي بكر رضى الله عنهٗ باصول كلية وقرائن حالية تقتضي انهٗ أحق بالامامة وأولىٰ بالخلافة . (فتح البارى، ج ۷ ، ص ۳۲)

امام قرطبی "مفہم" میں فرماتے ہیں۔ اگر مہاجرین وانصار کے پاس کسی شخص کی تعیین کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہوتا تو وہ قطعاً اختلاف نہ کرتے اور نہ ہی اس معاملہ میں ایک دوسرے سے کلام میں مشغول ہوتے۔ جمہور اہل السنۃ کا یہ قول ہے کہ خلافت صدیقی پر نص نہیں ہے اور جنہوں نے اسے نص قرار دیا انہوں نے مختلف قرائن پر اعتماد کیا ہے جو اس بات کے متقاضی ہیں کہ امامت کا حق سب سے زیادہ حضرت ابو بکرؓ کو حاصل ہے اور خلافت کے لئے بھی آپ کے علاوہ کوئی موزوں نہیں۔

جو سب سے اعلم اور افضل ہو وہی امامت کا حقدار ہوتا ہے اور دلائل کے ساتھ گذر چکا کہ علماء کے نزدیک آپ کی افضلیت قطعی ہے۔ حدیث ابو سعید خدری میں جب نبی اکرم ﷺ نے اپنی وفات کا ذکر اشارۃً فرمایا تو صرف حضرت ابو بکرؓ اس بات کو سمجھ پائے۔ اس حدیث کے تحت علماء نے لکھا ہے کہ صدیق اکبرؓ اعلم (سب سے زیادہ علم رکھنے والے) تھے۔ انہی حالات و واقعات اور قرائن کی روشنی میں بعض علماء نے خلافت صدیق اکبرؓ کو منصوص قرار دیا ہے۔

علامہ عبدالشکور سیالمی فرماتے ہیں۔

ثم ابوبکر رضی الله عنهٗ کان معینا للخلافة فی ذالك الیوم اذاحتیج الیه لان الصبی والعبدو المرأة لایصلح لخلافة فصح ماقلنا انهٗ اولیٰ بالامامة

(التمهید، ص ۱۷۲)

جب حضرت ابو بکرؓ ایمان لائے تو اس روز بھی خلافت کیلئے معین تھے کیونکہ سوائے آپؓ کے یہ منصب کسے مل سکتا تھا کیونکہ بچہ، غلام اور عورت تو خلافت کے لائق نہیں۔ پس ہم نے جو یہ بات کہی کہ صدیق اکبرؓ امامت میں سب سے زیادہ حقدار تھے یہ صحیح ہے۔

یعنی اگر شروع اسلام میں خلافت سونپنے کی نوبت آتی تو اس وقت بھی صدیق اکبرؓ کی ذات ہی معین تھی کیونکہ کوئی اور آزاد، عاقل بالغ مرد موجود نہ تھا لہٰذا بوقت وفات نبی ﷺ بھی آپ ہی خلافت کے مستحق تھے۔

اس تمام گفتگو اور بحث و تمحیص کا ماحصل یہ ہے کہ خلافت صدیق اکبرؓ اگرچہ منصوص نہیں مگر اس پر صحابہؓ کا اجماع ہے جو نص سے قوی تر ہے۔ اس لئے صاحب تفسیر قرطبی نے اس بات کا جواب دیتے ہوئے کہ آیا خلافت صدیقی کا انکار کفر ہے؟، ارشاد فرمایا۔

قلت وقد جاء فی السنة احادیث صحیحة یدل ظاهرها علی انه الخلیفة بعدهٗ وقدانعقد الاجماع علی ذالك ولم یبق منهم مخالف،

والقادح فی خلافته مقطوع بخطیة و تسفیقه وهل یکفر أم لا، یختلف فیه، والا ظهر تکفیره . (تفسیر قرطبی، جز ۸، ص ۹٤)

سنت میں احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں جس کا ظاہر دلالت کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ ہی خلیفہ ہیں۔ اور اس پر اجماع منعقد ہوا اور کوئی مخالف نہ رہا۔ پس آپ کی خلافت میں عیب لگانے والا بسبب اپنی خطا اور فسق کے مقطوع ہے اور کیا اس کے انکاری کو کافر کہا جائے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے اور اظہر قول یہی ہے کہ اس کو کافر کہا جائے۔

اس رائے کے بعد شکوک وشبہات کی گنجائش ختم ہو گئی ہے کہ کوئی آپ کی خلافت پر زبان طعن دراز کرے بلکہ حاشیۂ خیال میں بھی اس کو جگہ دے۔ بہر حال حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق جب ذکر آئے، امام قرطبیؒ علیہ الرحمۃ کے اس قول کو مد نظر رکھیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کی حدیث **(ولو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر)** جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں۔

قال الخطابی وابن بطال وغیرهما فی هذا الحدیث اختصاص ظاهر لابی بکر رضی الله عنهٔ وفیه اشارة قویة الی استحقاقه الخلافة ولاسیما وقد ثبت ان ذالك كان فی آخر حیاة النبی ﷺ فی الوقت الذی أمرهم فیه ان لایؤمهم الاابوبکر رضی الله عنهٔ وقدادعی لبعضهم ان الباب كنایة عن الخلافة ولأمر بالسدكنایة عن طلبها كانه قال لایطلبن احد الخلافة الاابابكر فانه لاحرج الیه فی طلبها والیه جنح ابن حبان.

(فتح الباری، ج ۷، ص ۱۳)

امام خطابی، ابن بطال اور دیگر علماء فرماتے ہیں۔ اس میں حضرت ابوبکرؓ کے لئے اختصاص ظاہر ہے اور آپ کا خلافت کیلئے مستحق ہونے کی طرف اشارہ ہے اور

کیوں نہ ہو کہ صحابہ کرامؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ کا دروازہ نہ بند کرنے کا حکم دیا۔ جب آپ ﷺ اپنی آخر عمر میں تھے تو صحابہ کرامؓ کو امامت کیلئے صدیق اکبرؓ کا حکم دیا اور یہ خلافت کی طرف قوی اشارہ ہے۔ بعض لوگوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا دروازہ کھلا رہنے دینا آپؓ کی خلافت سے کنایہ ہے اور یہ بات بھی کہ سوائے آپ کے کوئی خلافت کا طلبگار نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر صدیق اکبرؓ طلب کریں تو کوئی حرج نہیں اسی طرف ابن حبان کا میلان ہے۔

ابن حبان فرماتے ہیں۔

قال ابوحاتم ، قوله ﷺ سدواعنی کل خوخة فی المسجد غیر خوخة ابی بکر رضی الله عنه فیه دلیل علی ان الخلیفة بعد رسول الله ﷺ کان ابوبکرؓ اذا المصطفی ﷺ حسم عن الناس کلهم اطماعهم فی أن یکونوا خلفاء بعدهٗ غیرابی بکر رضی الله عنهٗ بقوله سدوا عنی کل خوخة فی المسجد غیر خوخة ابی بکر رضی الله عنه. (ابن حبان، جز۹، ص ۵)

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ میری طرف سے مسجد کے تمام دروازے بند کر دو مگر دروازہ ابو بکرؓ کھلا رہے، اس بات کی دلیل ہے کہ آپؓ ہی نبی کریم ﷺ کے بعد خلیفہ ہیں۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے اس لالچ کو جڑ سے اکھیڑ دیا کہ وہ خلافت کے طلبگار بنیں۔

ابن حبان کے اس قول نے واضح کر دیا کہ خلیفہ ہونا تو در کنار کوئی اس بات کا خیال بھی نہ لائے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ کوئی اس منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔

اس حدیث شریف کے تحت بدر الدین عینی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں۔

قولهٗ الاباب ابی بکرؓ: استثناء مفرغ ومعناه لاتبقوا بابا غیر مسدود الاباب ابی بکر فاتركوهٗ بغیر سد وفی روایة الطبرانی من حدیث معاویة فی آخر الحدیث فانی رأیت علیه نورا (فان قلت) روی النسائی من

حدیث سعد بن ابی وقاص قال (أمر رسول اللہ ﷺ بسد الابواب الشارعة فی المسجد وترك باب علی رضی اللہ عنه) واسناده قوی وفی روایة الطبرانی فی الاوسط زیادة وهی فقالوا یا رسول اللہ سددت ابوابنا فقال مأانا سددتها ولکن اللہ سددها ونحوه عن زیدبن ارقم اخرجه احمد عن ابن عباس فهذایخالف حدیث الباب . قلت جمع بینهما بان المراد بالباب فی حدیث علیؓ الباب الحقیقی والذی فی حدیث ابی بکرؓ یراد به الخوخة کما صرح به فی بعض طرقه وقال الطحاوی فی مشکل الآثار بیت ابی بکر کان له باب من خارج المسجد و خوخة الی داخله وبیت علیؓ لم یکن له باب الامن داخل المسجد قلت فلذالك لم یأذن النبی ﷺ لاحد ان یمر من المسجد وهو جنب الالعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنه . لان بیته کان فی المسجد . رواهٗ اسماعیل القاضی فی احکام القران.

(عمدة القاری، ج ۱٦، ص ۱۷٦)

اس کا مطلب ہے کہ مسجد میں کوئی دروازہ کھلا نہ رکھا جائے سوائے حضرت ابو بکرؓ کے دروازے کے۔ اس کو اپنی حالت (کھلا) پر چھوڑ دو۔ طبرانی کی ایک روایت میں بسند معاویہؓ یہ بھی الفاظ آخر حدیث میں موجود ہیں کہ میں اس دروازہ پر نور دیکھ رہا ہوں۔ اگر اعتراض ہو کہ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسجد کی طرف کے تمام دروازے بند کر دئے جائیں مگر علیؓ کا درواز کھلا رہے۔ اور اس کی سند قوی ہے، طبرانی فی الاوسط کی روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا آپ ﷺ نے ہمارے تمام دروازے بند کر دئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے انھیں بند نہیں کیا بلکہ اللہ تعالی نے اس بات کا حکم عطا فرمایا ہے۔ اور ایسی ہی حدیث زید بن ارقم سے امام احمد نے ابن عباس سے تخریج کی ہے۔ پس یہ حدیث حضرت ابو بکرؓ کے متعلق حدیث کے مخالف ہے۔ میں (بدرالدین عینی) کہتا ہوں کہ دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ حدیث علیؓ میں دروازہ سے مراد حقیقی دروازہ ہے اور حدیث ابو بکرؓ میں

خوخہ مراد ہے جیسا کہ بعض طریقوں سے اس بات کی صراحت آئی ہے۔ امام طحاوی مشکل الآثار میں فرماتے ہیں: ابوبکر کے گھر کا دروازہ مسجد کے باہر تھا اور روشندان مسجد کے اندر جبکہ حضرت علیؓ کا دروازہ صرف مسجد کے اندر کھلتا تھا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے کسی کو جنبی حالت میں مسجد سے گزرنے سے منع فرمایا ہے سوائے حضرت علیؓ کے۔ اس لئے کہ آپ کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا۔ اس کو اسماعیل قاضی نے احکام القرآن میں روایت کیا۔

اس کے علاوہ بدرالدین عینی نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی طرح ارشاد فرمایا کہ امام خطابی، ابن بطال اور دیگر علماء نے فرمایا کہ اس حدیث خوخہ میں ابوبکرؓ کے لئے اختصاص ہے اور آپ کی خلافت کی طرف قوی اشارہ ہے اور کیوں نہ ہو حالت مرض میں امامت کے لئے آپ کو ہی منتخب کیا گیا اور بعض علماء نے سوائے حضرت ابوبکرؓ کے دروازے کے تمام دروازوں کو بند کر دینے کے حکم سے آپؓ کی خلافت مراد لی ہے کہ وہ ہی خلافت طلب کر سکتے ہیں اور کوئی نہیں۔

علامہ بدرالدین عینیؒ "خلیل" کی توضیح میں لکھتے ہیں:

واختلاف فی معنی الخلة واشتقاقها فقال الخليل المنقطع الى الله تعالىٰ الذى ليس فى انقطاعه اليه ومحبته لهٗ اختلال وقيل الخليل المختص واختار هذا القول غير واحد واختلف العلماء ارباب العقول ايهما أرفع درجة الخلة أو درجة المحبة فجعلها بعضهم سواء فلا يكون الحبيب الاخليلاولايكون الخليل الاحبيبالكنهٗ خص ابراهيم بالخلة ومحمد عليهما السلام بالمحبة وبعضهم قال درجة الخلة أرفع واحتج بقول ﷺ (لوكنت متخذاً خليلا غير ربى) فلم يتخذه وأطلق المحبة لفاطمة وابنيها وأسامة وغيرهم واكثرهم جعل المحبة أرفع من الخلة لان درجة الحبيب فينا ارفع من درجة الخليل عليهما السلام وأهل المحبة

الميل الى مايوافق المحب ولكن هذا فی حق من يصح الميل منه ولانتفاع بالوفق وهی درجة المخلوق واما الخالق عزوجل فمنزه عن الاعراض فمحبتهٗ لعبده من سعادتهٖ وعصمتهٖ وتوفيقهٖ وتهيته اسباب القرب وافاضته رحمته عليه وقصواها كشف الحجاب عن قلبه حتی يراه بقلبهٖ وينظراليه ببصيرتهٖ فيكون كماقال فی الحديث (فاذا احببتهٗ كنت سمعهٗ الذی يسمع به وبصره الذی يبصربه) (عمدة القاری، ج ١٦ ص ١٧٥، ١٧٦)

علماء نے خلت کے معنی میں اختلاف کیا ہے اس کے اشتقاق میں بھی۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ خلیل کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف ایسا رجوع کرنے والا کہ ہر چیز سے قطع تعلق کرے اور اس کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کوئی اختلال نہ ہو اور بعض کے نزدیک خلیل وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے لئے خاص فرمالے اور اکثر علماء نے یہی معنی اختیار کیا ہے۔

علماء ارباب عقول نے اختلاف کیا ہے۔ ان دونوں میں سے کس کا درجہ ارفع ہے، خلیل کا یا حبیب کا؟ بعض علماء نے دونوں کو مساوی درجہ دیا ہے یعنی جو خلیل ہے وہ حبیب بھی ہے اور جو حبیب ہے وہ خلیل بھی۔ لیکن خلت ابراہیم علیہ السلام کے لئے خاص ہے اور محبت محمد عربی ﷺ کیلئے اور بعض علماء نے فرمایا کہ درجۂ خلت ارفع ہے اور ان کی دلیل ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان (اگر میں کسی کو اپنے رب کے سوا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا) لیکن نبی کریم ﷺ نے کسی کو خلیل نہیں بنایا اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا، حسن و حسین اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے محبت کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ محبت، خلت سے ارفع ہے اس لئے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا درجہ حبیب، درجہ خلیل علیہ السلام سے ارفع ہے اور محبت کی اصل، محب کے موافق کی طرف میلان ہے۔ لیکن یہ اس کے حق میں ہے جس سے میلان ورجحان صحیح ہو اور پورا پورا نفع اٹھائے اور یہ درجہ

مخلوق کا ہے۔ لیکن خالق عزو جل اعراض سے منزہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے کے ساتھ محبت یہ ہے کہ خدائے بزرگ وبرتر اپنی سعادت سے بندہ کو قدرت وطاقت عطا کرے، اس کی عصمت کی حفاظت اور اپنی توفیق سے بہرہ مند فرمائے۔ اسباب قرب مہیا فرمائے۔ اپنی رحمت اس پر بہائے اور یہ محبت کا نہائت درجہ ہے، بندے کے قلب سے حجاب کا دور کر دینا یہانتک کہ بندہ اس کو اپنے قلب کے ساتھ دیکھ سکے اور دل کی بصیرت کے ساتھ اس کی طرف نظر کر سکے پھر بندہ اس طرح ہو گا جیسا کہ نبی محترم ﷺ نے ارشاد فرمایا (میں بندے کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو پھر اس کے کان بن جاتا ہوں وہ ان سے سنتا ہے۔ آخر حدیث تک)

علامہ بدر الدین عینی نے ابو بکر بن فورک کا بعض متکلمین سے محبت و خلت کے درمیان فرق پر جو کلام نقل فرمایا ہے اسے تحریر فرمادیا۔ فرماتے ہیں خلیل وہ ہے جو اللہ سے بالواسطہ ملاقات کرے جیسا کہ فرمان خدا ہے۔

(وکذالك نری ابراھیم ملکوت السموات والارض)

اور حبیب وہ ہے جو بلاواسطہ شرف ملاقات پائے۔ جیسے

فکان قاب قوسین أوادنیٰ

پھر خلیل وہ ہے جس کی مغفرت حد طمع ہو جیسے

والذی أطمع ان یغفرلی وخطیتی یوم الدین

اور حبیب وہ ہے جس کی مغفرت حد یقین میں ہو جیسے

لیغفرلك الله ماتقدم من ذنبك وماتأخر

خلیل کا کہنا ہے

ولاتحزنی یوم یبعثون

اور حبیب کو کہا گیا

یوم لایخزی الله النبی

معلوم ہوتا ہے کہ حبیب کیلئے سوال سے پہلے ہی بشارت ہے رضا کی، محبت کی اور ہر غم سے آزادی اور برأت کی۔

خلیل محبت میں کہتا ہے۔

حسبی اللہ

جبکہ حبیب کے بارے میں خود رب فرماتا ہے

یاایھا النبی حسبك اللہ

اور خلیل یوں عرض کرتا ہے

واجعل لی لسان صدق

اور حبیب کو یوں بشارت دی گئی

ورفعنالك ذکرك یعنی بغیر سوال کے عطا کیا گیا

خلیل بارگاہ عزوجل میں عرض کرتا ہے

واجنبنی وبنی أن نعبد الاصنام

جبکہ حبیب کو فرمایا گیا

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس أھل البیت

ذرا یہ کلام پڑھ کر بتائیں کہ خلت اور محبت میں، خلیل اور حبیب میں کس قدر فرق ہے۔ خلیل و حبیب میں امتیاز واضح ہو جائے گا۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ رب تعالیٰ کے حبیب ہیں اور خلیل بھی۔ بہر حال ہم ایک بار پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں۔

امام نووی علیہ الرحمۃ مسلم شریف کی ایک حدیث، جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے، کے ماتحت فرماتے ہیں۔

قولهٗ سئلت عائشة رضی اللہ عنھا من کان رسول اللہ ﷺ مستخلفا لواستخلفهٗ قالت ابوبکر رضی اللہ عنهٗ فقیل لھاثم من بعد ابی بکر قالت عمر رضی اللہ عنھما...... الی آخر الحدیث.

ھذا دلیل لأھل السنة فی تقدیم ابی بکر ثم عمر رضی اللہ عنھما

للخلافة مع اجماع الصحابة وفيه دلالة لأهل السنة ان خلافة ابی بکر رضی الله عنهٗ لیست بنص من النبی ﷺ علی خلافته صریحا بل اجمعت الصحابة رضی الله عنهم عقدالخلافة له وتقدیمه لفضیلته ولو کان هناك نص علیه أوعلیٰ غیره لم تقع المنازعة من الانصار وغیرهم أولا ولذکرحافظ النص مامعهٗ ولرجعوا الیه لکن تنازعوا أولا ولم یکن هناك نص ثم اتفقوا واستقرالأمر وأما ماتدعیه الشیعة من النص علی رضی الله عنهٗ والوصیة الیه فباطل لاأصل لهٗ باتفاق المسلمین والاتفاق علی بطلان داعواهم من زمن علی رضی الله عنهٗ و أول من کذبهم علی رضی الله عنه بقوله ماعندنا الامافی هذه الصحیفة الحدیث ولو کان عندهٗ نص لذکره ولم ینقل أنهٗ ذکره فی یوم من الایام ولاانّ احداً ذکرهٗ. والله أعلم

(نووی شرح مسلم، ج ۲، ص ۲۷۲. مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ۱۱، ص ۲۸۴)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی یہ حدیث خلافت ابوبکر اور عمرؓ فاروق کے لئے دلیل ہے اوراس کے ساتھ ساتھ ان دونوں حضرات کے بالترتیب خلیفہ ہونے پر اجماع صحابہؓ بھی ہے اور اہل سنت کے لئے اس میں سے یہ دلیل بھی ہے کہ خلافت ابوبکرؓ پر صریح نص نہیں بلکہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے اور آپ کی فضیلت کو مد نظر رکھتے ہوئے، خلافت کے لئے مقدم کیا گیا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ یا کسی اور کی خلافت پر نص ہوتی تو پہلے پہل انصار و مہاجرین کے درمیان خلافت پر تنازع کھڑا نہ ہوتا لیکن اولاً انہوں نے باہمی تنازعہ کیا کیونکہ خلافت منصوص نہ تھی اور پھر انہوں نے صدیق اکبرؓ پر اتفاق کر لیا اور اس پر ثابت رہے لیکن شیعہ کا دعوی کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی بنایا اور آپؓ کی خلافت پر نص ہے یہ باطل ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور زمانہ علیؓ ہی سے اس کا بطلان اتفاق شدہ ہے اور سب سے پہلے جس نے اس دعوے کو جھٹلایا وہ خود حضرت علیؓ ہیں جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ہمارے پاس صحیفہ کے سوا کوئی اور چیز نہیں۔ اگر نص ہوتی تو آپؓ

ضرور ذکر فرماتے جبکہ ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا اور نہ ہی کسی نے نقل کیا۔

معلوم ہو کہ امام نووی کے نزدیک بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت باجماع صحابہؓ ہے بلکہ تمام علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے اور یہ اجماع نص سے قوی ہے جمہور اہل سنت کا بھی یہی قول ہے اور احادیث کے قرائن کو علما نے اشارۂ خلافت سے تعبیر کیا ہے کہ اس سے آپ کی خلافت کا اشارہ ملتا ہے جبکہ اصل چیز صحابہؓ کا اجماع ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔

کتاب کی تسوید کر رہا تھا تو محترم المقام محبی فی اللہ علامہ ظفر اقبال کلیار صاحب فاضل بھیرہ شریف تشریف لائے اور دوران گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ علیؓ المرتضٰی کا بیعت صدیق اکبرؓ کرنا ثابت ہے یا نہیں ؟ میں نے عرض کیا کہ بعد از تحقیق کچھ عرض کر سکتا ہوں۔ پس بعد از مطالعۂ بسیار کتب شیعہ مجھے جو کچھ معلوم ہو سکا، قارئین کی خدمت میں چند سطور کے بعد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ صحیح بات کہنے کی توفیق بخشے۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حدیث **(لو كنت متخذا خليلاً غير ربي لاتخذت ابابكر خليلا)** کے ماتحت لکھتے ہیں۔

قال التوربشي وهذا الكلام كان في مرضهٖ الذي توفي فيه في آخر خطبة خطبها ولاخفاء بأن ذلك تعريض بأن ابابكر رضي الله عنه هو المستخلف بعدهٗ وهذا الكلمة ان اريد بها الحقيقة فذالك لأن اصحاب المنازل اللاصقة بالمسجدوقد جعلوا من بيوتهم مخترقا يمرون فيه الى المسجد أو كوة ينظرون اليهامنه فأمرلسدها جملةً سوىٰ خوخة ابى بكر رضي الله عنهٗ تكريمالهٗ بذالك اوّلاً ثم تنبها الناس في صحن ذالك على أمرالخلافة ثم قال بعد ذالك وأرى المجاز فيه أقوىٰ اذلم يصح عندنا ان ابابكر كان لهٗ منزل بجنب المسجد وانما كان منزلهٗ بالسخ من عوالي

المدينة ثم انهٗ مهد المعنٰى المشار اليه وقرره بقوله (ولو كنت متخذاً خليلاً لاتخذت ابابكر خليلاً) ليعلم انهٗ أحق الناس بالنيابة عنهٗ

تورپشتی فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے یہ بات مرض وفات کی حالت میں آخری خطبہ کے اندر ارشاد فرمائی اور کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خلافت ابوبکرؓ کے متعلق تعریض (اشارۃً) فرمائی اور اگر اس کلمہ (دروازہ) سے حقیقت مراد لی جائے تو مطلب یوں ہوگا کہ وہ اصحاب جن کے گھر مسجد سے ملے ہوئے تھے انہوں نے گھروں میں شگاف بنایا ہوا تھا جس سے گذر کر مسجد کو جاتے تھے، یا روشندان تھے جن سے مسجد کی طرف دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں بند کرنے کا حکم ارشاد فرمایا سوائے ابوبکر صدیقؓ کے روشندان کے۔ ایک تو اس میں آپؓ کی تکریم و عزت ظاہر ہے اور دوسرا امر خلافت پر لوگوں کو انتباہ کرنا ہے۔

جن لوگوں نے اس سے کنایہ مراد لیا ہے کہ یہ دوسرے لوگوں کو امر خلافت میں طمع نہ کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دروازے بند کردیں۔ یہ مجازی معنی ہے اور میرے نزدیک (ملا علی قاری) یہ معنی مجازی حقیقی معنی سے قوی ہے کیونکہ ہمارے نزدیک مسجد کے ساتھ حضرت صدیق اکبرؓ کا کوئی گھر نہیں تھا بلکہ آپ مدینہ شریف کے گردونواح مقام سخ میں رہتے تھے۔ پس نبی کریم ﷺ نے "ولو متخذا خليلا غير ربی" فرما کر اس معنی مجازی کو مزید قوت دی کہ دروازہ کھلا رہنے دینے کا حکم دراصل خلافت سے کنایہ ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ دروازے والی حدیث شریف حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور یہ اشارۃً تصریح کو مستلزم ہے جب آپؓ حیات نبی ﷺ میں امامت میں مقدم ٹھہرے تو بعد از وفات خلافت میں بھی آپ ہی اول ہیں۔

کیا حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کی تھی؟

باب اوّل میں علامہ عمر نسفی اور علامہ عبدالشکور سیالمی رحمۃ اللہ علیھما کی عبارات نقل کی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ باہمی منازعت و مشاورت کے بعد جب صحابہؓ کی فکر استقرار پائی تو سب نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کی اور حضرت علیؓ نے بھی علی الاعلان بیعت فرمائی۔ علامہ عبدالشکور سیالمی رحمۃ اللہ علیہ نے التمھید میں حضرت علیؓ کے بیعت کے متعلق ایک حدیث لفظ (روی) کے ساتھ نقل فرمائی مگر اس کے راوی نامعلوم ہیں اور نہ ہی یہ علم ہو سکا کہ اسے کس نے تخریج کیا، اس کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ حدیث، حدیث نہیں کیونکہ اتنی مستند شخصیت کس طرح غیر حدیث کو حدیث کہہ سکتی ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس حدیث کے متعلق علم ہو تو ضرور مطلع فرمائیں۔ کیونکہ "فوق کل ذی علم علیم" کے مصداق انتہائی کوشش کے بعد بھی اگر مطلوب ہاتھ نہ آئے تو دوسرے علماء سے رجوع کرنا اسلاف کا طریقہ رہا ہے۔ رب ذوالجلال علمائے حق کا سایہ قائم رکھے آمین۔

علامہ عبدالشکور سیالمی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا حدیث نقل فرما کر ارشاد فرماتے ہیں۔

وقال بعض الناس ان عليا رضی الله عنه بايع ابابكر رضی الله عنه بعد ثلاثة ايام وقال بعضهم بايعهٗ بعد ستة أشهر بعدوفاة سيدة النساء عند الشيعة هداهم الله تعالىٰ وهذا لايصح ثم كل سوال من جهة الخصم يكون مردوداً الموافقة علی رضی الله عنهٗ لابی بكر لانه ان لم يبايعه فسكت ولم يخالفه وقد بينا انهٗ بايعه بدليل ماذكرنا ولولم يصح خلافة ابی بكر رضی الله عنهٗ ولايكون اماما حقا فكان لايجوز السكوت به اولإغماص منهٗ لان من رضی بامام باطل فانه يكفر والدليل علی ان عليا رضی الله عنهٗ رضی

بالامامة لابی بکر رضی اللہ عنہ وبایعہ لانہ اطاعہ بالغزو واخذ من الغنیمة سھما وروی ان ابابکر رضی اللہ عنہ دفع الی علی رضی اللہ عنہ جاریة من السبایا تقبلھا ووطیھا ولوکانت خلافة لاتکون صحیحة ثابتة حقًا لکان لایجوزلہ أن یطیعہ ولایحل لہ أخذا الغنیمة ولکان لایحل لعلی رضی اللہ عنہ وطئی الجاریة فصح بھذا المعانی ان خلافة ابی بکرؓ کان حقا۔

(التمھید فی علم الکلام والتوحید، ص ۱۷۰)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ نے تین دن بعد حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی جبکہ کچھ کے نزدیک چھ ماہ بعد از وفات فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنھا اور یہ شیعہ کے نزدیک ہے جو کہ صحیح نہیں اور دشمن کا ہر سوال اس لئے بیکار ٹھہرا کہ خود حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی موافقت کی ہے کیونکہ اگر آپؓ نے بقول روافض حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی بلکہ آپؓ خاموش رہے کسی قسم کی مخالفت کے بغیر۔ جیسے ہم نے دلیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی ہے۔ پس اگر آپؓ کی خلافت درست نہ تھی اور آپ امام حق نہیں تھے تو حضرت علیؓ کا سکوت اور چشم پوشی جائز نہیں کیونکہ امام باطل کو پسند کرنے سے آدمی کفر کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس بات پر دلیل کہ حضرت علیؓ خلافت ابوبکرؓ پر راضی تھے اور آپؓ نے بیعت ابوبکرؓ بھی کی تھی، یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے جنگ میں آپؓ کی اطاعت کی اور مال غنیمت سے حصہ لیا اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نے قیدیوں میں سے ایک لونڈی آپؓ کی طرف بھیجی جسے آپؓ نے قبول فرماتے ہوئے اس کے ساتھ وطی بھی کی۔ اگر خلافت ابوبکرؓ صحیح ثابت نہ ہو تو یہ اطاعت، مال غنیمت سے حصہ اور لونڈی کا قبول کرنا سب کچھ کیسے حلال ٹھہرا۔ ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت صحیح تھی۔

علامہ عبدالشکور رسیالمی نے نہایت مدلل اور واضح الفاظ میں بیان فرمایا کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی اور آپ کی خلافت کو تسلیم کیا ہے جبکہ شیعہ حضرات کے نزدیک حضرت علیؓ نے سیدہ فاطمۃ الزھراؓ کی وفات کے بعد

حضرت ابوبکر کی بیعت کی ہے۔ علامہ سیالمی نے اسے مردود قرار دیتے ہوئے تحقیق سے ثابت کیا کہ حضرت علیؓ نے اس دن بیعت کی جس دن نبی اکرم ﷺ فوت ہوئے۔

اس طرح علامہ نسفیؒ نے "عقائد نسفی" کی شرح میں لکھا ہے کہ بیعت علیؓ علی الاعلان سب کے روبرو اسی دن ثابت ہے جس دن آنحضرت ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس تحقیق کو مزید پختہ کرنے کے لئے چند دلائل پیش خدمت کر رہا ہوں تاکہ ثابت ہو سکے کہ حضرت علیؓ نے اس روز بیعت کی اور بقول شیعہ حضرات کہ حضرت علیؓ خود وصی تھے اس لئے بیعت نہیں کی اس بات کی تردید ہو سکے۔ اور نظریہ اہل سنت وجماعت کی حقانیت ظاہر ہو۔

حدثنا عبیداللہ بن سعید الزهری قال أخبرنا عمی یعقوب بن ابراهیم قال أخبرنی سیف ابن عمر عن الولید بن عبدالله بن ابی ظبیته البجلی قال حدثنا الولید بن جمیع الزهری قال قال عمرو بن حریث لسعید بن زید اشهدت وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم قال فمتى بويع ابوبكر قال يوم مات رسول اللهصلى الله عليه وسلم كرهوا أن يبقوا بعض يوم وليسوا فى جماعة قال فخالف عليه أحد قال لا الامرتد أومن قدكاد أن يرتد لولا ان الله عزوجل ينقذهم من الانصار قال فهل قعد أحدمن المها جرين قال لاتتابع المها جرون على بيعته من غيرأن يدعوهم .

(تاریخ طبری، ج ۲ ص ۴۴۷)

عمرو بن حریث نے سعید بن زید کو کہا کہ کیا آپ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے وقت موجود تھے؟ کہا ہاں میں وہاں حاضر تھا۔ حضرت ابوبکر کی بیعت کب کی گئی؟ سعید نے جواب دیا جس دن نبی کریم ﷺ نے وفات پائی۔ اس لئے کہ انہوں نے ناپسند کیا کہ کچھ دن بغیر جماعت کے گذاریں۔ عمرو نے پوچھا کیا کسی نے اس بیعت کی مخالفت کی؟ جواب دیا نہیں کسی نے مخالفت نہیں کی سوائے ان لوگوں کے جو مرتد ہو گئے یا مرتد ہونے کے قریب تھے۔ عمرو بن حریث نے کہا کیا مھاجرین میں سے کوئی ایسا بھی

تھا جو گھر بیٹھا رہا اور حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نہ کی ؟ کہا نہیں، بلکہ مہاجرین بغیر بلائے بیعت صدیق اکبرؓ کی خاطر چلے آئے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیعت اسی دن ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے وفات پائی اور دوسرا یہ کہ کسی نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی مخالفت نہیں کی۔ مزید تصریح اور وضاحت اس بات سے ہوئی کہ جب سوال ہوا کیا مہاجرین میں سے کوئی گھر بیٹھا رہا کہ بیعت سے انکار کرنے والا ہو ؟ تو جواب ملا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس نے مہاجرین سے انکار کیا ہو یا گھر بیٹھ کر مخالفت کی ہو بلکہ مہاجرین تو خود چل کر بیعت کے لئے آئے اور حضرت علیؓ مہاجرین سے ہی تو ہیں۔ ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ نے بیعت سے نہ انکار کیا اور نہ مخالفت یاد یر بلکہ اس روز بیعت ہو گئے۔

حدثنا عبيد الله بن سعيد قال أخبرني عمي قال أخبرني سيف عن عبدالعزيزبن سباه عن حبيب ابن ابي ثابت قال كان عليؓ في بيته اذا اتي فضيل له قد جلس ابوبكرؓ للبيعته فخرج في قميص ماعليه ازارولارداء عجلا كراهيته أن يبطئ عنها حتي بايعه ثم جلس اليه وبعث الي ثوبه فاتاه فتخلله ولزم مجلسه۔ (تاريخ طبري، ج ۲، ص ۴۴۷)

حبیب ابن ابی ثابت سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ اپنے گھر میں تھے جب آپ کے پاس کوئی آدمی گیا اور آپ سے کہا گیا کہ حضرت ابو بکرؓ بیعت کے لئے تشریف فرما ہیں۔ حضرت علیؓ جلدی کرتے ہوئے بغیر تہبند اور چادر کے (لمبی) قمیص پہنے ہوئے چل نکلے کہ بیعت میں دیر نہ ہو جائے یہاں تک کہ آپ نے بیعت کر لی اور حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے جبکہ ایک شخص کو کپڑے لینے کے لئے بھیج دیا جب وہ لے آیا تو چادر مبارک زیب تن فرمائی اور مجلس صدیق اکبر میں بیٹھ گئے۔

علامہ حافظ محب طبری رحمتہ اللہ علیہ جو کہ عظیم مفسر بھی ہیں اپنی معرکہ الآراء کتاب میں اس حدیث کی تخریج فرماتے ہیں۔ پس اس کے بعد کیا ابہام رہ جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے کب بیعت کی اور کیسے کی وغیرہ ؟ شکوک وشبہات سے پاک الفاظ میں

اس بات کی وضاحت مل رہی ہے کہ حضرت علیؓ نے بیعت کرنے کیلئے اس قدر جلدی فرمائی کہ پورا لباس بھی نہ اوڑھا اور مجلس صدیق اکبرؓ کی طرف بغرض بیعت چل دیے اور بیعت کرلی۔

ابن اثیر فرماتے ہیں۔

وقیل لماسمع علی رضی اللہ عنہ بیعۃ ابی بکرؓ خرج فی قمیص ماعلیہ آزارو لارداء عجلا حتی بایعہٗ ثم استدعی ازارہٗ وردائہٗ فتجللہ

(الکامل فی التاریخ ، ج ۲ ص ۳۲۵)

علامہ ابن اثیر نے اس بات کو "قیل" کے ساتھ بیان فرمایا جبکہ اس سے قبل صاحب تاریخ طبری نے اس کی پوری سند بیان فرمائی ہے۔

یعنی حضرت علیؓ نے جب سنا کہ صدیق اکبرؓ بیعت کر رہے ہیں تو جلدی میں فقط قمیص پہنے ہی مجلس کی طرف چل نکلے اور بیعت کرلی پھر آپ نے باقی لباس منگوایا اور پہنا۔

یہ تصریحات مخالفین حضرت ابوبکرؓ کے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔ غور فرمائیں کہ کس قدر مضبوط شہادتیں اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ حضرت علیؓ نے بلا تاخیر بیعت کی تعصب ایک الگ چیز ہے ورنہ حقیقت تو روز روشن کی طرح عیاں اور ظاہر ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں۔

أخبرنا ابوعلی الروذ باری، أخبرنا ابومحمد بن شوزب الواسطی بھا ، قال حدثنا شعیب بن ایوب قال حدثنا ابوداؤد الحضری عن سفیان عن الاسود بن قسیس عن عمرو بن سفیان قال لما ظھر علی رضی اللہ عنہٗ علی الناس یوم الجمل قال یا ایھا الناس ان رسول اللہ ﷺ لم یعھد الینافی ھذہ الامارۃ شیئا حتی رأینا من الرأی أن نستخلف ابابکر فأقام واستقام حتی مضی لسبیلہ. الی آخرہ

(دلائل النبوۃ للبیھقی، ج ۷، ص ۲۲۳ ،مسند احمد، ج ۱ ، ص ۱۱۷)

عمرو بن سفیان فرماتے ہیں جب جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہٗ

لوگوں پر غالب آگئے۔ آپ نے فرمایا:

"اے لوگو! رسول اللہ ﷺ نے اس امارت (یعنی خلافت) میں ہماری طرف کوئی عہد نہیں فرمایا یعنی خلافت کیلئے کسی کو معین نہیں فرمایا یہاں تک کہ ہم نے اپنی فکر و تدبر سے دیکھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ منتخب کیا پس معاملہ درست ہو گیا اور حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بن گئے۔

اس حدیث سے کئی امور مستفاد ہیں۔

اول: یہ کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا جیسا کہ اہل شیعہ کا حضرت علیؓ کے بارے میں گمان ہے یہاں خود حضرت علیؓ فرمارہے ہیں کہ آپ ﷺ نے کسی کو معین نہ فرمایا۔ اس لئے جو حضرات حضرت علیؓ کو خلیفہ اور وصی منجانب رسول اللہ ﷺ قرار دیتے ہیں۔ ان کا دعویٰ صداقت پر مبنی نہیں۔

دوم: حضرت ابو بکرؓ کی خلافت نص سے ثابت نہیں بلکہ اجماع صحابہؓ سے ہے۔

سوم: یہ کہ حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ نے اپنی رائے سے کام لیا اور حضرت ابو بکرؓ کو اس کا اہل قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ خود خلیفہ بنانے میں اور غور و فکر کے بعد حضرت ابو بکر کو یہ منصب دینے میں شامل تھے۔

تعصب کی عینک اتار کر، حقیقت سے وابستہ ہو کر ذرا سوچئے کہ اس بات کے بعد کیا گنجائش بچتی ہے کہ بحث و کلام کے ذریعے اس واضح معاملہ کو گرد و غبار میں شکوک و شبہات سے الجھا دیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

أخبرنا ابو عبدالله الحافظ قال أخبرني ابوبكر محمد بن احمد المزكي قال حدثنا عبدالله بن روح المدائني قال حدثنا شبابة بن سواد قال حدثنا شعيب بن ميمون عن حصين بن عبدالرحمٰن عن الشعبي عن ابي وائل قال قيل لعلي ابن ابي طالب رضي الله عنهٗ الا تستخلف علينا قال مااستخلف رسول الله ﷺ فاستخلف ولكن يرد الله بالناس خيراً فسيجمعهم بعدي على خير هم كما جمعهم بعد نبيهم على خيرهم.

(دلائل النبوة للبيهقي، ج ٧، ص ٢٢٣)

امام شعبی، ابو وائل سے روایت فرماتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے کہا گیا کیا آپ ہم پر خلیفہ مقرر نہیں کر دیتے؟ فرمایا: جب نبی کریم ﷺ نے خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تو میں کیسے بنادوں۔ اگر اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتا ہے تو قریب ہے کہ میرے بعد ان کو خیر پر جمع فرمادے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان لوگوں کو ان میں سے افضل پر جمع فرمادیا۔

اس حدیث سے بھی صراحت کے ساتھ پتہ چل گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت نصی نہیں اور یہ بھی کہ حضرت علیؓ کو نبی کریم ﷺ نے اپنا وصی یا خلیفہ نہیں بنایا۔

ضمناً یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ جب رب ذوالجلال نے انسانوں کی بھلائی کیلئے ان میں سے بہترین شخص کو ان کا خلیفہ بنایا۔ پس یہ رب کی رضا تھی۔ اگر حضرت علیؓ نے بیعت صدیق اکبرؓ سے انحراف کیا ہوتا تو گویا یہ رضائے الٰہی سے انکار ہوتا مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ صحابہؓ کی شان کے خلاف ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بخاری شریف کی ایک حدیث جو انہوں نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

عن الزهری، أخبرنی أنس بن مالك رضی الله عنهُ انهُ سمع خطبة عمر الآخرة حين جلس على المنبر وذالك الغدمن يوم .... الى أخر الحديث) كتاب الاحكام، باب الاستخلاف

کے ماتحت لکھتے ہیں:

انه بايعهُ المهاجرون ثم الانصار فكانهم لما انهوا ألامر هناك وحصلت المبايعة لأبی بكر رضی الله عنهُ جاؤا الى المسجد النبوی فتشاغلوا بأ مر النبی ﷺ ثم ذكر عمر لمن لم يحضر عقد البيعة فی سقيفة بن ساعدة ماوقع هناك ثم دعاهم الى مبايعة ابی بكرؓ عنهُ فبايعه حنيئذ من لم يكن حاضراً و كل ذالك فی يوم واحد. (فتح الباری، ج ۱۳، ص ۲۰۳)

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پہلے مہاجرین اور پھر انصار نے کی جب یہ مرحلہ طے

ہو گیا اور بیعت ہو چکی تو یہ سب مسجد نبوی میں آئے اور نبی کریم ﷺ کے امر کی بجا آوری میں مشغول ہو گئے پھر حضرت عمرؓ نے ان لوگوں کو یاد کیا جو سقیفہ بنی ساعدہ میں عقد بیعت کے وقت حاضر نہ تھے۔ انہیں حضرت صدیقؓ کی بیعت کیلئے بلایا اور ان لوگوں نے بیعت کی اور یہ تمام کام ایک دن میں مکمل ہوا۔ ثابت ہوا کہ ایک روز میں بیعت مکمل ہو گئی۔ اگر حضرت علیؓ حاضر نہ ہوتے یا بیعت نہ کرتے تو ان کی غیر حاضری کا ذکر ضرور کیا جاتا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں حاضر نہ ہونے والے لوگوں کو بلوا کر ان سے صدیق اکبرؓ کی بیعت لی۔ معلوم ہوا کہ تمام لوگ شامل ہوئے کوئی باقی نہ رہا۔

اس سے قبل سطور میں حدیث گذر چکی جس میں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی رائے سے خلیفہ مقرر کیا۔ یعنی حضرت علیؓ خود خلیفہ بنانے میں شامل تھے۔

حافظ عبدالبر لکھتے ہیں :

وروی الحسن البصری عن قیس بن عبادة قال قال لی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ أن رسول اللہ ﷺ مرض لیالی وایا ماینادی بالصلوٰة فیقول مروا ابابکر یصلی بالناس فلما قبض رسول اللہ ﷺ نظرت فاذا الصلوة علم الاسلام وقوام الدین فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ ﷺ لدیننا فبایعنا ابابکر رضی اللہ عنہٗ **(الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۵۱)**

حسن بصری، قیس بن عبادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ چند دن رات بیمار ہوئے۔ نماز کی نداء ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ کو کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پس جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو میں نے سوچا کہ جس شخص کو نماز کی امامت اور دین کے ستون کیلئے پسند فرمایا گیا ہم نے اسے اپنی دنیا کیلئے پسند کر لیا اور ان کی بیعت کر لی۔

یہ قوی دلیل ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی کیونکہ "بایعنا" کا لفظ جمع کو شامل ہے جس میں خود حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔ اور پسند کرنے سے یہ

بات بھی ثابت ہوئی کہ آپؓ نے بخوشی بیعت کی نہ کہ تقیہ (حقیقت کو چھپانا بچنے کیلئے) کیا۔ جیسا کہ روافض کا خیال ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فی مسند احمد بسند جید عن علی رضی اللہ عنہٗ قال قیل یا رسول اللہ من تومر بعدك قال أن تومروا ابوبکر رضی اللہ عنہٗ تجدوہٗ امینا، زاھدا فی الدنیا راغبًا فی الآخرۃ وأن تؤمروا عمر رضی اللہ عنہٗ تجدوہٗ قویا امینا لایخاف فی اللہ لومۃ لائم وأن تؤمروا علی وما أراکم فاعلین تجدوہٗ ھا دیا مھدیا یأخذکم الطریق المستقیم.

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ج ۲، ص ۵۰۹، ۵۱۰)

مسند احمد میں جید سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے فرماتے ہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے اپنے بعد کس کو ہمارا امیر بنایا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو امیر بنایا، تم اس کو دنیا میں امین وزاہد پاؤ گے اور آخرت میں رغبت رکھنے والا۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو امیر بناؤ تم اس کو قوی اور امین پاؤ گے۔ اللہ کیلئے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ اور پھر حضرت علیؓ کو امیر بنانا لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسا نہیں کرو گے۔ تم اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ وہ تمہیں سیدھا راستہ دکھائے گا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے جس جید سند کا ذکر کیا ہے اس کو اب آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا اسود بن عامر حدثنی عبدالحمید بن ابی جعفر یعنی الفراء عن اسرائیل عن ابی اسحاق عن زید بن یشیع عن علی رضی اللہ عنہٗ قال قیل یا رسول اللہ ﷺ...... الی آخر الحدیث.

(مسند احمد، ج ۱، ص ۱۱۱، ۱۱۲)

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ابن اثیر نے اس سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں :

أنبانا عبدالوھاب بن ھبۃ اللہ باسنادہ الی عبداللہ بن احمد مثلہٗ

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ج ٤، ص ٣٠)

اتنی قوی اسناد کے ساتھ نقل کردہ حدیث کہ جسے ابن حجر نے "جید" قرار دیا اور صاحب اسد الغابہ نے بھی اسے تخریج کیا۔ یہ بات ثابت ہوئی کہ نبی کریم ﷺ سے جب امیر کا سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے بارے میں نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو امیر بناؤ۔ معلوم ہوا کہ خلافت صدیق اکبرؓ اخبار غیبیہ سے آپ ﷺ کے علم میں تھی۔ پھر حضرت عمرؓ کو امیر قرار دیا اور ان کے بعد حضرت علیؓ کو۔ یہ خبر بھی دی کہ مجھے معلوم ہے حضرت عمرؓ کے بعد تم حضرت علیؓ کو امیر نہ بناؤ گے اور ایسا ہی ہوا۔

ابن حجر عسقلانی جیسے عظیم محدث نے اس کی سند کو جید قرار دیا اور یہ صحیح ہے جس میں کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور اس حدیث نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر مہر ثبت کر دی کہ آپؓ بلا فصل خلیفہ ہیں اور امیر المومنین۔

گویا حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان عالی شان بیان کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی خلافت بلا فصل پر مہر ثبت کر دی کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر ہی ہوں گے جن کا تم خود انتخاب کرو گے۔ اب یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہٗ نے اپنے نبی ﷺ کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور یہ بات آپؓ کی تنقیص شان کے مترادف ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نبی کریم ﷺ کی بات تسلیم نہ کریں۔ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اس بات کے مخاطب حضرت علیؓ نہیں۔ مگر یہ بھی مفروضہ درست نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے تمام صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا۔ اس لئے حضرت علیؓ کی استثناء ناممکن ہے اور تیسری بات یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کریں

اور یہ ہی درست ہے کہ حضرت علیؓ نے بیعت کی اور فرمان عالیشان پر عمل کر کے دکھایا۔ جیسا کہ دیگر روایات اس کی مؤید ہیں اس کی تائید میں ابن اثیر نے ایک حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے روایت فرمائی۔

أنبانا يحیٰ بن محمد أنبانا الحسن بن أحمد قرأة عليه وأنا حاضر أنبانا ابو نعيم أنبانا ابو علی بن احمد بن الحسن حدثنا عبدالله ابن محمد حدثنا ابراهيم ابن يوسف الصيرفی حدثنا ابی الصير فی عن يحیٰ بن عروة المرادی قال سمعت عليا رضی الله عنهٗ يقول قبض النبیﷺ وأنا أریٰ أنی أحق بهذا الأمر فاجتمع المسلمون علی ابی بكررضی الله عنهٗ فسمعت وأطعت ثم ان ابابكر أصيب فظننت انهٗ لايعد لها عنی فجعلها فی عمررضی الله عنهٗ فسمعت وأطعت ثم ان عمر رضی الله عنهٗ أصيب فظننت انه لايعد لها عنی فجعلها فی ستة أنا أحدهم فولوها عثمان وسمعت وأطعت ثم ان عثمان قتل فجاء وافبايعونی طائعين غير مكرهين ثم خلعوا بيعتی فوالله ماوجدت الاالسيف أوالكفر بماأنزل الله عزوجل علی محمدﷺ (اسد الغابة فی معرفة الصحابة، ج ٤، ص ٣١)

ابن اثیر اپنی سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ یحیٰ بن عروہ مرادی کہتے ہیں۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے سنا۔ وہ فرماتے تھے نبی اکرمﷺ نے وفات پائی تو میں اپنی نظر میں اس اَمر (خلافت) کا زیادہ حقدار تھا مگر مسلمانوں کا اجماع حضرت ابوبکرؓ پر ہو گیا (صحابہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا لیا) میں نے سنا اور حضرت ابوبکرؓ کی اطاعت کی۔ حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہوئی تو میرا خیال تھا کہ وہ خلافت مجھے سونپیں گے مگر انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفہ بنا دیا، میں نے مان لیا اور اطاعت کی۔ پھر جب حضرت عمر فاروقؓ کی موت کا وقت آیا تو میرا خیال تھا کہ وہ خلافت مجھے ہی دیں گے۔ جب حضرت عمرؓ نے خلافت کے استحقاق کے لئے چھے آدمی منتخب کیے تو ان میں سے ایک میں بھی تھا۔ لیکن انہوں نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنا لیا،

میں نے تسلیم واطاعت سے کام لیا۔ جب انہیں شہید کر دیا گیا تو لوگوں نے اپنی رضا مندی سے مجھے منتخب کیا، میری بیعت کی اور پھر میری بیعت توڑ ڈالی۔ خدا کی قسم! میرے لئے دو ہی راستے تھے یا تو جنگ کرتا یا اس چیز کا انکار کرتا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمائی۔

اس حدیث مبارک سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی ہے، اگر بیعت نہ کی ہوتی تو "اطعت" نہ فرماتے اور اطاعت، بیعت کا ہی تو دوسرا نام ہے جو کسی کی بیعت نہیں کرتا اسے مطیع کیسے کہا جا سکتا ہے **اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول** میں اطاعت کا یہی مطب ہے کہ انہیں تسلیم کیا جائے جیسا ان کا حق ہے۔ لہذا اس حدیث شریف میں بھی اطاعت کا مطلب یہی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے بطیب خاطر اس خلافت کو تسلیم کیا اور بیعت کی۔

دوسری بات جو روافض کہتے ہیں کہ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما نے خوشی بیعت نہیں کی بلکہ جبراً بیعت کی، حضرت علیؓ کے فرمان سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بلا اکراہ و جبر سب لوگوں نے خوشی سے میری بیعت کی۔ کیا حضرت علیؓ کی بات کو تسلیم نہ کیا جائے گا؟ کیا آپؓ جھوٹ بول سکتے ہیں اور بالخصوص ایسے معاملے کے متعلق جو نہائت اہم ہے؟ ہر گز نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اور جو کچھ جنگ جمل میں ہوا تمام علماء اعلام متفق ہیں کہ اس کے پیچھے سبائیوں کا ہاتھ تھا۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کی خلافت کو بھی تسلیم کیا ہے۔

اگر اس کے بعد بھی حضرت علیؓ کو اپنا امام کہنے والے انکار کریں تو گویا وہ اپنے امام کی تکذیب کر رہے ہیں۔ ورنہ بیعت صدیق اکبر رضی اللہ اور ان کی خلافت کو تسلیم کرنا روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

حدثنا عبداللہ حدثنا ابوبکر ابن ابی شیبہ حدثنا ابن نمیر عن عبدالمالك بن سلع عن عبدخیر الھمدانی قال سمعت علیا رضی اللہ عنہٗ

يقول قبض الله نبيه ﷺ علی خیر ماقبض علیه نبی من الانبیاء علیهم السلام ثم استخلف ابوبکر رضی الله عنهٗ فعمل بعمل رسول الله ﷺ و سنة نبیه و عمر رضی الله عنهٗ کذالك. (مسند احمد، ج ۱، ص ۱۳۱)

عبد خیر ہمدانی فرماتے ہیں: میں نے حضرت علیؓ کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو خیر پر موت عطا فرمائی سو کسی نبی کی ایسی موت نہیں ہوئی۔ پھر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنے اور آپ نے نبی کریم ﷺ جیسا عمل کیا اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل کیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب ہوئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ جب حضرت علیؓ خود تسلیم کررہے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے بعد برحق خلیفہ تھے اور آپ نے آنحضرت ﷺ کی سنت پر مکمل عمل بھی کیا تو ایسی صورت میں حضرت علیؓ کا بیعت سے انکار کرنا خلاف عقل و نقل معلوم ہوتا ہے۔ انحراف تو تب ہوتا اگر صدیق اکبرؓ نبی کریم ﷺ کے عمل کے خلاف کوئی کام کرتے۔ متبع شریعت کی بیعت سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے۔

وعن الحسن قال قال علی علیه السلام لماقبض رسول ﷺ نظرنا فی أمرنا فوجدنا النبی صلی الله علیه وسلم قد قدم أبا بكر رضی الله عنه فی الصلوة فرضینا لدنیا نامن رضی رسول الله صلی الله علیه وسلم لدیننا فقد منا ابابکر رضی الله عنه (صفة الصفوة، ج۱ ص ۲۵۷)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت علیؓ نے فرمایا جب رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے تو ہم نے اپنے امر (یعنی خلافت) میں غور و فکر کی (کہ کون خلافت کا زیادہ حقدار ہے) پس ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ کو مقدم فرمایا ہے لہذا ہم نے اپنی دنیاوی زندگی میں بھی بطور امیر ان کو پسند کرلیا اور انہیں اس منصب میں سب سے مقدم رکھا۔

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ نے ابوبکر صدیق کی بیعت کرلی تھی کیونکہ "فقد منا" سے خود حضرت علیؓ بھی بیعت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ اگر

حضرت علیؓ اس بات سے راضی نہ ہوتے تو "ہم" کا صیغہ استعمال نہ کرتے بلکہ فرماتے کہ لوگوں نے آپؓ کو منتخب کر لیا۔ مگر یہاں حدیث کے اندر جمع متکلم کے الفاظ سے پتہ چل رہا ہے کہ سب نے حضرت علیؓ سمیت حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا اور بیعت کی۔

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وسیاق غیر واحد یدل علی اجتماع علی والز بیر رضی اللہ عنہما ومبایعتہما أبابکر رضی اللہ عنہٗ خرج یوم الجمعۃ فقال أجمعوا الی المهاجرین والانصار فاجتمعوا۔ ثم أرسل الی علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ والنفر الذین کانوا تخلفوا معہٗ فقال لہٗ ماخلفك یاعلی عن أمر الناس، فقالم خلفنی عظیم المعتبة ورایتکم استقلیتم برأیکم فاعتذر الیہ ابوبکر رضی اللہ عنہٗ بخوف الفتنة لوأخر ألم أشرف علی الناس وقال ایها الناس هذا علی ابن ابی طالب لابیعة فی عنقه وهوبالخیار من أمره الاوأنتم بالخیار جمیعا فی بیعتکم فان رأیتم لها غیری فانا أول من یبایعهٗ ، فلما سمع ذالك علی کرم اللہ وجههٗ زال ماکان قدداخلهٗ فقال اجل لانریٰ لها غیرك أمددیدك فبایعهٗ هو ر النفر الذین کانوا معه فان هذا دلیل علی ان علیا رضی اللہ عنهٗ بایع ابابکر بعد وفاة رسول اللہ ﷺ بثلاثة ایام. (سیرت حلبیہ، ج ۳، ص ۴۸۵)

اکثر کا اسلوب کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اکٹھے ہوئے اور دونوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ کی بیعت کی ہے۔ ابن حبان اور آپ کے علاوہ دیگر محدثین نے کہا کہ یہ قول صحیح ہے اور اس کی تائید بعض علماء سے ہوئی۔ حضرت صدیق اکبرؓ جمعہ کے روز باہر تشریف لائے اور فرمایا: مہاجرین وانصار کو جمع کرو۔ جب جمع ہو گئے تو آپ نے حضرت علیؓ اور ان کے ساتھ پیچھے رہ جانے والے لوگوں کو آدمی بھیج کر بلوایا۔ حضرت علی تشریف لائے تو پوچھا، اے علی! تم لوگوں سے پیچھے کیوں رہ گئے تھے؟ کہا، عظیم غضب وعتاب کی وجہ سے پیچھے رہ گیا تھا۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ مجھے حقیر سمجھتے ہو۔ اس

پر حضرت ابوبکرؓ نے آپ سے اس بات کی معذرت کرلی۔ یہ خوف کھاتے ہوئے کہ اگر حضرت علیؓ نے بیعت میں تاخیر کی تو لوگوں میں فتنہ برپا ہوگا۔ پھر آپؓ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے لوگو! علی ابن ابی طالب کی گردن میں میری بیعت نہیں (یعنی ان پر میری بیعت کرنا لازم نہیں) وہ اس امر میں بااختیار ہیں۔ اور سنو! تم بھی اس معاملے میں آزاد ہو۔ اگر میرے سوا کسی کو اس بات کا اہل سمجھتے ہو تو میں پہلا شخص ہوں گا جو اس کی بیعت کروں گا۔ جب حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کا یہ صاف کلام سماعت کیا تو دل کا غبار دور ہو گیا اور عرض کی اے ابوبکر! ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں بیعت کروں۔ پھر حضرت علیؓ اور آپ کے ہمراہ لوگوں نے بیعت کرلی۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ حضرت علیؓ نے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے تین دن بعد بیعت کرلی تھی۔

مزید ارشاد فرماتے ہیں :

ويدل لهذا الجمع أن في رواية ابابكر رضى الله عنهُ لما صعد المنبر ونظرفي وجوه القوم فلم يرالزبير رضى الله عنهُ فدعابه فجاء فقال، قلت ابن عمة رسول الله وحواريه أردت أن تشق عصا المسلمين فقال لاتثريب يا خليفة رسول الله ﷺ فقام فبايعهُ، ثم نظرفي وجوه القوم فلم يرعليا كرم الله وجههُ فدعا بهٖ فجاء فقال قلت ابن عم رسول الله ﷺ على انبتهٖ أردت أن تشق عصا المسلمين فقال لاتثريب يا خليفة رسول الله ﷺ فقام فبايعهُ. (سیرت حلبیه، ج ۳، ص ٤٨٥)

ويبعد هذا الجمع مافى البخارى عن عائشة رضى الله عنها فلما توفيت فاطمة رضى الله عنها التمس اى على كرم الله وجههُ مصالحة ابى بكر رضى الله عنهُ ولم يكن بايع تلك الاشهر فأرسل الى ابى بكر الحديث.

حضرت فاطمہؓ کی وفات سے قبل اور وفات کے بعد بیعت کرنے کی روایات میں تطبیق کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اولاً حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ اس کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ اور حضرت فاطمہؓ میں باغ فدک کی وراثت کا

مسئلہ کھڑا ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے انقطاع تعلقات کر لیا۔

"اس جمع اور تطبیق پر دلیل یہ حدیث ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جب منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے لوگوں کے چہروں کو دیکھا، جب حضرت زبیرؓ نظر نہ آئے تو ان کو بلوایا اور فرمایا: "اے رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کے بیٹے! کیا تو مسلمانوں کی جماعت کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے"؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، ملامت نہ فرمائیں میں فسادی نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر حضرت زبیرؓ کھڑے ہوئے اور آپ کی بیعت کر لی۔ پھر لوگوں کے چہرے دیکھے تو حضرت علیؓ نظر نہ آئے۔ فرمایا: ان کو بلاؤ، حاضر ہوئے تو فرمایا اے رسول کریم ﷺ کے چچا کے بیٹے اور آپ ﷺ کے داماد! کیا تو مسلمانوں کی جماعت کو پارہ پارہ کرنا چاہتا ہے؟ حضرت علیؓ نے عرض کی۔ اے رسول اکرم ﷺ کے خلیفہ! مجھے ملامت نہ فرمایئے میں فساد کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی۔

اور بخاری شریف کی یہ حدیث جو بروایت عائشہؓ ہے کہ حضرت علیؓ نے وفات فاطمہؓ کے بعد بیعت کی، درست نہیں۔

بیعت علیؓ کے معاملہ میں علامہ حلبی تین دن بعد از وفات نبی اکرم ﷺ اور بمطابق دوسری روایت چھ ماہ بعد از وفات رسول اکرم ﷺ میں تطبیق کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وقد علمت الجمع بين من بايع بعد ثلاثة ايام من موته ﷺ ومن قال لم يبايع الابعد موت فاطمة رضي الله عنها بعد ستة اشهر قال وهوانهٗ بايع اولا ثم انقطع عن ابي بكر رضي الله عنهٗ لما وقع بينهٗ وبين فاطمة رضي الله عنها ماوقع ثم بايعهٗ مبايعة أخرىٰ فتوهم من ذالك من لايعرف باطن الأمر ان تخلفه انما هولعدم رضاهٗ ببيعته مبايعة أخرىٰ فتوهم من ذالك من لايعرف باطن الأمر أن تخلفه انما هولعدم رضاهٗ ببيعته فاطلق ذالك من اطلقهٗ ومن ثم أظهر علي كرم الله وجههٗ مبايعتهٗ لأبي بكر رضي الله عنهٗ ثانيا بعد ثبوتها علي

المنبر لإزالة هذه الشبهة. (سیرت حلبیه، ج ۳، ص ۴۸۹)

دونوں قولوں کے درمیان مطابقت اس طرح ہے کہ اولاً حضرت علیؓ نے بیعت کی پھر جب حضرت ابو بکرؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان فدک میں تنازعہ پیدا ہوا تو حضرت علیؓ نے انقطاع کر لیا اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد دوسری مرتبہ بیعت کی جو حقیقت کو نہ سمجھ سکے انہوں نے خیال کیا کہ شاید یہ انقطاع اور قطع تعلق اس لئے ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت ابو بکرؓ پر راضی نہیں۔ جس نے ایسا سمجھا سو سمجھ لیا، مگر حضرت علیؓ نے اس خیال کی گردش کے بعد، اس شبہ کے ازالے کیلئے، بر سر منبر دوبارہ حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔

غور فرمائے! کیسی ایمان افروز تصریح حضرت حلبی رحمۃ اللہ عنہ نے پیش فرمائی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حضرت علیؓ نے وفات کے تین دن بعد حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ فدک کی میراث پر تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تو حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کی دلجوئی کیلئے فقط قطع تعلق کر لیا تا کہ نبی کریم ﷺ کی محبوب بیٹی جو آپؓ کی چہیتی بیوی بھی ہیں، ان کی دلآزاری نہ ہو۔ کچھ لوگوں نے اس بات کو غلط رنگ میں پھیلا دیا مثلاً حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نہیں کی، وہ ابو بکرؓ کی خلافت پر راضی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ بعد از وفات حضرت فاطمہؓ، لوگوں کی اس خلش اور شبہ کو دور کرنے کیلئے علی الاعلان بر سر منبر حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کر لی تا کہ افواہوں کو مٹایا جا سکے۔

میں (راقم) کہتا ہوں جب بیعت علیؓ میں روایات صحیحہ ملتی ہیں تو ان تنازعات میں الجھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس سے قبل علامہ ابن حجر عسقلانی، ابن اثیر، حافظ عبد البر، امام احمد اور محدث شہیر ابن جوزی علیھم الرحمۃ کی روایات آپ کی نظر سے گذری ہیں کہ حضرت علیؓ نے صدیق اکبرؓ سے بیعت کا اقرار فرمایا۔ حافظ محب طبری، تاریخ طبری اور ابن اثیر، الکامل میں واضح فرما رہے ہیں کہ حضرت علیؓ نے بیعت میں تاخیر نہیں فرمائی۔ پس ان مستند شہادتوں کی موجودگی میں حضرت علیؓ کی بیعت کو متنازعہ

فیہ قرار دینا اور زیر بحث لانا کیا معنی رکھتا ہے۔

آخر میں حافظ ابن کثیرؒ کی روح پرور تصریح آپ کی نذر کرتا ہوں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے وفات پائی تو لوگ سعد بن عبادہؓ کے گھر میں اکٹھے ہوئے، ان میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ انصار کا ایک خطیب کھڑا ہوا اور کہا: تم جانتے ہو رسول اکرم ﷺ مہاجرین میں سے تھے، آپ کا خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے۔ ہم رسول اکرم ﷺ کے انصار تھے لہٰذا ہمیں ان کے خلیفہ کی بھی یونہی مدد کرنی چاہیے۔

حضرت عمر فاروقؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے انصار! تمہارے اس قائل نے سچی بات کہی اور اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو ہم تمہاری بیعت نہیں کریں گے۔ حضرت عمر فاروق نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور کہا یہ تمہارے صاحب ہیں ان کی بیعت کرو۔ حضرت عمرؓ نے بیعت کی اور اس کے بعد انصار و مہاجرین نے آپؓ کی بیعت کی۔

حضرت ابو بکرؓ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور قوم کے چہروں کو غور سے دیکھا اور فرمایا میں حضرت زبیر کو نہیں دیکھ رہا، وہ کہاں ہیں؟ حضرت زبیر کو بلوایا گیا تو فرمایا: اے رسول محترم ﷺ کو پھوپھی کے بیٹے! کیا مسلمانوں کی جماعت میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہو؟ حضرت زبیرؓ نے عرض کی اے خلیفہ رسول! (ﷺ) ملامت نہ فرمایئے: میں فسادی نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے اور حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے قوم پر نظر دوڑائی تو حضرت علیؓ کو غائب پایا اور فرمایا آپؓ کو بلاؤ، آپ تشریف لائے تو ان سے کہا اے علیؓ! تم کہتے ہو کہ نبی اکرم ﷺ کے چچا کے بیٹے ہو اور ان کے داماد! کیا تم مسلمانوں کا پارۂ اتحاد منتشر کرنا چاہتے ہو؟ حضرت علیؓ نے عرض کی: اے خلیفہ رسول (ﷺ) ملامت نہ فرمایئے میں ایسا نہیں ہوں۔ آپؓ نے بھی آگے بڑھ کر بیعت کر لی۔

ابو علی حافظ فرماتے ہیں میں نے محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے سنا وہ فرماتے ہیں میرے پاس مسلم بن حجاج کا ایک آدمی آیا اور اس نے مجھ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا۔ پس میں نے اس کو یہ حدیث لکھ دی اور اس پر یہ تحریر کیا۔

یہ "حدیث ایک اونٹ کے برابر ہے بلکہ دس ہزار درہم کی تھیلی کے برابر"
یعنی یہ حدیث نہایت قیمتی ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے حاکم اور ابو محمد بن حامد مقری سے ان دونوں نے ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم سے، اس نے جعفر بن محمد بن شاکر سے، اس نے عفان بن مسلم سے اور اس نے وہیب سے، وہیب نے داؤد بن ھند سے، اس نے ابو نضرہ سے جبکہ ابو نضرہ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کیا۔ مندرجہ بالا الفاظ اس روایت کے بھی ہیں صرف اتنا فرق ہے کہ اس روایت میں خطیب انصار کو مخاطب کرنے والے خود حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ اور یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہٗ نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا (باقی پہلی کی مثل ہے)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں اس حدیث کی اسناد صحیح اور محفوظ ہے اور اس میں ایک فائدہ جلیلہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے وفات نبی اکرم ﷺ کے دن یا دوسرے دن بیعت کر لی اور یہی حق بات ہے پھر اس کے بعد حضرت علیؓ، حضرت ابو بکرؓ سے کسی وقت میں بھی جدا نہ ہوئے۔ (البدایہ والنھایۃ، ج ۵، ص ۲۴۹)

رسول اکرم ﷺ کی تدفین سے قبل حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنھما کے بیعت کرنے کے متعلق مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

ویزید ذالك صحة قول موسى بن عقبة في مغازيه عن سعد بن ابراهيم حدثني ابي أن اباهُ عبدالرحمن بن عوف كان مع عمر رضي الله عنهُ وان محمد بن منسلمة كسرسيف الزبير رضي الله عنهُ ثم خطب ابوبكر رضي الله عنهُ واعتذر الى الناس وقال ماكنت حريصا على الامارة يوما ولاليلة ولاسأ لتها في سرولا علانية، فقبل المهاجرون مقالتهُ وقال علي والزبير رضي الله عنهما ماغضبنا الا لانا أخرنا عن المشورة وانانرىٰ ان ابابكر رضي الله عنهُ أحق الناس بها، انهُ لصاحب الغار وانا لنعرف شرفه وخيرهُ ولقد أمرهُ رسول الله ﷺ أن يصلي بالناس وهوحيي، اسناد جيد. (البداية والنهاية ج ٥، ص ٢٥٠)

"نبی اکرم ﷺ کے دفن سے پہلے یہ قول زیادہ صراحت پیش کرتا ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے "مغازی" میں جو قول نقل فرمایا، صحیح ہے۔

موسیٰ بن عقبہ، سعید بن ابراہیم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور محمد بن مسلمہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار توڑ دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں سے معذرت کرتے ہوئے کہنے لگے، "لوگو! تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کبھی بھی خلافت کی خواہش نہیں کی نہ ظاہری طور پر نہ پوشیدہ"۔ مہاجرین نے آپ کی بات کو پسند کیا اور قبول کر لیا۔ پس حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس لئے ناراض ہوئے کہ ہمیں مشورے سے موخر کیا گیا اور ہمیں معلوم ہے کہ تمام لوگوں میں سے ابوبکر، خلافت کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ وہ صاحب غار ہیں اور ہم ان کی شان و شوکت کو پہچانتے ہیں۔ تحقیق رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں انہیں امامت کا فریضہ سونپا۔ معلوم ہوا کہ دونوں نے قبل از دفن رسول اکرم ﷺ بیعت کی تھی۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں اس کی سند جید ہے"

حافظ ابن کثیر کی عبارت سے شکوک وشبہات کے غبار چھٹ گئے اور نزاع و اختلاف کے بادل صاف ہو گئے۔ کیونکہ آپ نے صاف لکھ دیا کہ حضرت علیؓ نے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد قبل از دفن بیعت کر لی تھی۔ اور یہ بیعت وفات کے پہلے دن یا دوسرے دن ہوئی، اور یہی حق بات ہے۔ معلوم ہوا اختلاف صرف عدم مشورہ کی وجہ سے تھا ورنہ ان حضرات نے خود تسلیم کیا کہ امامت و خلافت کے اصل حقدار حضرت ابوبکرؓ ہی ہیں۔ اس بات کی تائید بسند جید روایت کردہ قول سے ہوتی ہے جو موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا۔

جملہ تصریحات جو کتب معتبرہ سے لی گئی ہیں، آپ کی خدمت میں پیش کر دی گئیں۔ ان کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی باعقل و شعور مسلمان یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی ہے۔ ایک جم غفیر نے اس بات کی تائید

کی اور صراحتاً اسے بیان کیا۔ کسی ایک کے حافظہ کے کمزور ہونے کی بات تو کی جا سکتی ہے مگر مشاہیر علماء کرام کے پورے طبقہ پر اس بات کو کیسے درست تسلیم کیا جا سکتا ہے۔
حضرت ابو بکرؓ کی افضلیت اور شرف و کمال کا اعتراف خود حضرت علیؓ نے کیا اور آپ کی بیعت کرنا بھی خود زبان علیؓ سے واضح ہے تو اس کے بعد شک کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ہمارے شیعہ حضرات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، اپنے عقیدہ کی صحت پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ امام بخاری نے یہ حدیث کتاب المغازی" میں تخریج فرمائی اور اس کے یہ الفاظ

"فالتمس مصالحة ابی بکر ومبایعتهٗ ولم یکن یبایع تلك الاشهر"

کہ حضرت ابو بکرؓ کی چھ مہینے تک حضرت علیؓ نے بیعت نہیں کی اور اس بارے میں ان کی لغو گفتگو مشہور ہے۔ اس کے جواب میں حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

قال المازری، العذر لعلی فی تخلفه مع مااعتذر هو به انهٗ یکفی فی بیعة الامام أن یقع من أهل الحل والعقد ولایجب الاستیعاب ولایلزم كل احد أن یحضر عندهٗ ویضع یدهٗ فی یده بل یکفی التزام اطاعته والانقیاد لهٗ بأن لایخالفه ولایشق العصاعلیه وهذا كان حال علی رضی الله عنهٗ لم یقع عنهٗ الاالتأخر عن الحضور عند ابی بکر رضی الله عنهٗ

(فتح الباری، ج ۷، ص ۴۹۴. عمدة القاری، ج ۱۷، ص ۲۵۹)

امام مازری اس حدیث شریف کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے پیچھے رہ جانے کا جو عذر حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پیش کیا وہ عذر ہی بیعت میں کفائت کرتا ہے (یعنی یہ عذر کرنا دراصل بیعت کرنا ہی ہے اور ہر ایک کیلئے ضروری نہیں کہ وہ حاضر ہو کر امام کے ہاتھ میں ہاتھ دے تو یہی بیعت ہے۔ بلکہ امام کی

اطاعت اور فرمانبرداری کا التزام ہی کافی ہے۔ اور یہ بات کہ وہ امام کی مخالفت نہ کرے اور اتحاد کو نقصان نہ پہنچائے اور یہی حال حضرت علیؓ کا تھا کہ سوائے تاخیر کے اور کوئی کام ایسا سرزد نہ ہوا جو امام کی مخالفت میں ہو۔

حافظ ابن حجرؒ کا یہ قول بہت قوی اور مضبوط ہے کیونکہ ماسوائے تاخیر کے اور کوئی نص ایسی نہیں جس سے ظاہر ہو کہ حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کی ہے۔ اور آپ کا سکوت ہی بیعت کی دلیل ہے۔ اس لئے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

وکانهم کانوا یعذرونهم فی التخلف عن ابی بکرؓ فی مدة حیاة فاطمة رضی الله عنها لشغله بها وتمریضها وتسلیتها عماهی فیه من الحزن علی ابیها ولانها لما غضبت من رد ابی بکرؓ علیها فیما سألته من المیراث رای أن یوافقها فی الانقطاع عنهٗ

(فتح الباری، ج ۷، ص ۴۹۴)

گویا حضرت علیؓ کا بیعت صدیق اکبرؓ میں پیچھے رہ جانے کو صحابہ کرامؓ معذور تصور کرتے تھے کیونکہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں مشغول تھے اور تیمارداری نیز وہ غم جو نبی اکرم ﷺ کی وفات کی وجہ سے ایک بیٹی کی حیثیت سے آپؓ کو پہنچا تھا اس میں تسلی کا باعث بنے ہوئے مصروف تھے اور شاید اس لئے بھی کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے سوال کو رد کیا تو وہ خفا ہو گئیں کہ ابوبکرؓ نے میرے باپ کی میراث سے مجھے حصہ نہیں دیا۔ تو حضرت علیؓ نے خیال کیا کہ اس انقطاع اور پریشانی میں حضرت فاطمہؓ کی موافقت کی جائے تاکہ بنت رسول اکرم ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ حضرت علیؓ کو معذور تصور فرماتے تھے۔ ایک طرف آنحضرت ﷺ کے غار یار تھے تو دوسری طرف جگر کا ٹکڑا اور جنتی عورتوں کی سردار فاطمہؓ کی تسلی پیش نظر تھی۔ لہٰذا حضرت علیؓ بیعت سے مؤخر ہوئے مگر مخالفت کبھی نہ کی اور حضرت علیؓ کا یہ عذر دراصل بیعت ہی ہے۔ جیسا کہ تمام تر واقعات اور حقائق آپ کے سامنے پیش کر دیئے گئے ہیں۔

قال القرطبی من تأمل مادار بین ابی بکر رضی الله عنهٗ وعلی

رضی اللہ عنہُ من المعاتبة ومن الاعتذار وما تضمن ذالك من الانصاف عرف بعضهم کان یعترف بفضل الآخر وان قلوبهم کانت متفقة علی الاحترام والمحبة وان کان الطبع البشری قدیغلب احیانا لکن الدیانة ترد ذالك، واللہ الموفق، وقد تمسك الرافضة بتأخر علی رضی اللہ عنہُ عن بیعة ابی بکر رضی اللہ عنہُ الی أن ماتت فاطمة رضی اللہ عنها وهذیا نهم فی ذالك مشهور وفی هذا الحدیث مایدفع فی حجتهم وقد صحیح ابن حبان وغیره من حدیث ابی سعید الخدری وغیره ان علیا رضی اللہ عنہُ بایع ابابکرؓ فی اولی الامر. واما ماوقع فی مسلم، عن الزهری ان رجلاً قال لهُ لم یبایع علی ابابکر رضی اللہ عنهما حتی ماتت فاطمة رضی اللہ عنها، قال، لاولا أحد من بنی هاشم، فقد ضعفهُ البیهقی بان الزهری لم یسندهُ وان الروایة الموصولة عن ابی سعیدأصح. (فتح الباری، ج ۷ ص ۴۹۵)

امام قرطبی فرماتے ہیں حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان باہمی ناراضگی اور اعتذار کے ضمن میں جو کچھ ہوا، جو شخص انصاف سے غور و فکر کرے گا پہچان جائے گا کہ حضرات صحابہ کرامؓ باہم ایک دوسرے کے شرف و بزرگی کے معترف تھے۔ اگرچہ بعض اوقات طبع بشری غالب آجاتی مگر دیانت و صداقت کے تقاضے چھوٹنے نہ پاتے اور وہ تمام متحد و متفق اور ایک دوسرے کیلئے محبت کے پیکر بنے رہتے۔

(از راقم) معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک دیانت نام کی کوئی چیز نہیں بلکہ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں اس خوبی کا گلہ گھونٹ دیا ہے ورنہ بشری تقاضے کبھی کبھی آڑے آبھی جاتے ہیں مگر دیانت ان محبت و اخوت کے پیکر انسانوں کو کوئی غلط قدم اٹھانے سے روک دیتی ہے۔ تمام صحابہؓ باہمی محبت و احترام کا پیکر تھے۔ خود رب کائنات نے ارشاد فرمایا "رحماء بینهم" کہ وہ آپس میں رحیم تھے۔ اس کے باوجود اگر کوئی ان کے محاسن کے درپے ہو تو کیا دیانت کا خوں کرتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ نہیں رنگے؟ یقیناوہ کسی جھگڑالو اور فسادی شخص کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

امام قرطبی کے قول کے بعد حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

شیعہ حضرات نے اس سے یہ دلیل پکڑی کہ حضرت علیؓ نے وفات فاطمہؓ تک بیعت نہیں کی۔ اس ضمن میں ان لوگوں کی فضول گوئی مشہور ہے بلکہ یہ حدیث تو ان کی دلیل بننے کی بجائے خود ان کے خلاف حجت ہے۔ حدیث ابو سعید خدریؓ وغیرہ کو ابن حبان اور دیگر علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔ جس میں ثابت ہے کہ حضرت علیؓ نے شروع میں ہی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی اور جو مسلم شریف میں امام زہری کے حوالے سے آیا کہ حضرت علیؓ نے وفات فاطمہؓ تک بیعت میں تاخیر کی اور بیعت نہ کی۔ نہ تو حضرت علیؓ نے ایسا کیا اور نہ ہی کسی بھی بنی ہاشم کے فرد نے، امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا کیونکہ امام زہری نے اس کی سند نہیں بیان کی اور جو حدیث ابو سعید خدریؓ سے موصول ہے وہی صحیح ہے"۔

پتہ چلا کہ اول الأمر میں حضرت علیؓ کا بیعت کرنا روایات صحیحہ و معتبرہ سے ثابت ہے۔ اور وہ احادیث جن میں بیان کیا گیا کہ وفات فاطمہؓ تک بیعت نہیں کی، سب ضعیف ہیں جیسا کہ امام بیہقیؒ و ابن حبان اور صاحب سیرت حلبیہ وغیرہ ہم نے فرمایا ہے۔

لہٰذا تمام دلائل اور حقائق یہی بات ثابت کرتے ہیں کہ قبل از دفن نبی اکرم ﷺ حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لینا ہی معتبر و مستند ہے **(واللہ اعلم بالصواب)**

- علامہ عبد الوہاب عبد اللطیفؒ، استاذ جامعہ ازہر جنہوں نے "صواعق محرقہ" لابن حجر مکی کی احادیث کی تخریج اور اس پر تعلیق فرمائی اپنی تعلیق میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

وقال الباقلانی فی التمهید علی انه لانعرف أحدا روی تأخیر علی والزبیر رضی الله عنهما عن البیعة ایاما وروی عنهٔ فی هذه القصة رجوعهما الی بیعته ودخولهما فی صالح مادخل فیه المسلمون وانهما قالا لاتثریب یا خلیفة رسول الله ﷺ ماتأخرنا عن البیعة الاانا کرهنا الاتدخل فی المشورة وقال سعد الدین التفتازانی فی شرح المقاصد اماتوقف علی

رضی اللہ عنہٗ فی بیعة ابی بکرؓ فیحمل علی انہٗ أصابہٗ الحزن والکابة بفقد رسول اللہ ﷺ لم یتفرغ للنظر والاجتهاد فلما نظر و ظهرلہٗ الحق دخل فیما دخل فیه المسلمون، وفی مطالع الأنظار للأ صفهانی، ان علیا کان شجاعاو کان معہٗ اکثر صنادید لقریش وساداتهم ولم ینازع فی الخلافة وان ابابکر رضی اللہ عنہٗ قد منازع علیها الزبیر مع شجاعته واباسفیان رئیس مکة ورأس بنی امیة وابوبکر رضی اللہ عنہٗ شیخ ضعیف خاشع عدیم المال، قلیل الأعوان وماذالك الالانہٗ کان مقدما علی الصحابه رضی اللہ عنهم

(صواعق محرقه، ص ١٦)

باقلانی نے "تمہید" میں کہا کہ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے روایت کی ہو کہ زبیر و علی رضی اللہ عنہما نے بیعت میں تاخیر کی ہے بلکہ خود حضرت علیؓ سے اس معاملہ میں روایت ہے کہ ان دونوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی طرف رجوع کر لیا تھا اور اس نیک امر میں داخل ہو گئے جس میں تمام مسلمان آپس میں متفق تھے۔ ان دونوں حضرات نے کہا "لاتشریب یا خلیفة رسول ﷺ" ہم نے بیعت میں تاخیر اس لئے کی کہ ہمیں مشورہ میں شامل نہیں کیا گیا۔ اور علامہ تفتازانی "شرح المقاصد" میں لکھتے ہیں حضرت علیؓ کے بیعت کرنے میں توقف کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ رسول اکرم ﷺ کی وفات کی وجہ سے آپ حزن و ملال میں گھرے پڑے تھے سو آپؓ کو اجتہاد اور غور و خوض کا وقت نہ مل سکا۔ بعد میں جب غور و فکر کر لیا اور حق ظاہر ہو گیا تو آپ بھی اس جماعت میں شامل ہو گئے جنہوں نے بیعت صدیق اکبرؓ کی تھی۔

"مطالع الانظار" میں امام اصفہانی تحریر فرماتے ہیں۔

بے شک حضرت علیؓ شجاع اور دلیر تھے اس کے باوجود انہوں نے خلافت میں ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ جھگڑا نہیں کیا اور حضرت زبیرؓ نے بھی دلیر اور نڈر ہونے کے باوجود ایسا نہیں کیا۔ ابوسفیان رئیس مکہ اور بنی امیہ کا سردار تھا جبکہ حضرت صدیق اکبرؓ بوڑھے، کمزور، خوف خدا میں لرزیدہ، قلیل مال و متاع کے مالک اور دوستوں کی

بہت کم تعداد والے تھے۔ اس کے باوجود کسی نے بھی اس معاملہ میں جھگڑا نہیں کیا کیونکہ سبھی جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضوان اللہ اجمعین پر مقدم ہیں۔

علامہ موصوف کی تمام تصریحات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ کی بیعت اول الأمر ہوئی جو چند دن یا وفات حضرت فاطمہؓ تک اس کی تاخیر بیان کرتے ہیں، صحیح نہیں۔ ان دونوں (حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنھما) کو مشورہ میں شامل نہ کرنے کا افسوس تھا، دل کی خلش دور ہوئی تو دونوں نے بلا چون وچرا حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرلی۔

معلوم ہوا اکثرین کے نزدیک یہ بیعت رسول اللہ ﷺ کی تدفین سے پہلے ہوئی۔ وفات کے پہلے یا دوسرے دن۔ لہٰذا علمائے اعلام کی وضاحت کے بعد شیعہ حضرات کا شبہ بے سود و بے محل ہے کہ حضرت علیؓ نے وفات حضرت فاطمہؓ تک بیعت نہیں کی بلکہ ابن حجر عسقلانیؒ کی تصریح سے صاف پتہ چل گیا کہ حضرت علیؓ کا خلافت میں جھگڑا نہ کرنا اور اطاعت و فرمانبرداری سے کام لینا ہی دراصل آپؓ کی بیعت کی دلیل ہے اور صحابہ کرامؓ کا بوجوہ حضرت علیؓ کو معذور سمجھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے بیعت صدیق اکبر سے انکار نہیں کیا بلکہ ان کا عذر درست تھا۔ لہٰذا کسی کو بھی حضرت علیؓ کی بیعت میں شک نہیں کہ وہ اول الأمر میں واقع ہوئی۔

شیعہ حضرات کے اعتراض کی ثقہ روایات کے مقابل کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی اور پھر حضرت علیؓ، جنہیں شیعہ امام تسلیم کرتے ہیں، خود ان کی زبان مبارک سے بیعت کرنا ثابت ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جسے رسول اکرم ﷺ نے ہمارے دین کیلئے پسند فرمالیا ہم اسے اپنی دنیا کیلئے منتخب کرتے ہیں "فبایعناہ" (پس ہم نے بیعت کرلی) کے الفاظ پر غور کیجئے، کیا ایسے اعتراضات خود حضرت علیؓ کے دامن صداقت پر کیچڑ اچھالنے کے مترادف نہیں۔ خدائے عزوجل ہمیں صداقت کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

روافض کے ایک اعتراض کا جواب

شیعہ حضرات اپنے موقف کی تائید میں امام بخاری کی دو روایتیں پیش کرتے ہیں۔ ایک روایت آپ نے تعلیقاً درج فرمائی اور دوسری سعد بن ابراھیم بن سعد کے حوالے سے۔

ان دونوں روایتوں سے وہ ثابت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ تھے۔ شیعہ کا یہ بڑا مضبوط اعتراض تصور کیا جاتا ہے لیکن حقیقت ان کے زعم کے برعکس ہے۔ حدیث کے ظاہر پر نظر رکھتے ہوئے وہ خلافت علیؓ کا واویلا مچا رہے ہیں مگر سیاق و سباق کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اگر انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اس حدیث کا مطالعہ کرتے تو کبھی بھی خلافت علیؓ پر مصر نہ ہوتے۔

بخاری شریف کی ایک روایت جسے امام بخاری نے تعلیقاً ذکر فرمایا براء بن عازب کی حدیث کی ایک طرف ہے جسے امام بخاری نے "باب عمرۃ القضاء" میں مطولاً تخریج کیا اور وہ طرف یہ ہے۔

قال النبی ﷺ لعلی أنت منی وأنا منك

بخاری شریف کی دوسری حدیث جو سعد بن ابراھیم کے حوالے سے ہے یوں آئی ہے۔

عن سعد قال سمعت ابراھیم بن سعد عن ابیہ قال قال النبی ﷺ لعلی أما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلة ھارون من موسیٰ۔

(بخاری شریف، مناقب علیؓ بن ابی طالب)

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ اس حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قولهُ (انت) مبتدا ومنی خبرهُ ومتعلق الخبر خاص و کلمه منی هذه تسمی بمن الاتصالیة و معناهُ انت متصل بی ولیس المراد به اتصاله

من جهة النبوة بل من جهة العلم والقرب والنسب و كان أب النبی ﷺ شقیق ابی علیؓ و کذالك الكلام فی قولهٖ وأنامنك.

"أنت" مبتدا ہے اور منی" اس کی خبر ہے اور خبر کا متعلق خاص ہے اور کلمہ منی میں "من" اتصالیہ ہے اس کا معنی یہ ہنا کہ اے علیؓ! تو میرے ساتھ متصل ہے اور یہ اتصال، جھت نبوت سے نہیں بلکہ علم، قرب اور نسب کے لحاظ سے ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت علیؓ کے باپ آپس میں سگے بھائی تھے اور یہی بات "انامنک" میں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ "میں تجھ سے اور تو مجھ سے" میں اتصال نسب مراد ہے نہ کہ وہ جو روافض کا خیال ہے۔

دوسری حدیث کی توضیح میں فرماتے ہیں (انت منی بمنزلة هارون من موسی)

معناهٗ أنت متصل بی ونازل منی منزلة هارون من موسیٰ وفیه تشبیه ووجه التشبیه مبهم و بینة بقولهٖ الاانهٗ لانبی بعدی یعنی اتصاله لیس من جهة النبوة فبقی الاتصال من جهة الخلافة لانها تلی النبوة فی المرتبة ثم انها تكون فی حیاته ،وبعد مماته فخرج بعد مماتهٖ لان هارون مات قبل موسیٰ علیه السلام فتبین أن یكون فی حیاته عندمسیرهٖ الی غزوة تبوك لأن هذا القول من النبی ﷺ كان مخرجهٗ الی غزوة تبوك وقد خلف علیا رضی الله عنه علی اهلهٖ وأمرهٗ بالاقامة فیهم. (عمدة القاری، ج ١٦، ص ٢١٤)

"انت منی بمنزله هارون من موسیٰ" کا مطلب ہے کہ اے علیؓ! تو مجھ سے متصل ہے اور تیرا مقام وہی ہے جو حضرت ہارون کا حضرت موسیٰ علیہا السلام کے بعد تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام دوسری جگہ کہیں تشریف لے گئے۔ پس تم غزوۂ تبوک میں میرے جانے کے بعد میرے خلیفہ ہو۔ اس میں حضرت علیؓ کو تشبیہ دی گئی حضرت ہارون علیہ السلام سے اور وجہ تشبیہ مبہم (غیر واضح) ہے۔ اس کی وضاحت نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس قول سے کی "الاانهٗ لانبی بعدی" یعنی خبردار

میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ پتہ چلا کہ حضرت علیؓ کا اتصال نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نبوت کی جہت سے نہیں کیونکہ کوئی نبی تو آپ ﷺ کے بعد آ نہیں سکتا۔ پس یہ اتصال خلافت کے اعتبار سے باقی رہ گیا پھر یہ خلافت آپ کی حیات میں ہو گی یا فوت ہونے کے بعد۔ آپ کی وفات کے بعد خلافت ماننا تو اس لئے خارج ہو گیا کہ ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل وفات پا گئے تھے۔ (لہٰذا) ظاہر ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی حیات میں خلیفہ بنے اور وہ اس وقت جب غزوۂ تبوک کا موقع آیا تو اس وقت نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اہل و عیال اور مال پر اپنا خلیفہ بنا کر پیچھے چھوڑا اور قیام کا حکم ارشاد فرمایا۔

معلوم ہوا یہ حکم غزوۂ تبوک کے ساتھ متصل ہے۔ جب اس غزوے سے نبی محترم ﷺ واپس تشریف لائے تو حضرت علیؓ کی خلافت بھی ختم ہو گئی۔

دوسری جگہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال الخطابی هذا انما قاله لعلی رضی الله عنهٗ حین خرج الی تبوك ولم یستصحبه فقال أتخلفنی مع الزریة فقال أماترضی الی آخرہٖ فضرب لهٗ المثل باستخلاف موسیٰ هارون علی بنی اسرائیل حین خرج الی الطور ولم یردبهٖ الخلافة بعد الموت فان المشبه به وهو هارون كانت وفاتهٗ قبل وفاة موسیٰ علیه السلام وانما كان خلیفة، فی حیاته فی وقت خاص فیكن كذالك الأمرفیه من ضرب المثل بهٖ (عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۲۱۸)

امام خطابی فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے یہ بات اس وقت فرمائی جب آپ ﷺ غزوۂ تبوک کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت علیؓ کو ساتھ نہیں لے کر گئے تو حضرت علیؓ نے عرض کیا، کیا آپ مجھے بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ اس کے جواب میں حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا (اَمَاتر ضٰی ...... الی آخر الحدیث) پس نبی اکرم ﷺ نے ایک مثل ارشاد فرمائی کہ تجھے خلیفہ بنانا ایسے ہی ہے جیسے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر خلیفہ بنانا تھا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کو گئے۔ اس مثال میں مشبہ بہ ہارون علیہ السلام ہیں اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے دنیا سے تشریف لے گئے اور فقط ایک خاص وقت تک حضرت موسیٰ کی زندگی میں ان کے خلیفہ رہے۔ پس چاہئے کہ اس حدیث میں بھی معاملہ اسی طرح ہو جس طرح مثال میں بیان کردہ شخص کا ہے۔ یعنی حضرت علیؓ، نبی کریم ﷺ کی غیر موجودگی میں خلیفہ رہے جیسے ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں نہ کہ اس سے مراد بعد از وفات نبی اکرم ﷺ خلافت مراد ہے ورنہ تشبیہ ختم ہو جائے گی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کے ماتحت رقم فرماتے ہیں۔

واستدل بحديث الباب على استحقاق علي رضي الله عنهُ للخلافة دون غيره من الصحابة. فان هارون كان خليفة موسىٰ وأجيب بأن هارون لم يكن خليفة موسىٰ الافي حياتہ لابعد موتہ لانه مات قبل موسىٰ باتفاق. أشارالى ذالك الخطابي وقال الطيبي معنى الحديث انهُ متصل بي نازل مني منزلة هارون من موسىٰ عليهما السلام وفيه تشبيه مبهم بينة بقوله (الاانه لانبي بعدى) فعرف أن الاتصال المذكور بينهما ليس من جهة النبوة بل من جهة مادونها وهو الخلافة ولما كان هارون المشبه به انما كان خليفة في حياتہ دل ذالك على تخصيص خلافة على للنبي ﷺ بحياتہ (والله أعلم)

حضرت علیؓ کیلئے خلافت ثابت کرنے کیلئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ سوائے حضرت علیؓ کے کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے آپ کو بمنزلہ ہارون قرار دیا اور ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں خلیفہ تھے نہ کہ آپ کی وفات کے بعد، کیونکہ بالاتفاق حضرت ہارون، حضرت موسیٰ علیہما السلام کی وفات سے

پہلے فوت ہو گئے۔ اس بات کی طرف خطابی نے اشارہ کیا جیسا کہ عمدۃ القاری کے حوالے سے مذکور ہو چکا۔ امام طیبی نے اس کا معنی یہ بیان فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے ساتھ اس طرح متصل فرمایا جس طرح ہارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام تھے، اسی طرح حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے قائم مقام ہیں۔ اور تشبیہ چونکہ مبھم ہے، اس ابھام کو نبی اکرم ﷺ نے اپنے قول "الا انہٗ لا نبی بعدی" کے ساتھ دور فرمایا: پس معلوم ہوا کہ دونوں کے درمیان اتصال نبوت کی جھت سے نہیں بلکہ قرب کی وجہ سے ہے۔ اور نبوت سے کم درجہ خلافت کا ہے۔ لہٰذا حضرت علیؓ خلیفہ ٹھہرے۔ جب حضرت علیؓ کو جن کے ساتھ تشبیہ دی گئی (یعنی ہارون علیہ السلام) وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں خلیفہ رہے، اسی طرح حضرت علیؓ بھی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی خلیفہ ہیں نہ کہ بعد میں۔

معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کی خلافت ایک خاص وقت کیلئے تھی۔ جب نبی اکرم ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لے آئے تو خلافت بھی ختم ہو گئی۔ جس طرح حضرت ہارون کی خلافت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور سے واپس آنے کے بعد ختم ہو گئی۔ چونکہ اس مثال میں حضرت علیؓ کو حضرت ہارون سے تشبیہ دی گئی ہے اور ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ سے چالیس سال پہلے وفات پا گئے تھے۔ لہٰذا حضرت ہارونؑ کی خلافت صرف حضرت موسیٰ کی زندگی میں ہی ثابت ہے۔ لہٰذا جب ہارونؑ کی خلافت صرف حیات موسیٰ میں ثابت ہے تو حضرت علیؓ جن کو حضرت ہارون سے تشبیہ دی گئی ان کی خلافت بھی صرف حیات نبی اکرم ﷺ میں ہی ثابت ہے نہ کہ بعد میں۔ پس اس سے بعد از وفات نبی اکرم ﷺ حضرت علیؓ کی خلافت ثابت کرنا خلاف نقل و عقل ہے۔ رب ذوالجلال فہم و ذکاء عطاء فرمائے۔ آمین۔

حافظ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی شارح مسلم شریف اس حدیث کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

قال القاضی ھذا الحدیث مماتعلقت بہ الروافض والا مامیۃ وسائر فرق الشیعۃ فی أن الخلافۃ کانت حقا لعلی رضی اللہ عنہٗ وانہٗ وصی بھا، قال، ثم اختلف ھولآء فکفرت الروافض سائر الصحابۃ فی تقدیمھم غیرہٗ وزاد بعضھم فکفر علیا رضی اللہ عنہٗ لانہٗ لم یقم فی طلب حقہٖ بزعمھم وھولآء أسخف مذھبا وأفسد عقلاً من أن یردقولھم أویناظروا، قال القاضیؒ ولاشک فی کفر من قال ھذا لأن من کفر الامۃ کلھا والصدد الاول فقد أبطل نقل الشریعۃ وھدم الاسلام امامن عداھولآء الغلاۃ فانھم لایسلکون ھذا المسلک فاما الامامیۃ وبعض العتزلۃ فیقولون ھم مخطئون فی تقدیم غیرہٗ لاکفار وبعض المعتزلۃ لایقول بالتخطئۃ لجواز تقدیم المفضول عندھم وھذا الحدیث لاحجۃ فیہ لأحد منھم بل فیہ اثبات فضیلۃ لعلی رضی اللہ عنہٗ ولاتعرض فیہ لکونہٖ أفضل من غیرہ أومثلہٗ ولیس فیہ دلالۃ لاستخلافہ بعدہٗ لان النبی ﷺ انما قال ھذا لعلی رضی اللہ عنہٗ حین استخلفہٗ فی المدینۃ فی غزوۃ تبوک ویؤید ھذاأن ھارون المشبہ بہٖ لم یکن خلیفۃ بعد موسیٰ بل توفی فی حیوۃ موسیٰ وقبل وفات موسیٰ بنحوار بعین سنۃ علی ماھوالمشھور عندأھل الأخبار والقصص قالوا انما استخلفہٗ حین ذھب لمیقات ربہ للمناجات. واللہ أعلم

(نووی شرح مسلم، ج ۲، ص ۲۷۸)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ حدیث ان میں سے ایک ہے جس سے روافض وامامیہ اور شیعہ فرقوں نے اس بات کی دلیل پکڑی ہے کہ خلافت حضرت علیؓ کا حق تھا اور وہ اس کے وصی تھے۔ پھر ان تمام فرقوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ روافض نے تمام صحابہؓ کو اس لئے کافر (نعوذ باللہ) کہا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کو مقدم کیا اور بعض روافض نے اس پر بھی زیادتی کرتے ہوئے

حضرت علیؓ کو کافر کہہ دیا (العیاذ باللہ) کیونکہ ان کے زعم باطل میں حضرت علیؓ اپنے حق کیلئے اٹھ کھڑے نہیں ہوئے اور یہ شیعہ گروہ نہایت کمزور مذہب کے اعتبار سے اور عقلاً نہایت فاسد ہیں کہ ان کی تردید کی جائے۔ (قاضی عیاض فرماتے ہیں) جو شخص ایسے خیالات کا مالک ہو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں کیونکہ انہوں نے صدر اول اور تمام امت کو کافر کہا۔ پس اس نے نقل شریعت کو باطل کر دیا اور اسلام کو منہدم۔ امامیہ اور بعض معتزلہ کہتے ہیں صحابہ کرامؓ، حضرت علیؓ کے علاوہ دوسرے کو مقدم کرنے میں خطاکار ہیں کافر نہیں، اور بعض معتزلہ ان کو خطاکار بھی نہیں کہتے کیونکہ مفضول کی تقدیم بھی ان کے نزدیک جائز ہے۔ اور اس حدیث میں کسی کیلئے بھی دلیل نہیں بلکہ حضرت علیؓ کی فضیلت کا اثبات ہے اور اس میں اس سے تعرض نہیں کہ حضرت علیؓ غیر سے افضل ہیں یا اس کی مثل ہیں۔ اس حدیث میں حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے یہ بات حضرت علیؓ کو اس وقت فرمائی جب آپ کو مدینہ شریف میں اپنا خلیفہ بنا کر تبوک کی طرف تشریف لے گئے اور اس بات کی مؤید یہ دلیل ہے کہ ہارون علیہ السلام مشبہ بہ ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہیں بنے بلکہ حضرت موسیٰ کی حیات میں ہی وفات پا گئے چالیس سال قبل۔ جیسا کہ اہل اخبار و قصص کے نزدیک مشہور ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب موسیٰ علیہ السلام مناجات کیلئے میقات کو چلے گئے۔ اس جملہ عبارت کا مفہوم یہی ہے کہ اس حدیث سے حضرت علیؓ کی خلافت بعد از وفات نبی اکرم ﷺ کسی طرح ثابت نہیں بلکہ صرف فضیلت پر دلیل ہے۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

يعنى فى الآخرة وقرب المرتبة والمظاهرة به فى أمرالدين كذا قالهٗ شارح علمائنا وليس فيه دلالة على استخلافهٖ بعدهٗ وخلاصة، ان الخلافة الجزئية فى حياته لاتدل على الخلافة الكلية بعد مماته لاسيما وقد

عزل عن تلك الخلافة برجوعهﷺ الی المدینة.

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱۱، ص ۳۳۶)

اس حدیث سے مراد آخرت میں عظیم مرتبہ اور قرب مراد ہے اور امور دین میں اس بات کا مظاہرہ مراد ہے۔ ہمارے شارحین علماء نے اس حدیث کی اسی طرح تشریح فرمائی۔ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانے میں کوئی دلالت نہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ خلافت جزئیہ بعد از وفات، حضرت علیؓ کی خلافت کلیہ پر دلیل نہیں ہے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ خود نبی کریم ﷺ نے مدینہ شریف واپس آکر حضرت علیؓ کو اس منصب سے معزول فرمادیا تھا۔

لہٰذا اس حدیث سے روافض کیلئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے کے بعد ہارون علیہ السلام خلافت سے معزول ہو گئے اسی طرح حضرت علیؓ، نبی اکرم ﷺ کی واپسی کے بعد خلیفہ نہ رہے۔ پس یہ خلافت جزئیہ تھی جو کچھ وقت کیلئے تھی اس سے خلافت کلیہ پر دلیل نہیں بنائی جاسکتی۔

ترمذی شریف میں عمران بن حصین سے ایک حدیث مروی ہے جس کی اصل بخاری میں ہے جسے امام بخاری نے تعلیقاً روایت فرمایا ہے اور یہ حدیث براء بن عازب کا ایک حصہ ہے جس کو امام بخاری نے "عمرۃ القضا" میں روایت فرمایا۔ ترمذی شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

"عن عمران بن حصین ان رسول اللہﷺ قال ان علیا منی وانا منہٗ وھوولی کل مومن"

اس حدیث کے تحت علامہ ملا علی قاری نے نہایت نفیس تحقیق ارقام فرمائی اصل عبارت کو بخوف طوالت میں نے ترک کردیا ہے ورنہ کتاب زیر مطالعہ ہے۔ یہاں فقط اس کا خلاصہ عرض کرنا چاہتا ہوں اگرچہ علماء سے یہ مخفی نہیں، عوام تک پہنچانا مقصود ہے تاکہ شیعہ حضرات کے اوہام باطلہ کی تردید ہو سکے۔

علامہ ملا علی فرماتے ہیں۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان کہ "علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں" اس سے مراد باعتبار نسب و مصاھرت اور مسابقت و محبت اور دیگر فضائل ہیں نہ کہ محض قرابت میں، ورنہ ان کے علاوہ بھی آپ ﷺ کی قرابت میں شریک ہیں۔ اور آقا ﷺ کا فرمان (**وھو ولی کل مومن**) یعنی حضرت علیؓ ہر مومن کے حبیب ہیں۔ اس سے مراد...... جیسا کہ ابن مالک نے فرمایا...... کہ حضرت علیؓ ہر مومن کے ناصر و مددگار اور امور کے متولی ہیں۔ امام طیبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ رب عزوجل کے اس قول "**انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون**" کی طرف اشارہ ہے۔ صاحب کشاف لفظ "قیل" سے فرماتے ہیں یہ آیہ کریمہ حضرت علیؓ کے حق میں نازل ہوئی۔ فرماتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ اس آیۂ کریمہ کا حضرت علیؓ کے حق میں نازل ہونا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ لفظ جمع ہے۔ امام زمخشری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں لفظ جمع لوگوں کو ترغیب دینے کیلئے لایا گیا ہے یعنی جن لوگوں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مثل عمل کیا وہ بھی مثل حضرت علیؓ ثواب کے مستحق ٹھہریں گے۔ اور اس بات پر تنبیہ ہے کہ مومن کی جبلب، عادت اور طبیعت کا لازمی حصہ ہے کہ وہ بر و احسان کی نہایت پر ہو۔ امام بیضاوی فرماتے ہیں اللہ عزوجل کا قول (**وھم راکعون**) یعنی اپنی نمازوں اور زکوٰۃ میں خشوع اختیار کرنے والے اور بعض نے کہا "راکعون" حال مخصوص ہے "یوتون" سے، یعنی وہ لوگ زکوۃ ایسے حال میں دیتے ہیں کہ رکوع کرنے والے یعنی نماز ادا کرنے والے ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ آیۃ کریمہ حضرت علیؓ کے حق میں نازل ہوئی جس وقت سوال کرنے والے نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے پوچھا تو وہ حالت نماز میں رکوع میں تھے تو آپ نے سائل کی طرف اپنی انگوٹھی پھینک دی۔ (انتھیٰ)

اس حدیث کو ابن جریر و ابن حاتم اور ابن مردویہ نے بروایات مختلفہ روایت کیا

اور شیعہ حضرات نے اس حدیث سے اپنے زعم باطل وفاسد میں امامت حضرت علیؓ پر دلیل اخذ کرتے ہوئے کہا کہ "ولی" سے مراد وہ شخص ہے جو امور کا متولی ہو اور لوگوں میں تصرف کا استحقاق رکھتا ہو۔ اس لئے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد امامت کا استحقاق حضرت علیؓ کیلئے ہے۔

اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب کافروں سے موالات کی نہی فرمائی اور اس کے بعد ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو موالات کے حقدار ہیں اور اسی لئے یہ نہیں کہا (اَولیاء کم) بلکہ (ولیکم) فرمایا تاکہ تنبیہ ہو جائے کہ اصل ولایت اللہ عزوجل اور اس کے رسول کی ہے اور مومنین کی ان کی اتباع میں یعنی بالتبع، اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ واحد پر جمع کا محمول خلاف ظاہر ہے۔ سید معین الدین صفوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ماقبل آیہ کریمہ بآواز بلند نداء کر رہی ہے کہ ولایت سے مراد متولی للأمور اور مستحق للتصرف مراد نہیں جیسا کہ شیعہ کا وھم باطل ہے بلکہ لفظ جمع کے ساتھ عزوجل کا ذکر کرنا، صدقات پر لوگوں کو جلدی کرنے پر برانگیختہ کرنا اور ترغیب دینا ہے۔ اور اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو صدقہ دینے میں جلدی کرتا ہے۔ پس اس آیہ کریمہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی امامت کی دلیل اخذ کرنا جائز نہیں۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حاصل یہ ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہے نہ کہ خصوص سبب کے ساتھ اور کیوں ہو کہ اللہ عزوجل کے فرمان میں لفظ بصیغہ جمع ہے۔ اور حضرت علیؓ کا اس میں داخل ہونا اولیت کی بنا پر تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقتاً یہ امر ذات علیؓ میں محصور ہو، ممکن نہیں۔

معلوم ہوا کہ اس آیہ کریمہ سے حضرت علیؓ کی خلافت کا استدلال غلط ہے جیسا کہ مخالفین نے اس آیہ کو امامت علیؓ پر نص قرار دیا ہے۔ (واللہ اعلم)

روافض کا ایک اور اعتراض...... اور جواب

امام احمد اور ترمذی نے حضرت زید بن ارقم سے ایک حدیث روایت کی وہ مندرجہ ذیل ہے۔

عن زید بن أرقم رضی اللہ عنهٗ ان النبیﷺ قال من کنت مولاهٗ فعلی مولاهٗ

قاضی عیاض کی کتاب "شرح المصابیح" میں ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، وہ ہی متصرف ہیں۔ کہتے ہیں حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ امر جس میں نبی اکرم ﷺ کا استحقاق تصرف ہے ان امور میں حضرت علیؓ بھی تصرف کے مستحق ہیں اور اسی طرح مومنین کے امور ہیں، لہٰذا حضرت علیؓ مومنین کے امام ہیں۔ شیعہ کے نزدیک حضرت علیؓ کی امامت پر یہ حدیث قوی دلیل ہے۔

میں مختلف کتب کے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو جواب ملا علی قاری نے دیا ہے اس سے بہتر جواب اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ فرماتے ہیں :

تمسك الشیعة انهٗ من النص المصرح بخلافة علی رضی اللہ عنهٗ حیث قالوا معنی المولیٰ الاولیٰ بالامامة والالما احتاج الی جمعهم کذالك وهذه من أقویٰ شبههم ودفعها علماء اهل السنة بأن المولیٰ بمعنی المحبوب وهو کرم اللہ وجههٗ سیدنا وحبیبنا ولهٗ معان آخر ومنه الناصر وأمثالهٗ فخرج عن کونهٖ نصا فضلاً عن ان یکون صریحاً ولو سلم انهٗ بمعنی الاولیٰ بالامامة فالمراد بهٖ المآل والا أن یکون هوالامام مع وجوده علیه السلام فتعین أن یکون المقصود منه حین یوجد عقد البیعة لهٗ فلاینافیه تقدیم الآئمة الثلاثة علیه لانعقاد الإجماع من یعتدبهٖ حتی من علی رضی اللہ عنهٗ ثم سکوته عن الاحتجاج به الی ایام خلافته قاض من لهٗ أدنی مسکة بأنهٗ علم منهٗ انهٗ لانص فیه علی خلافتهٖ عقب وفاتهٖ صلی اللہ علیه وسلم مع ان علیا رضی

الله عنهٗ صرح نفسهٗ بانهٗ صلی الله علیه وسلم لم ینص علیه ولاعلی غیرہٖ ثم هذا الحدیث مع کونهٖ آحاد أختلف فی صحتهٖ فکیف ساغ للشیعة أن یخالفوا ما اتفقوا علیه من اشتراط التواتر فی احادیث الامامة ماهذا الاتناقض صریح وتعارض قبیح.

(مرقاۃ شرح مشکوۃ، ج ۱۱، ص ۳۴۹)

شیعہ حضرات کا کہنا ہے کہ یہ حدیث ان نصوص میں سے ایک نص ہے جو حضرت علیؓ کی خلافت کی تصریح کرنے والی ہیں۔ شیعوں نے کہا کہ "مولیٰ" کا معنی اولیٰ للامامت (یعنی علیؓ امامت کیلئے بہتر ہیں) ہے۔ اگر یہ معنی نہ ہوتا توان کو جمع کرنے کی طرف اس طرح احتیاج نہ ہوتی یعنی (من کنت مولاہٗ فعلی مولاہ)

شیعہ حضرات کا یہ نہایت قوی اعتراض اور شبہ ہے اور علمائے اہل سنت نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ مولیٰ بمعنی محبوب ہے اور حضرت علیؓ ہمارے سردار اور حبیب ہیں۔ لفظ مولیٰ کے اس کے علاوہ بھی معانی ہیں۔ ان میں سے ایک معنی ناصر بھی ہے اور اسی طرح دیگر معانی بھی۔ پس جب اس کے دیگر معانی بھی ہیں تو یہ لفظ حضرت علیؓ کی امامت کے لئے نص نہ ہوا چہ جائیکہ تصریح ٹھہرے۔ اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے تو اس سے مراد مآل ہے یعنی جب خلافت ملے گی ورنہ لازم آئے گا نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں حضرت علیؓ امام ہیں۔ پس اس قول سے مقصود یہ ہوگا جب حضرت علیؓ کی بیعت کا عقد ہوگا تو وہ اولیٰ بالامامت ہوں گے۔ یہ بات اس کے منافی نہیں کہ آئمہ ثلاثہ حضرت علیؓ سے مقدم ہیں اس لئے کہ ان کی امامت وخلافت پر اجماع منعقد ہوا یہاں تک حضرت علیؓ سے بھی یہ اجماع ثابت ہے۔ پھر ایام خلافت تک حضرت علیؓ کا سکوت اختیار کرنا اور احتجاج نہ کرنا بھی اس کی دلیل ہے۔ جو اصول حدیث سے تھوڑا سا بھی تعلق رکھتا ہے جانتا ہے کہ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد خلافت حضرت علیؓ پر نص نہیں۔ خود حضرت علیؓ نے صراحت فرمائی کہ جب نبی اکرم ﷺ فوت ہوئے تو کسی کی خلافت کا تعین نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ

یہ حدیث آحاد ہونے کے ساتھ ساتھ، اس کی صحت میں بھی اختلاف ہے۔ پھر شیعہ حضرات کیلئے کیسے جائز ہے کہ جس حدیث سے امامت کیلئے حجت پکڑنا ہو اس کیلئے متواتر ہونا شرط قرار دیتے ہیں اور اس کی تو صحت بھی مختلف فیہ ہے، یہ حدیث کیسے ان کیلئے حجت بن سکتی ہے۔ کیا یہ صریح تضاد اور تعارض نہیں ؟

یہ تعارض اور تضاد اس لئے کہ ایک طرف آحاد حدیث ہے اور دوسری طرف صحیح و متواتر۔ شیعہ حضرات حدیث آحاد پر عمل کرتے ہیں اور وہ احادیث جو ان کے نزدیک بھی متواتر کا درجہ رکھتی ہیں ان سے انکاری ہیں اور یہی ان کی غلطی ہے۔ اس ضمن میں میں نے تقریباً 15 احادیث اور متعدد اقوال علمائے عظام پیش کئے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ "کیا حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی تھی" جب خود حضرت علیؓ بار بار فرمارہے ہیں کہ خلافت باجماع صحابہؓ منعقد ہوئی تو شیعہ حضرات کو اپنے امام کا ہی قول تسلیم کر لینا چاہیے نہ کہ صرف ایک حدیث کو مد نظر رکھ کر اپنے امام کی باقی تمام روایات کا مذاق اڑائیں۔ یہ دیانتداری نہیں بلکہ اپنے امام کے ساتھ اور ان کے کلام سے غداری کا ارتکاب ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت بلا فصل، اجماع صحابہ سے منعقد ہوئی، اس پر روایت کردہ احادیث و اقوال مستند اور تحقیق شدہ ہیں اور علمائے امت کے نزدیک مسلم ہیں۔

وقال الطيبي لايستقيم أن تحمل الولاية على الامامة التي هي التصرف في أمور المؤمنين لأن المتصرف المستقل في حياته ﷺ هو هولا غيره فيجب ان يحمل على المحبة وولاء الاسلام ونحوهما.

امام طیبی فرماتے ہیں یہ بات درست نہیں کہ ولایت کو اس امامت پر محمول کیا جائے جس سے مومنین میں تصرف جائز ہو۔ اس لئے کہ متصرف مستقل نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ ﷺ خود ہی ہیں نہ کہ کوئی اور۔ پھر ضروری ہے کہ ولایت کو محبت اور اسلام کی ولایت پر محمول کیا جائے وغیرہ۔

علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"من کنت مولاہٗ فعلی مولاہ" بعض کے نزدیک اس کا معنی ہے جس کو میں دوست رکھتا ہوں علیؓ بھی اس کو دوست رکھتا ہے۔ یہ ولی سے مشتق ہے اور دشمن کی ضد۔ یعنی جو میرا دوست ہے وہی علیؓ کا دوست ہے۔ نہایہ میں ہے لفظ مولیٰ کثیر جماعت پر بولا گیا ہے یعنی اس کے معانی بے شمار ہیں۔ مثلاً مالک، سردار، غلام آزاد کرنے والا، آزاد شدہ، انعام دینے والا، ساتھی، حلیف، پڑوسی، مہمان، شریک، بیٹا، چچا کا بیٹا، بھانجا، چچا، داماد، رشتہ دار، ولی، تابع۔ اور مولیٰ کی جمع موالی ہے۔ یہ معنی ایسے ہیں کہ ان میں سے اکثر احادیث میں استعمال ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر معنی کو اس کے مقتضاء پر محمول کیا جائے گا۔ اور "من کنت مولاہ" میں مولیٰ سے مراد بھی انہی معانی میں سے اکثر ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک اس سے مراد ولائے اسلام ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا "ذالك بان الله مولیٰ الذین آمنوا وان الکافرین لامولیٰ لهم" اور حضرت عمرؓ کا حضرت علیؓ کو کہنا کہ اے علیؓ! تم ہر مومن کے مولیٰ بن گئے ہو یعنی ولی بن گئے ہو"۔

ان تمام تصریحات کا مفہوم یہی ہے کہ اسی حدیث اور اس سے ما قبل احادیث سے حضرت علیؓ کی امامت ثابت نہیں ہوتی اور نہ وصی آپ کا وحی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اگر شیعہ کے زعم باطل کے مطابق مولیٰ کا معنی متصرف تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں وہ امام تھے اور ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ سرکار دو عالم ﷺ اپنی حیات طیبہ میں مستقل متصرف فی الامور تھے اور ان کے بعد اجماع صحابہ سے صدیق اکبرؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ اور اس اجماع میں خود حضرت علیؓ شامل تھے نہ مانیں تو تکذیب علیؓ لازم آئے گی۔

کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کفر ہے؟

جیسا کہ تفسیر قرطبی کے حوالے سے مذکور ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کا انکار امام قرطبی کے نزدیک (ولاظهر تکفیره) یعنی اس کے انکاری کو کافر

کہنا زیادہ اظہر ہے۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر نہایت مفصل گفتگو فرمائی، جو پیش خدمت ہے۔

المنقول عن العلماء فمذهب ابی حنیفة رضی الله عنهُ أن من أنكر خلافة الصدیق و عمر رضی الله عنهما فهو كافر علی خلاف حكاه بعضهم وقال الصحیح انهُ كافر والمسئلة مذكورة فی كتبهم.

علما سے جو کچھ منقول ہے اس کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس نے شیخین ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ اگرچہ بعض نے امام صاحب کا مذہب اس کے خلافت بھی بیان فرمایا مگر صحیح یہی ہے کہ وہ کافر ہے۔ اسی طرح ”الغایۃ“ للسروجی اور فتاوی ظہیریہ میں آیا ہے۔

وفی الفتاوی البدیعیة فانهُ قسم الرافضة الی كفار وغیرهم وفی المحیط ان محمدا لایجوز الصلوة خلف الرافضة ثم قال لانهم أنكروا خلافة ابی بكر رضی الله عنهُ فهوكافر وفی تتمة الفتاوی والرافضی المتغالی الذی ینكر خلافة ابی بكر رضی الله عنهُ یعنی لایجوز الصلوة خلفهُ وفی المرغینانی وتكره الصلوة خلف صاحب هویٰ أوبدعة ولاتجوز الصلوة خلف الرافضی ثم قال وحاصلهُ ان كان هوی یكفربه لایجوز والایجوز ویكره . وفی شرح المختار وسب احد من الصحابة وبغضه لایكون كفرا لكن یضلل فان علیا رضی الله عنهُ لم یكفر شاتمه، وفی الفتاوی البدیعیة من أنكر امامة ابی بكر رضی الله عنهُ فهو كافر وقال بعضهم هومبتدع والصحیح انه كافر وكذالك من أنكر خلافة عمر رضی الله عنهُ فی أصح الأقوال ولم یتعرض أكثرهم للكلام علی ذالك.

فتاوی بدیعیہ میں ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے رافضہ کی تقسیم فرمائی۔ ایک وہ جو کفر کے مرتکب ہیں اور دوسرے غیر کافر۔ اور ”محیط“ میں ہے کہ

امام محمد بن حسن شیبانیؒ رافضیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے خلافت ابوبکرؓ کا انکار کیا لہذا کافر ہیں "تتمہ الفتاوی" میں ہے کہ رافضی متغالی (شدت پسند) جو خلافت صدیق اکبرؓ کا انکار کرتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اور مرغینانی میں ہے کہ اہل ھویٰ (خواہش نفس کی پیروی کرنے والا) اور بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور رافضی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ پھر فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والا، کفر تک جا پہنچتا ہے تو نماز جائز نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ "شرح المختار" میں ہے صحابہؓ میں سے کسی ایک کو گالی دینا اور ان سے بغض کا انکار کرنے والا کافر نہیں لیکن گمراہ ضرور ہے کیونکہ حضرت علیؓ نے اپنے شاتم کو کافر نہیں کہا۔ اور فتاویٰ بدیعیہ میں ہے جس نے امامت ابوبکر صدیقؓ کا انکار کیا، وہ کافر ہے اور بعض نے کہا کہ مبتدع ہے اور صحیح یہی ہے کہ وہ کافر ہے اور اسی طرح جس نے خلافت حضرت عمرؓ کا انکار کیا اصح قول میں وہ کافر ہے اور احناف کے اکثر اس پر کلام کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

واصحابنا الشافعيون فقدقال القاضي حسين في تعليقه من سب النبي ﷺ يكفر بذالك ومن سب صحابيا فسق واماامن سب الشيخين والختنين ففيه وجهان أحدهما يكفر لان الامة أجمعت على امامتهم والثاني يفسق ولايكفر ولاخلاف أن من لايحكم بكفره من اهل الاهواء لايقطع بتخليده في النار.

اصحاب شوافع کے نزدیک اس کا کیا حکم ہے؟

قاضی حسین اپنی تعلیق میں فرماتے ہیں۔ جس نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دی اس سبب سے وہ کافر ہو گیا اور اگر صحابہ کرامؓ کو گالی دے تو فاسق ہو جائے گا۔ اور جو شخص چار یاروں کو گالی دے اس میں دو قول ہیں۔ ایک وجہ کے مطابق وہ کافر ہو جاتا ہے، اس لئے کہ ان کی امامت پر امت کا اجماع ہے اور دوسرے قول کے مطابق وہ

فاسق ٹھہرتا ہے، کافر نہیں۔ اہل اھواء (اپنی خواہشات پر عمل کرنے والے) جن پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا وہ جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔

ومشهور مذهب مالك فيه الاجتهاد والادب الموجع، قال مالك رحمة الله من شتم النبیﷺ قتل وان شتم الصحابة أدب وقال ايضا من شتم من الصحاب، ابابكر أوعمرأو عثمان أومعاوية أو عمرو بن العاص فان كانوا على ضلال أوكفر قتل وان شتم هم بغير هذا من مشاتمة الناس نكل نكالا شديداً وحكى ابن زيد عن سحنون من قال فى ابى بكر و عمر و عثمان وعلى رضى الله عنهم انهم كانوا على ضلال وكفر قتل ومن شتم غير هم من الصحابة بمثل هذا نكل النكال الشديد وقتل من كفر الاربعة ظاهر لانه خلاف اجماع الامة الاالغلاة من الروافض. فلوكفر ثلاثة ولم يكفر عليا رضى الله عنه لم يصرح سحنون فيه بشئى وكلام مالك المتقدم أصرح فيه . وروىٰ عن مالك رحمة الله عليه من سب ابابكر رضى الله عنه جلد ومن سب عائشة رضى الله عنها قتل

اس میں مشہور مذہب امام مالکؒ کا ہے کہ کوشش کی جائے اور دردناک ادب سکھایا جائے۔ امام مالک فرماتے ہیں جس نے نبی اکرم ﷺ کو گالی دی (نعوذباللہ) اس کو قتل کیا جائے اور جس نے صحابہ کو گالی دی اسے ادب سکھایا جائے۔ اور امام مالک نے اس طرح بھی فرمایا ہے جو شخص اصحاب نبی ﷺ کو گالی دے ان میں سے کسی کو بھی، ابوبکر ہوں، عمر ہوں یا عثمان و معاویہ وغیرہ رضی اللہ عنھم اگر اس نے کہا کہ وہ گمراہی پر تھے تو اس شخص کو قتل کیا جائے گا۔ اگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ عام لوگ جس طرح ایک دوسرے کو گالی دیتے ہیں اس طرح گالی دی تو اسے سخت ترین سزا دی جائے گی۔

ابن زید نے سحنون سے بیان کیا کہ جو شخص ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنھم کے متعلق یہ کہے کہ وہ گمراہ تھے یا کفر پر تھے۔ اسے قتل کیا جائے اور جو شخص ان

کے علاوہ دیگر صحابہؓ کے متعلق اس طرح کہے اسے شدید ترین سزا دی جائے۔ (امام سحنون کا کلام ختم ہوا) جس نے اصحاب اربعہ کو کافر کہا اس کا قتل تو ظاہر ہے کیونکہ اس نے اجماع امت کے خلاف کیا سوائے غالی رافضیوں کے، اگر اس شخص نے تین اَصحاب کو کافر کہا اور حضرت علیؓ کو ایسا نہیں کہا تو امام سحنون نے اس میں کچھ وضاحت نہیں فرمائی۔ اور کلام امام مالک جو اس سے پہلے گذر چکا، واضح ہے یعنی جو ان حضرات کو ضلال و کفر پر سمجھے اسے قتل کیا جائے اور جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو شتم کرے اسے قتل کیا جائے، اور یہی صحیح ہے۔ ہشام ابن عمار فرماتے ہیں میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں جس نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو سب و شتم کیا اسے قتل کیا جائے اور ایسے ہی حضرت عائشہ کو سب و شتم کرنے والا بھی قابل قتل ٹھہرے گا۔

اس لئے کہ حضرت عائشہؓ کے حق میں عزوجل نے ارشاد فرمایا (**یعظکم الله ان تعودوا لمثله أبدا ان كنتم مومنين**) پس جو شخص حضرت عائشہؓ پر تہمت دھرے اس نے قرآن پاک کی مخالفت کی اور جو قرآن پاک کی مخالفت کرے، واجب القتل ہے۔ امام ابن خضر فرماتے ہیں یہ قول صحیح ہے۔

وقال احمد بن حنبل رحمة الله عليه فيمن سب الصحابة أما القتل فأجبن عنه لكن أضربهُ ضرباً نكالاً وقال ابويعلىٰ الحنبلي الذى عليه الفقهاء في سب الصحابة ان كان مستحلا لذلك كفر وان لم يكن مستحلا فسق ولم يكفر قال وقد قطع طائفة من الفقهاء من اهل الكوفة وغيرهم بقتل من سب الصحابة وكفر الرافضة وقال محمد بن يوسف الفريابي وسئل عمن شتم أبابكر رضى الله عنه قال كافر قيل يصلى عليه ، قال، لا، وممن كفر الرافضة احمد بن يونس وابوبكر بن هانى وقالا لاتوكل ذبائحهم لانهم مرتدون وقال عبدالله بن ادريس أحدآئمة الكوفة ليس للرافضي شفعة لانهُ لاشفعة الالمسلم وقال أحمد فى رواية ابى طالب شتم عثمان زندقة وأجمع القائلون

بعدم تكفير من سب الصحابة على انهم فساق وممن قال بوجوب القتل على من سب ابابكر و عمر رضي الله عنهما عبدالرحمن بن انبری الصحابی رضی الله عنهٗ وعن عمربن الخطاب رضی الله عنه انهٗ قطع لسان عبید الله بن عمر اذشتم مقداد بن الاسود رضی الله عنهٗ فکلم فی ذالك فقال دعونی اقطع لسانه حتی لایشتم أحدا من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم.

"جس شخص نے صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کیا اس کے متعلق امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ قتل تو نہیں البتہ اسے سخت مار ماروں گا۔ ابو یعلی حنبلی کہتے ہیں صحابہؓ پر سب وشتم کے بارے میں ہمارے فقہاء اس بات پر ہیں، اگر وہ اسے حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے اور اگر حلال نہیں سمجھتا تو فاسق ہے اور اس نے کفر نہیں کیا۔ اہل کوفہ اور ان کے علاوہ فقہاء کے ایک گروہ نے بالقطع فرمایا کہ جو شخص صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کرے اسے قتل کیا جائے اور رافضی کافر ہیں۔

محمد بن یوسف فریابی فرماتے ہیں ایسے شخص کا جواب دیتے ہوئے، جس نے حضرت ابو بکر پر سب وشتم کے متعلق پوچھا، آپ نے فرمایا، وہ کافر ہے۔ پھر آپ سے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا، اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

اور جنہوں نے رافضیوں کو کافر کہا وہ احمد بن یونس اور ابو بکر بن ہانی ہیں۔ دونوں فرماتے ہیں: رافضیوں کا ذبح کیا ہوا نہ کھایا جائے کیونکہ وہ مرتد ہیں۔ آئمہ کوفہ میں سے ایک امام، عبداللہ ادریس فرماتے ہیں رافضی کیلئے شفعہ نہیں کیونکہ شفعہ صرف مسلمان کیلئے ہے۔ ابو طالب کی ایک روایت میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عثمانؓ کو سب وشتم کرنے والا زندیق ہے اور صحابہ کرام کو سب وشتم کرنے والے پر کفر کا فتویٰ نہ لگانا ہی متفقہ فیصلہ ہے اور اس کا فاسق ہونا اس گروہ کے نزدیک مسلمہ ہے۔ جس شخص نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھما کو گالی دی، وہ واجب القتل

ہے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت عمر بن خطابؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے عبیداللہ بن عمر کی زبان کاٹ دی تھی جب اس نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا مجھے اس کی زبان کاٹ دینے دو یہاں تک کہ کسی صحابی رسول ﷺ کو گالی نہ دے۔

واحتج المكفرون للشيعة والخوارج بتكفير هم أعلام الصحابة رضى الله عنهم وتكذيب النبى ﷺ فى قطعه لهم بالجنة وهواحتجاج صحيح فيمن ثبت عليه تكفير هولآء ومران آئمة الحنفية كفروا من أنكر خلافة ابى بكر و عمر رضى الله عنهما والمسئلة فى الغاية وغير هما من كتبهم كما مرو فى الاصل محمد بن الحسن رحمة الله عليه والظاهر أنهم أخذوا ذلك عن امامهم أبى حنيفة رحمة الله عليه وهواعلم بالروافض لانهٗ كوفى والكوفة منبع الرفضة والروافض طوائف منهم من يجب تكفيرهٗ ومنهم من لايجب تكفيرهٗ فاذاقال ابوحنيفة بعكفير من ينكرامامة ابى بكرؓ فتكفيرهٗ لاعنهٗ عندهٗ أولىٰ اى الا أن يفرق اذا الظاهر أسبب تكفير منكر امامةِ مخالفتهٗ للإجماع بناء على أن حاجدالحكم المجمع عليه كافر وهوالمشهور عن الاصوليين وامامته، رضى الله عنهم مجمع عليها من حين بايعه عمر رضى الله عنهٗ ولايمنع من ذالك تأخير بيعة بعض الصحابة فان الذين تأخرت بيعتهم لم يكونوامخالفين فى صحة امامته و لهذا كانوا يأخذون عطاءهٗ ويتحاكمون اليه فالبيعة شئى والاجماع شئى ولايلزم من أحدهما الآخرولامن عدم أحدهما عدم الآخر فافهم ذالك فانه قديغلط فيه (فان قلت) شرط الكفر بانكار المجمع عليه أن يعلم من الدين بالضرورة. (قلت) وخلافة الصديق كذالك لان بيعة الصحابة لهٗ ثبتت بالتواتر المنتهى الى حد الضرورة فصارت كالمجمع عليه بالضرورة وهذالاشك فيه

(صواعق محرقه، ص ۲۵۷)

شیعہ اور خوارج کو کافر کہنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اعلام صحابہؓ کی تکفیر کی اور نبی اکرم ﷺ کی تکذیب کی کیونکہ آپ ﷺ نے بالیقین ان کو جنت کی بشارت دی اور یہ حجت پکڑنا، اس شخص کے حق میں جس کی تکفیر ثابت ہو جائے صحیح ہے اور اس سے قبل گذر چکا کہ آئمہ حنفیہ کے نزدیک ابو بکر و عمر رضی اللہ عنھما کی خلافت کا انکار کفر ہے۔ اور یہ مسئلہ بالتفصیل ان (حنفیہ) کی کتابوں میں موجود ہے جیسے الغایہ للسروجی اور دیگر۔ اصل میں یہ مسئلہ امام محمد بن حسن شیبانی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے اور ظاہر ہے انہوں نے امام ابو حنیفہ سے اخذ کیا ہے۔ اور امام صاحب روافض کو اچھی طرح جانتے تھے کیونکہ کوفہ روافض کا منبع ہے۔ روافض میں سے کچھ گروہ ایسے ہیں جن کی تکفیر واجب ہے اور کچھ ایسے کہ ان کی تکفیر وجوب تک نہ پہنچی۔ جب امام صاحب خلافت ابو بکرؓ کے انکار کرنے والوں کی تکفیر فرماتے ہیں تو یہ تکفیر ان کے حق میں ہے جنہوں نے امامت ابو بکرؓ کا انکار کیا نہ کہ سارے روافض۔ بہتر یہی ہے کہ تفریق کی جائے۔ یعنی جو خلافت و امامت صدیق اکبرؓ کے منکر ہیں ان پر کفر کا فتوی لگایا جائے نہ کہ سب پر۔ اور ظاہر ہے امامت صدیق اکبرؓ کا انکار، اجماع کی مخالفت ہے کیونکہ مجمع علیہ حکم کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ اسی بناء پر منکر امامت صدیق اکبرؓ پر کفر کا فتوئی عائد کیا گیا ہے اور علمائے اصولیین کے نزدیک یہی مشہور ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی امامت اس وقت سے ہے جب حضرت عمرؓ نے بیعت کی۔ اور بعض صحابہ کرام کا بیعت میں تاخیر کرنا مجمع علیہ حکم کے منافی نہیں اس لئے کہ جن لوگوں سے بیعت میں تاخیر ہوئی وہ حضرت صدیق اکبرؓ کی امامت کے صحیح ہونے کے مخالف نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ حضرت ابو بکرؓ سے مال لیتے تھے اور اپنے فیصلے بھی دربار صدیقی میں لے کر جاتے تھے۔ لہذا بیعت اور چیز ہے اور اجماع الگ چیز ہے۔ یہ لازم نہیں کہ بیعت کے ساتھ ہی اجماع ہو اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ اجماع نہ ہو تو بیعت بھی نہ ہو۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو ضرور سمجھنا چاہیے کیونکہ اکثر نے اس میں غلطی کی

ہے۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں اگر کوئی کہے کہ مجمع علیہ کے انکار کے کفر کی شرط یہ ہے کہ وہ چیز ضروریات دین سے معلوم ہو تو میرا جواب ہے کہ خلافت ابو بکرؓ اسی طرح ضروریات دین سے ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا اس تواتر سے ثابت ہے جو ضرورت تک منتھی ہے۔ پس یہ خلافت مجمع علیہ ہو گئی جو بالضرورۃ معلوم ہے اور اس میں کسی کو شک وشبہ نہیں۔

یہ ہے وہ تصریح جسے علامہ ابن حجر مکیؒ نے اپنی کتاب (صواعق محرقہ) میں نقل فرمایا۔ آپ نے تمام آئمہ مذاہب کی اس مسئلہ میں رائے نقل فرمائی اور یہ واضح ہو گیا کہ شیخین کی امامت کا انکار کفر ہے۔ اور خلفائے راشدین کو سب وشتم کرنے والے قتل کے مستحق ہیں یا پھر عبرتناک سزا کے۔ یہ مسئلہ کتب فقہ میں بالتوضیح منقول ہے۔ اور علمائے کرام اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ابن حجرؒ کی عبارت کو نقل کرنے کا اصل مقصد آئمہ مذاہب کی وضاحت پیش کرنا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ ظاہر ہوا کہ رفض وخوارج کے متعلق آئمہ مذاہب کے کس قدر سخت خیالات ہیں۔ عوام اس مسئلہ سے بے خبر اور لاعلمی کا شکار ہو کر کہتی ہے کہ ہم اور ان میں کچھ فرق نہیں وہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں ہم بھی۔ نہ امام کی چھانٹ ٹھیک نہ اقتداء کیلئے کوئی تحقیق، جسے چاہا امام بنا لیا جو دیکھا اس کے پیچھے نیت باندھ لی۔ غور کرنا چاہے کہ عبادت اگر کر رہے ہیں تو کیا ایسے شخص کی اقتداء جائز بھی ہے یا نہیں۔ اسی طرح نماز جنازہ، ایصال ثواب اور فاتحہ وغیرہ کیلئے معلوم ہونا چاہئے کہ موصوف اسلام کے معیار پر پورا اترتا ہے کہ نہیں یہ مسائل ضروریات دین سے ہیں انہیں سمجھنا لازم ہے۔

خدائے عزوجل اسلام میں پوری طرح داخل ہونے کی اور شرپسندوں کے شر سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آیات قرآنی واحادیث نبویہ

جو حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں

قول اللہ عزوجل اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین أنعمت علیهم

اس آیہ مبارکہ کے ماتحت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

الفائدة الثانية قولهٗ اهدنا الصراط المستقیم...... الی آخرها، یدل علی امامة ابی بکر رضی اللہ عنهٗ لانا ذکرنا ان تقدیر الآیة اهدنا صراط الذین انعمت علیهم واللہ تعالیٰ قدبین فی آیة اخریٰ ان الذین أنعم اللہ علیهم من هم فقال (فاولئك مع الذین أنعم اللہ علیهم من النبیین والصدیقین ، الآیة) ولاشك ان رأس الصدیقین ورئیسهم أبوبكر الصدیق رضی اللہ عنهٗ فكان معنیٰ الآیة ان اللہ أمرنا أن نطلب الهدایة التی علیها ابوبكر وسائر الصدیقین ولو كان ابوبكر رضی اللہ عنهٗ ظالماً لما جاز الاقتداء به فثبت بما ذكرناهٗ دلالة هذه الآیة علی امامة ابی بكر رضی اللہ عنه. (تفسیر کبیر، جز ۱، ص ۲۶۰)

"اللہ عزوجل کا قول (**اهدنا الصراط المستقیم**) امامت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر دلالت کرتا ہے تقدیر آیت یوں ہے (**اهدنا صراط الذین أنعمت علیهم**) اور اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ آیۂ مبارکہ میں بیان کیا کہ انعام یافتہ کون لوگ ہیں ؟ ارشاد ہوا (**فاولئك مع الذین أنعم اللہ علیهم من النبیین والصدیقین**) یعنی وہ لوگ اللہ کے انعام یافتہ ہیں جو انبیاء ہیں۔ صدیقین ہیں...... (آخر تک) اور اس بات میں شک نہیں کہ صدیقین کے سردار اور امام ابوبکرؓ ہیں۔ پس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس راستے کی طلب کا حکم دیا جس پر حضرت ابوبکرؓ اور تمام صدیقین ہیں۔ اگر حضرت صدیق اکبرؓ ظالم ہوتے تو ان کی اقتداء کبھی جائز نہ ہوتی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یہ آیۂ مقدسہ، امامت حضرت ابوبکرؓ پر دلالت کرتی ہے"۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی توضیح سے ثابت ہوا کہ یہ آیۂ کریمہ

خلافت ابوبکرؓ پر دلالت کرتی ہے اور یہ دلالت قطعی نہیں بلکہ خلافت ابوبکر صدیقؓ اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے جو خلافت پر حجت قاطعہ ہے اور قرآن حکیم کی اس آیۂ مقدسہ نے اس حجت کو اور زیادہ قوی بنادیا۔

سورۂ توبہ کی آیت کریمہ "والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنهُ (آلآية)

اس آیت کے ضمن میں امام فخر الدین رازیؒ کی ایک حسین اور ایمان افروز عبارت ملاحظہ کیجئے۔

ان أسبق الناس الى الهجرة هو ابوبكرؓ لانه كان فى خدمة الرسول ﷺ وكان مصاحباً لهُ فى كل مسكن وموضع وكان نصيبهُ من هذا المنصب أعلى من نصيب غيره وعلى بن ابى طالب رضى الله عنهُ وان من المهاجرين الاولين الاانهُ انما هاجر بعد هجرة الرسول ﷺ ولاشك انه انما بقى بمكة لمهمات الرسول ﷺ الاان السبق الى الهجرة انما حصل لابى بكر رضى الله عنهُ فكان نصيب ابى بكر رضى الله من هذهِ الفضيلة أوفر فاذا ثبت هذا صارابوبكر رضى الله عنهُ محكوماً عليه رضى الله عنهُ ورضى هوعن الله وذالك فى أعلىٰ الدرجات من الفضل واذا ثبت هذا وجب أن يكون اماما حقاً بعد رسول الله ﷺ اذلوكانت امامته باطلة لاستحق اللعن والمقت و ذالك ينافى حصول مثل هذا التعظيم فصارت هذه الآية من ادل الدلائل علىٰ فضل ابى بكر و عمر رضى الله عنهما وعلى صحة امامتها.

(التفسير كبير، جز ۱۶، ص ۱۶۹)

ہجرت میں سب لوگوں سے سبقت لے جانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ ہیں کیونکہ آپ خدمت رسول ﷺ میں تھے اور ہر موقع و مسکن میں حضرت ابوبکرؓ، نبی اکرم ﷺ کے مصاحب تھے اور اس منصب سے آپ کا حصہ دوسرے منصب سے زیادہ ہے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب اگرچہ مہاجرین اولین میں سے تھے مگر

انہوں نے نبی محترم ﷺ کی ہجرت کے بعد ہجرت فرمائی۔ اور اس میں شک نہیں کہ آپؓ ضروری کام کی خاطر بحکم نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ میں ٹھہر گئے تھے اور ہجرت میں سبقت صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کو حاصل ہوئی اور اس فضیلت سے آپؓ کو بہت زیادہ حصہ ملا ہے۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا تو حضرت ابوبکرؓ وہ ہیں جن پر یہ حکم لگایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں اور یہ فضل وکمال اللہ تعالیٰ کی رضا، اعلیٰ درجات میں سے ہے۔ پس یہ ثابت ہو جانے کے بعد واجب ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد ابوبکر صدیقؓ امامت کے حقدار ٹھہریں۔ اگر ان کی امامت باطل ہوتی تو وہ لعنت وغضب کے مستحق ہوتے اور یہ اس طرح کی تعظیم کے حصول کے منافی ہے یعنی "رضی اللہ عنھم ورضواعنہٗ" کے۔ پس یہ آیۂ مبارکہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنھما کے فضل وکمال پر قوی دلیل ہے اور اسی طرح ان دونوں حضرات کی امامت کے صحیح ہونے پر بھی۔

اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان "ثانی اثنین اذھمافی الغار" کے تحت ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ولهذا قال بعض العلماء في قوله تعالیٰ (ثاني اثنين اذهما في الغار) مايدل على ان الخليفة بعد النبي ﷺ ابوبكر الصديق رضي الله عنهُ لان الخليفة لايكون أبداً الاثانيا. وسمعت شيخنا الامام اباالعباس أحمد بن عمريقول انما استحق الصديق أن يقال لهُ ثاني اثنين لقيامهٖ بعد النبي ﷺ بالأ مر كقيام النبي ﷺ به اولا وذالك ان النبي ﷺ لمامات ارتدت العرب كلها ولم يبق الاسلام الابالمدينة ومكة وجواثا. فقام ابوبكر رضي الله عنهُ يدعو الناس الى الاسلام ويقاتلهم على الدخول في الدين كما فعلى النبي ﷺ فاستحق من هذه الجهة أن يقال في حقهٖ ثاني اثنين. (تفسیر قرطبی، جز ۸، ص ۹۶)

امام قرطبی فرماتے ہیں:

اسی لئے بعض علماء، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان **(ثاني اثنين اذهما في الغار)**

کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ابو بکر صدیقؓ کے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اس لئے کہ خلیفہ ہمیشہ ثانی ہوتا ہے۔ میں نے اپنے شیخ امام ابو العباس احمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے فرماتے ہیں "صرف حضرت ابو بکرؓ ہی اس کے مستحق ہیں کہ انہیں ثانی اثنین کہا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کو نبی کریم ﷺ نے اولاً قائم فرمایا اس کام کو حضرت ابو بکرؓ نے بعد از نبی کریم ﷺ قائم رکھا۔ اس طرح کہ جب حضور کریم ﷺ کی وفات ہوئی تمام عرب مرتد ہو گئے اور سوائے مکہ، مدینہ اور مقام جواثا کے کہیں اسلام باقی نہ رہا تو حضرت ابو بکرؓ اٹھ کھڑے ہوئے، لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے اور ان کو دین میں داخل کرنے کیلئے جنگ کرتے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے کیا۔ اس لحاظ سے آپؓ مستحق ہیں کہ آپؓ کو ثانی اثنین کہا جائے۔

یوں یہ آیۂ کریمہ بھی امامت و خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دلالت کر رہی ہے۔

قل للمخلفين من الاعراب ستدعون الى قوم أولي بأس شديد (الآية)

ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی اس کے تحت فرماتے ہیں۔

فى هذا الآية دليل على صحة امامة ابى بكر و عمر رضى الله عنهما لأن ابابكر دعاهم الى قتال بني حنيفة وعمر دعاهم الى قتال فارسى والروم واما قول عكرمة وقتادة ان ذالك في هوازن وغطفان يوم حنين فلا لانهٗ يمتنع أن يكون الداعى لهم الرسول ﷺ لانه قال (لن تخرجوا معى أبداً ولن تقاتلوا امعى عدوا) فدل على ان المراد بالداعى غير النبى ﷺ ومعلوم انهٗ لم يدع هولآء القوم بعد النبى ﷺ الاابوبكر و عمر رضى الله عنهما.

"یہ آیۂ کریمہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی امامت کے صحیح ہونے پر دلیل ہے۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے ان کو قتال بنی حنیفہ کی طرف بلایا اور حضرت عمرؓ نے فارس اور روم کی طرف۔ عکرمہ اور قتادہ رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ آیۂ مذکورہ ھوازن و غطفان کے حق میں یوم حنین میں نازل ہوئی، درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ

رب تعالیٰ کا یہ قول (لن تخرجوا معی ابداً ولن تقاتلوا معی عدوا) مانع ہے کہ نبی اکرم ﷺ داعی ہوں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ داعی کوئی اور ہے اور یہ بھی پیش نظر رکھیئے کہ اس قوم کو نبی اکرم ﷺ کے بعد سوائے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اور کسی نے نہیں بلایا۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! ہم اس آیۂ کریمہ کو پڑھتے تھے (ستدعون الیٰ قوم اولی باس شدید) لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہیں یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمیں قتال ابو حنیفہ کی طرف بلایا تو ہم نے جان لیا کہ یہ وہی ہیں جو آیت کا مصداق ہیں۔

امام قرطبی کی نفیس بحث کے بعد اس آیت کے تحت امام فخر الدین رازی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

اللہ عزوجل کا فرمان (ستدعون الی قوم اولی بأس شدید) میں چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور ان میں سے اظہر اور مشہور تر یہ ہے کہ وہ بنی حنیفہ ہیں انہوں نے مسلیمہ کذاب کا اتباع کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی۔ اب داعی میں اختلاف ہے کہ داعی سے مراد نبی اکرم ﷺ ہیں یا ابوبکر صدیقؓ، اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

واما اتفاق الجمهور فنقول لامخالفة بيننا وبينهم لانا نقول النبي ﷺ دعاهم اولا وابوبكر رضي الله عنهٗ ايضا دعاهم بعد معرفتهٖ جواز ذالك من فعل النبي ﷺ انما نثبت ان النبي ﷺ دعاهم فان قالوا ابوبكرؓ دعاهم لم يكن بين القولين تناف ومن قال بان الداعي ابوبكر و عمر رضي الله عنهما تمسك بالآية علىٰ خلافتها ودلالتها ظاهرة . (تفسیر کبیر، جز ۲۸، ص ۹۲، ۹۳)

جمہور کا اتفاق ہے اور ہمارے اور ان کے درمیان کوئی مخالفت نہیں اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ اولاً ان کے داعی نبی اکرم ﷺ ہیں۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے فعل سے اس کا جواز پہچان لیا اور اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ان کو

بلایا۔ ہم ثابت کرتے ہیں ان کو نبی اکرم ﷺ نے بلایا اور اگر کہیں کہ ان کو ابو بکرؓ نے بلایا تو ان دونوں باتوں کے درمیان کوئی منافات (تضاد) نہیں۔

جب منافات نہیں تو ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ داعی ہیں جو داعی کہتے ہیں وہ اس آیۂ کریمہ سے شیخین کی خلافت پر تمسک کرتے ہیں اور اس کی دلالت ظاہر ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ کے نزدیک بھی دلالت ظاہرہ یہی ہے کہ خلافت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا ثبوت ملتا ہے۔ لہٰذا یہ آیۂ کریمہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت پر دلیل ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

أخرج ابن ابی حاتم عن جویبران هولآء القوم هم بنو حنیفة من ثم قال ابن ابی حاتم وابن قتیبة وغیرهما هذا الآیة حجة علی خلافة الصدیق رضی الله عنهٔ لانه الذی دعا الی قتالهم فقال الشیخ ابوالحسن الأشعری رحمة الله علیه امام اهل السنة سمعت الامام اباالعباس بن سریج یقول للصدیق فی القران فی هذه الآیة قال لان أهل العلم أجمعوا علی انه لم یکن بعد نزولها قتال دعواالیه الادعا ابی بکر رضی الله عنهٔ لهم وللناس الی قتال أهل الردة ومن منع الزکوٰة قال فدل ذلك علی وجوب خلافة ابی بکر رضی الله عنهٔ وافتراض طاعته اذاأخبرالله ان المتولی عن ذالك یعذب عذابا ألیما.

(صواعق محرقه، ص ۱۸)

"ابن ابی حاتم نے جو یبر سے تخریج فرمائی کہ یہ قوم بنو حنیفہ ہے اس لئے ابن ابی حاتم اور ابن قتیبہ اور ان کے علاوہ دیگر علماء کے نزدیک یہ آیۂ کریمہ خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ پر حجت ہے۔ اس لئے کہ حضرت صدیق اکبرؓ ہی تھے جنہوں نے ان کو دعوت قتال دی۔ اہل سنت کے امام شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے امام ابو العباس بن سریج سے سنا، فرماتے ہیں یہ صدیق اکبرؓ کے بارے میں ہے کیونکہ جملہ اہل علم کا اتفاق ہے کہ اس آیۂ کریمہ کے نزول کے بعد کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس کی طرف وہ بلائے گئے ہیں سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ

کے کہ آپؓ نے ان کو اور ارتداد کا ارتکاب کرنے والوں اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کو قتال کی دعوت دی۔ پس یہ آیت خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور آپ کی اطاعت فرض ہونے کی علامت۔ اس لئے اللہ عزوجل نے خبر دی کہ جو اس سے اعراض کرنے والے ہیں انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

وشاع الاستدلال بالآية على صحة امامة ابى بكر رضى الله عنه ووجه ذالك الامام فقال الداعى فى قولهٖ تعالىٰ (ستدعون) لايخلومن أن يكون الرسول ﷺ أوالائمة الاربعة أومن بعد هم لايجوز الاول لقولهٖ سبحانهٗ(قل لن تتبعونا) ولاأن يكون عليا رضى الله عنه لانهٗ انما قاتل البغاة ولخوارج وتلك المقاتلة للاسلام لقولهٖ عزوجل (أويسلمون) ولامن ملك بعدهم لانهم عندنا على الخطاوعند الشيعة على الكفر ولما بطلت الاقسام تعين أن يكون المراد بالداعى ابابكر و عمرو عثمان رضى الله عنهم ثم انهٗ تعالىٰ أوجب طاعتهٗ وأوعدعلى مخالفتهٖ وذالك يقتضى امامته واى الثلاثة كان ثبت المطلوب اماذاكان ابابكر فظاهر واماذاكان عمرأوعثمان رضى الله عنهما فلأن امامتهٗ فرع امامته رضى الله عنهٗ . (روح المعانى جز ٢٦، ص ١٠٤)

صحت امامت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اس آیت کے ساتھ استدلال مشہور ہے اس کی وجہ امام ہے۔ پس فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس قول (ستدعون) میں داعی یا تو رسول اکرم ﷺ ہیں یا آئمہ اربعہ یا ان کے بعد والے۔ نبی اکرم ﷺ مراد لینا جائز نہیں کیونکہ فرمان خدا (قل لن تتبعونا) مانع ہے اور نہ ہی حضرت علیؓ مراد ہیں کہ ان نے باغیوں اور خوارج کے علاوہ کسی سے جنگ نہیں کی۔ جبکہ آیۂ کریمہ میں جنگ سے مراد اسلام کی جنگ ہے بقول عزوجل (أویسلمون) اور نہ ہی آئمہ اربعہ کے بعد والے مراد ہیں اس لئے کہ وہ ہمارے نزدیک خطا پر تھے اور شیعہ کے نزدیک کفر پر۔ جب تمام اقسام باطل ہو گئیں تو ظاہر ہو گیا کہ داعی سے مراد ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ پس

اللہ تعالیٰ نے اس داعی کی اطاعت واجب قرار دی، اور اس کی مخالفت پر وعید سنائی ہے۔ اطاعت کا وجوب اور نافرمانی پر وعید، امامت ابوبکرؓ کی متقاضی ہے۔ اور ان تینوں میں سے جو بھی ہو، مطلوب ثابت ہو گیا، مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ ہوں تو ظاہر ہے اور اگر عمر و عثمان رضی اللہ عنہما ہوں تو بھی ٹھیک کیونکہ ان دونوں کی خلافت، خلافت صدیقی کا فرع ہے لہٰذا یہ آیت امامت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ پر دلالت کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سبحانہٗ کا قول "للفقراء المهاجرين أخرجوا من ديارهم وأموالهم...... الى...... هم الصادقون.

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ اس آیۂ کریمہ کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں۔

وتمسك به لذالك في الاستدلال على صحة امامة ابي بكر الصديق رضى الله عنهٗ لان هولآالمهاجرون كا نوايد عونهٗ بخليفة الرسول ﷺ والله قد شهد بصدقهم فلابدأن تكون امامتهٗ رضى الله عنهٗ صحيحة ثابتة في نفس الأمر وهوتمسك ضعيف مستغنية عن مثله دعوىٰ صحة خلافة الصديق رضى الله عنهٗ باجماع الصحابة. (روح المعانی، جز ۲۸، ص ۵۱)

حضرت ابوبکرؓ کی امامت کے صحیح ہونے پر اللہ عزوجل کے قول (هم الصادقون) سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مہاجرین حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ رسول ﷺ کے نام سے پکارتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے سچے ہونے کی شہادت دی ہے یعنی (اولئك هم الصادقون) جب وہ سچے ہیں تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ رسول ﷺ کے نام سے پکارا ہے لہٰذا صدیق اکبرؓ کو خلیفہ رسول کہنا، نفس امر میں آپ کی امامت کے صحیح ہونے پر دلیل ہے۔ اور یہ تمسک ضعیف ہے کیونکہ اجماع صحابہؓ کا خلافت صدیقی پر انعقاد اس جیسے دعوے سے غنی کر دیتا ہے۔ جب خلافت صدیقی پر اجماع صحابہؓ موجود ہے تو اس آیۂ کریمہ سے استدلال کی ضرورت نہیں رہتی۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

(وسا دسها) قوله (اولئك هم الصادقون) يعني انهم لماهجروا

لذات الدنيا وتحملوا شدائدها لأجل الدين ظهر صدقهم في دينهم وتمسك بعض العلماء بهذه الآية على امامة ابی بکررضی الله عنهٗ فقال هولاء الفقراء من المهاجرين والانصار كانوا يقولون لابی بكر يا خليفة رسول الله والله يشهد على كونهم صادقين فوجب أن يكونوا صادقين في قولهم يا خليفة رسول اللهﷺ ومتٰی كان الأمر كذالك وجب الجزم بصحة الامامة۔ (تفسیر کبیر، جز ۲۹، ص ۲۸۶)

اللہ عزوجل نے مہاجرین کے اوصاف کو بیان فرمایا۔ ان امور میں چھٹا امر یہ ہے کہ (اولئك هم الصادقون) یعنی جب انہوں نے لذات دنیا کو ترک کر دیا اور دین کے لئے دنیا کی تکلیفیں اٹھائیں تو ان کا صدق ظاہر ہو گیا۔ بعض علماء نے صدیق اکبرؓ کی امامت پر اس آیت سے تمسک کیا ہے۔ پس فرمایا یہ مہاجرین و انصار فقراء ہی حضرت ابوبکرؓ کو یا خلیفۃ رسول اللہ، کے نام سے پکارتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے سچے ہونے کی گواہی دیتا ہے تو واجب ہوا کہ یہ فقرائے انصار و مہاجرین اپنے اس قول (یاخلفیة رسول الله) میں سچے ہوں۔ پس جب معاملہ یوں ہے تو امامت صدیق اکبرؓ کا صحیح ہونا بالجزم ہو گیا۔

رب ازوالجلال نے فرمایا۔

وعدالله الذين آمنوا منكم وعملوا الصالحات ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم (الآية)

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں :

واستدل كثير بهذه آلاية على صحة خلافة الخلفاء الاربعة رضی الله عنهم لان الله تعالیٰ وعد فيها من في حضرة الرسالة من المومنين بالاستخلاف وتمكين الدين والامن العظيم من الاعداء، ولابد من وقوع ماوعدبه امتناع الخلف في وعده تعالیٰ ولم يقع ذالك المجموع الافي عهدهم فكان كل منهم خليفة حقا باستخلاف الله عزوجل اياه وعد جل وعلیٰ۔ (روح المانی، جز ۱۸، ص ۲۰۵)

خلفائے اربعہ کی خلافت صحیح ہونے پر اکثرین نے اس آیۂ مقدسہ سے استدلال کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے مومنین کو خلیفہ بنانے، دین میں تمکنت عطا کرنے اور اعداء سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے اور رب ذوالجلال کے وعدے کا وقوع ضروری ہے ورنہ خلف وعدہ لازم آئے گا جو اللہ تعالیٰ کے حق میں ممتنع ہے۔ اور ساری بشارت کا وقوع خلفائے اربعہ کے عہد میں ہوا۔ پس اس اعتبار سے ان میں ہر ایک خلیفہ ہے، اُن میں سے ہر ایک خلیفہ ہے بمطابق وعدۂ رب ذوالجلال۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ خلافت کا منصب حضرت ابوبکرؓ کو خود رب تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔

امام قرطبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

هذه تتضمن خلافة ابی بکر و عمر و عثمان و علی رضی الله عنهم لانهم اهل الایمان وعملوالصالحات وقدقال رسول اللهﷺ (الخلافة بعدی ثلاثون) والی هذا القول ذهب ابن العربی فی احکامه وأختاره وقال، قال علماء ناهذه الأية دليل على خلافة الخلفاء الاربعة رضی الله عنهم وان الله استخلفهم ورضی امانتهم و کانوا اعلى الدين الذى ارتضى لهم، لانهم لم يتقدمهم أحدفی الفضيلة الى يومنا هذا فاستقرالأمرلهم وقالوا بسياسته المسلمين وذبوا عن حوزة الدين فنفذ الوعد فيهم واذالم يكن هذا الوعدلهم نجز، وفيهم نفذ، وعليهم ورد ففيمن يكون اذاً وليس بعدهم مثلهم الى يومنا هذا ولايكون فيما بعدهٗ رضی الله عنهم وحكىٰ هذا القول القشيرى عن ابن عباس رضی الله عنهٗ

یہ آیۂ کریمہ خلافت آئمہ اربعہ کو متضمن ہے اس لئے کہ وہ ہی اعمال صالحہ اور ایمان کے اہل ہیں۔ اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا (میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی) ابن عربی (الاحکام) میں اس طرف گئے ہیں اور انہوں نے اسی قول کو اختیار کیا۔ ابن عربی کہتے ہیں ہمارے علماء فرماتے ہیں یہ آیۂ کریمہ خلافت خلفائے اربعہ پر دلیل ہے۔ اللہ عزوجل نے انہیں خلیفہ فرمایا اور امانت عطا کی (مراد خلافت ہے) یہ

خلفاء دین حق پر تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے پسند فرمایا۔ اس لئے فضیلت میں آج تک کوئی بھی ان سے مقدم نہیں ہو سکا۔ ان لوگوں نے اسلامی سیاست کیلئے اپنے آپ کو ہر وقت کمر بستہ رکھا اور دین کی سرحدوں کا دفاع کیا۔ پس ان کیلئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ (خلافت) جاری و ساری ہو گیا۔ اگر ان کیلئے اس وعدے کا نفاذ اور اجراء نہیں ہوا تو اور کون تھا جو اس عظمت کا مستحق ہو (یعنی ان خلفائے اربعہ کے علاوہ کوئی اور نہ تھا) نہ ہی کوئی ان کی مثل ہے اور نہ بعد میں ہو گا۔ اس قول کو امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا۔

غور فرمایئے کیسی واضح اور صریح دلیل ہے خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر!

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں۔

دلت الآية على امامة الآئمة الاربعة وذالك لانهٗ تعالىٰ وعدالذين امنوا وعملوا الصالحات من لحا اضرين فى زمان محمدﷺ وهو المراد بقولهٖ (ليستخلفنهم فى الارض كما استخلف الذين من قبلهم وليمكنن لهم دينهم الذى ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم أمنا) ومعلوم أن المراد بهذا الوعد بعد الرسولﷺ هولآء لان استخلاف غيره لايكون الامن بعده ومعلوم انهٗ لانبى بعدهٗ لانهٗ خاتم الانبياء فان المراد بهذا الاستخلاف طريقة الامامة ومعلوم ان بعد الرسول الا ستخلاف الذى وصفهٗ انما كان فى ايام ابى بكر و عمرو عثمان رضى الله عنهم لان فى ايامهم كانت الفتوح العظيمة وحصل التمكن وظهور الدين والامن ولم يحصل ذالك فى ايام على رضى الله عنهٗ لانهٗ لم يتفرغ لجهاد الكفار لاشتغالهٖ بمحاربة اهل الصلوة فثبت بهذا دلالة الآية على صحة خلافة هولآء . (تفسير كبير، جز ٢٤، ص ٢٥)

یہ آیۂ کریمہ اربعہ کی امامت پر دلالت کرتی ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے ان لوگوں کو جو زمانہ نبوی میں آپ ﷺ کے حاضرین میں سے ایمان و اعمال صالحہ کے مالک تھے، وعدہ فرمایا (ليستخلفنهم فى الارض......) اس آیت سے یہی لوگ مراد

ہیں اور معلوم ہونا چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد یہی خلیفہ ہیں اور غیر کو خلیفہ بنانا وفات کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ جب ہمارے نبی محترم ﷺ کے بعد کوئی اور نبی بھی نہیں کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں تو خلیفہ بنانے سے مراد طریقہ امامت ہی ہو سکتا ہے۔ اور آیۂ کریمہ سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ عزوجل نبی اکرم ﷺ کے بعد جس کو خلیفہ بنائے گا ان کی صفت (ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی الآیۃ) والی ہو گی اور یہ سب کچھ ایام ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم میں ہی ہوا، انہی کے دور خلافت میں بڑی فتوحات ہوئیں، تمکنت و دبدبہ حاصل ہوا اور دین کا ظہور عام ہوا۔ لیکن حضرت علیؓ کا معاملہ ان تین صاحبوں کے دور سے ذرا مختلف ہے کہ ان کے دور کے اندر انہیں کافروں کے ساتھ جہاد کیلئے فراغت نہ ملی کیونکہ مسلمان آپس میں انتشار کا شکار رہے اور جھگڑوں میں مشغول ہوئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ آیۂ کریمہ ان خلفاء کی خلافت کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وفیہ دلیل علی صحۃ النبوۃ لکونہ اخباراً عن الغیب علی ماصار الامر الیہ وصحۃ خلافۃ الخلفاء الراشدین اذلولم یکن المراد خلافۃ الخلافاء الراشدین لزم الخلف فی وعد اللہ، اذلم یجتمع الموعودو الموعود لھم الافی زمنھم و صحۃ مذھب اھل السنۃ و کونہ دینا ارتضاہُ اللہ عزوجل.

(تفسیر مظھری، ج ٦، ص ٥٥)

اس آیۂ کریمہ میں نبوت کے صحیح ہونے پر دلیل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مستقبل میں ہونے والا تھا اس کے وقوع کی خبر اس آیت میں دے دی گئی۔ یہ غیب کی خبر ہے اور جیسے خبر دی ویسا ہی ہوا۔ یہ آیت خلفائے راشدین کی خلافت کے صحیح ہونے پر بھی دلیل ہے کیونکہ اگر اس سے مراد وہ نہ لئے جائیں تو اللہ تعالیٰ کے وعدہ میں خلف لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جو وعدہ کیا گیا اور جس چیز کا وعدہ ہوا، دونوں ان خلفاء کے زمانے میں محقق ہوئے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وعدہ کا خلاف لازم آتا جو

باری تعالیٰ کیلئے ممتنع ہے۔ اس طرح یہ آیت مذہب اہل سنت کے درست ہونے کی دلیل ہے کہ رب ذوالجلال نے اہل سنت کو اس دین پر گامزن فرمایا جسے خود پسند فرمالیا۔

فرمان رب ذوالجلال ہے۔

یا یھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہٖ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہٗ (آلایۃ)

اس کے ماتحت امام فخر الدین رازی کی تحریر ملاحظہ ہو۔

صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ مرتد بارہ فرقے تھے۔ تین نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ظاہر ہوئے اور سات حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے میں ہوئے۔ اور ایک گروہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کے درد میں مرتد ہوا۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔

جو گروہ نبی اقدس ﷺ کے دور میں مرتد ہوئے، یہ ہیں۔

(۱) بنو مدلج، ان کا سردار ذوالحمار یعنی اسود عنسی (۲) بنو حنفیہ، مسلیمہ کذاب کی قوم (۳) بنو اسد، طلیحہ بن خویلد کا قبیلہ لیکن بعد میں یہ مسلمان ہو گئے۔

وہ گروہ جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ کے دور میں مرتد ہوئے۔

(۱) عیینہ بن حصن کی قوم فزارہ (۲) قرہ بن سلمہ قشیری کی قوم غطفان (۳) فجاءت بن یالیل کی قوم بنو سلیم (۴) مالک بن نویرہ کی قوم بنی یربوع (۵) اشعث بن قیس کی قوم کندہ (۶) حطم بن زید کی قوم بنو بکر بن وائل بحرین میں (۷) سجاح بنت نندر، یہ وہ عورت ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مسلیمہ کذاب سے نکاح (یعنی جھوٹے نبی نے جھوٹی نبیہ سے نکاح کر لیا) اس کی قوم بنو تمیم۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کے دور میں ایک ہی گروہ مرتد ہوا وہ ہے جبلہ بن ایہم کی قوم غسان۔

جب مرتدین فرقوں کی تفصیل آپ سن چکے تو معلوم ہونا چاہیے ان ہی فرقوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے کہ عنقریب ایک قوم ان پر مسلط ہو گی جس کی چار صفات رب تعالیٰ نے بیان فرمائیں۔ آیت پر غور

فرمائیں آپ جان جائیں گے۔ اب علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ قوم کون سی ہے جسے مسلط کیا گیا۔ امام صاحبؒ اس میں فرماتے ہیں۔

اختلفوا فی ان اولئك القوم منهم. فقال علی ابن ابی طالب والحسن وقتادة والضحاك وابن جریج هم ابوبکر مرأصحابهٗ لانهم الذین قاتلوا اهل الردة وقال بعد اسطر.

انا ندعی ان هذاه الآیة یجب ان یقال انها نزلت فی حق ابی بکرؓ والدلیل علیه وجهان

(الاول) مختصة بمحاربة المرتدین وابوبکر هوالذی تولی محاربة المرتدین علی ماشر حنا ولایمکن أن یکون المراد هوالرسول ﷺ لانهٗ لم یتفق له محاربة المرتدین ولانهٗ تعالیٰ قال (فسوف یأتی الله) وهذا للاستقبال لاللحال فوجب ان هولاء القوم غیر موجودین فی وقت نزول هذا الخطاب وقال بعد أسطر

وهوانا ندعی دلالة هذه الآیة علی صحة امامة ابی بکرؓ وذالك لانه لماثبت لما ذکرنا ان هذه الآیة مختصة به منقول انهٗ تعالیٰ وصف الذین ارادهم بهذه الآیة بصفات الی آخرہ

"قوم میں لوگوں کا اختلاف ہے حضرت علی بن ابی طالب اور حسن و قتادہ اور ضحاک وابن جریج رضی اللہ عنہم کہتے ہیں وہ حضرت ابوبکر اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں اس لئے کہ یہ وہی ہیں جنہوں نے مرتدین کے خلاف جنگ کی۔ اور امام فخر الدین رازیؒ چند سطور کے بعد مزید فرماتے ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ لازمی طور پر یہ آیت صدیق اکبرؓ کے حق میں نازل ہوئی اور اس پر دلیل دو وجہ سے ہے۔

اول یہ کہ یہ آیت مرتدین کے ساتھ مقاتلہ کرنے میں خاص ہے اور حضرت ابوبکرؓ ہی مرتدین کے خلاف مقاتلہ کرنے والوں کے والی تھے۔ جیسا کہ تفصیل سے ہم نے بیان کر دیا ہے۔ اس سے مراد نبی اکرم ﷺ لینا جائز نہ ہو گا کیونکہ

آپ ﷺ نے مرتدین کے خلاف جنگ نہیں لڑی اور اس لئے بھی کہ رب تعالیٰ نے (فسوف یاتی اللہ) فرمایا اور یہ مستقبل کیلئے ہے نہ کہ حال کیلئے۔ پس ضروری ہے کہ وہ قوم بوقت نزول موجود نہ ہو۔ اور جہاں تک حضرت ابو بکرؓ کی موجودگی کا تعلق ہے تو جواب ہوگا کہ فی الحال وہ قوم موجود نہ تھی جس کے ساتھ مل کر حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کے خلاف مقاتلہ کیا۔

اس آیۂ کریمہ میں ہمارا ایک دعویٰ ہے کہ یہ امامت حضرت ابو بکرؓ کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہے یہ اس لئے کہ ہمارے گذشتہ بیان سے یہ ظاہر ہو چکا کہ یہ آیت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ خاص ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جس قوم کا رب تعالیٰ نے ذکر فرمایا اس کی چار صفات بیان کی ہیں۔

اول: (یحبهم .ویحبونهٗ) دوم (اذلة علی المومنین أعزة علی الکافرین) سوم (یجاهدون فی سبیل الله ولایخافون لومة لائم) چهارم (ذالك فضل الله یؤتیه من یشاء)

یہ چار صفات اس قوم کی ہیں جس کے متعلق اللہ عزوجل نے مرتدین کیلئے فرمایا (**فسوف یأتی الله بقوم**) ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت صدیق اکبرؓ کے حق میں نازل ہوئی اور یہ چار صفات بھی آپ کا حصہ ہیں۔ پس جب یہ سب کچھ ثابت ہو گیا تو آپ کی امامت بھی یقینی طور پر صحیح ہو گئی۔ اگر آپ کی امامت باطل ہوتی تو یہ صفات ابو بکرؓ کے لائق نہ ہوتیں"۔

اب امام رازیؒ کے اس جملہ پر غور فرمائیں۔

واذا ثبت وجب القطع بصحة امامته

کہ جب یہ ثابت ہو گیا تو آپ کی امامت کا صحیح ہونا یقین سے ثابت ہوا۔

یہ جملہ منکرین امامت ابو بکرؓ کیلئے باعث عبرت ہے۔ رب ذوالجلال سمجھ عطا فرمائے آمین۔

واذا سر النبی الی بعض أزواجه حدیثاً (الایة)

اس آیت کے ماتحت علامہ سید محمود آلوسیؒ فرماتے ہیں۔

قدجاء أسرار أمر الخلافة في عدة أخبار. فقدأ خرج ابن عدی وابونعیم فی فضائل الصدیق رضی اللہ عنہٗ وابن مردویہ من طرق عن علی رضی اللہ عنہٗ وابن عباس قالا ان امارۃ ابی بکر رضی اللہ عنہٗ و عمر رضی اللہ عنہٗ لفی کتاب اللہ (واذا سرالنبی الی بعض ازواجہ حدیثا) قال لحفصة ابوك وابو عائشة رضی اللہ عنہما والیا الناس بعدی فایاك أتخبری أحدا.

وأخرج ابونعیم فی فضائل الصحابة عن الضحاك انه قال فی الآیة أسرﷺ الی حفصة ان الخلیفة بعدہٗ ابوبکر رضی اللہ عنہٗ ومن بعد ابی بکر عمر رضی اللہ عنہما . وأخرج ابن ابی حاتم عن میمون بن مهران نحوہٗ .

(روح المعانی جز ۲۸، ص ۱۵۱)

یہ آیت امر خلافت کے متعلق ہے ابن عدی، ابو نعیم نے فضائل صدیق اکبرؓ اور ابن مردویہ نے علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے طرق سے تخریج کیا دونوں فرماتے ہیں کہ امارۃ ابوبکرؓ و عمرؓ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے یعنی (واذا سرالنبی الی بعض ازواجہ حدیثا) نبی اکرم ﷺ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کو فرمایا تیرا باپ اور عائشہ صدیقہؓ کا باپ میرے بعد لوگوں کے والی ہوں گے۔ اے حفصہ خبردار! کہ یہ بات کسی پر ظاہر ہو۔

ابو نعیم نے فضائل صحابہ میں امام ضحاک سے روایت کی۔ فرماتے ہیں اس آیۂ کریمہ میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے رازداری کی بات کی، وہ راز یہ تھا کہ میرے بعد ابوبکرؓ اور ان کے بعد عمر فاروقؓ خلیفہ ہوں گے۔

ابن ابی حاتم نے میمون بن مہران سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

علامہ شیخ سلمان جمل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

(قولہٗ حدیثاً) ھو تحریم ماریہ، أسرالیها ایضا ان اباها عمر رضی اللہ عنہٗ وابا عائشة رضی اللہ عنها یکونان خلیفتین علی الامة بعدہٗ وھذا کله فی

طلب رضاها (خطیب) وفی البیضاوی حدیثاً هو تحریم ماریة رضی الله عنها أوالعسل أوان الخلافة بعدہٗ لابی بکر و عمر رضی الله عنهما۔

(تفسیر جمل، ج ٤، ص ٣٦٥)

اللہ تعالیٰ کا فرمان (حدیثا) ماریہ قبطیہ کی تحریم ہے۔ یہ قول صاحب جلالین کا ہے۔ علامہ شیخ سلمان جمل فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی سرگوشی فرمائی کہ تیرا باپ عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کا باپ میرے بعد میری امت کے خلیفے ہوں گے۔ یہ سب کچھ حضرت حفصہؓ کی رضا کیلئے تھا (خطیب) تفسیر بیضاوی میں ہے "حدیثا" سے مراد تحریم ماریہ ہے یا واقعہ شہد یا یہ کہ میرے بعد خلیفہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہوں گے۔

ابن حیان نحوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وقال میمون بن مهران هوأ سراره الی حفصة ان ابابکر وعمر رضی الله‌عنهما یملکان إمرئی من بعدی خلافة۔ (تفسیر بحرمحیط، ج ٨، ص ٢٩٠)

میمون بن مہران فرماتے ہیں "حدیثا" سے مراد نبی اکرم ﷺ کا یہ اسرار تھا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میرے بعد میری حکومت کے باعتبار خلافت مالک ہوں گے۔

ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی اس آیہ کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں۔

قولهٗ تعالیٰ (اذأ سرالنبی......) ای اذکر أوأسر النبی ﷺ الی حفصة (حدیثاً) یعنی تحریم ماریة علی نفسهٖ واستکتامهٗ ایاها ذالك، وقال الکلبی أسرالیها ان أباك واباعائشة یکونان خلیفتی علی امتی من بعدی، وقاله ابن عباس، قال أسر أمرالخلافةً بعدہٗ الی حفصة فذکرتهٗ حفصة رضی الله عنها . روی الدارقطنی فی سننه عن الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ (واذأسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا) قال اطلعت حفصة علی النبی ﷺ مع أم ابراهیم فقال (لاتخبری عائشة رضی الله عنها) وقال لها (أن اباك واباها سیملکان أوسیلیان بعدی فلاتخبری عائشة رضی الله عنها)

(تفسیر قرطبی، جز ١٨، ص ١٢٣)

اللہ عزوجل کا قول (واذا سر النبی......) یعنی اے مخاطب اس وقت کو یاد کر جب نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ کو سرگوشی میں ایک بات کہی یعنی تحریم ماریہ اپنے نفس پر۔ اور حضرت حفصہ کو اس کے چھپانے کا حکم دیا۔ امام کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ کو جو سرگوشی میں بات کہی وہ یہ تھی تیرا باپ اور عائشہ کا باپ میرے بعد میری امت کے خلیفہ ہوں گے۔ یہ قول ابن عباس کا ہے، امام کلبی فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعد امر خلافت کی جو سرگوشی کی، حضرت حفصہؓ نے اس کا ذکر کر دیا۔

دارقطنی نے اپنی سنن میں کلبی سے روایت کی، انہوں نے ابو صالح سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (واذاسر النبی الی بعض ازواجہ) میں فرمایا۔ حضرت حفصہؓ، ام ابراہیم سمیت نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے حفصہ، حضرت عائشہؓ کو یہ بات نہ بتانا۔ تیرا اور عائشہؓ کا باپ عنقریب میرے بعد والی ہوں گے (والی کہا یا مالک کا لفظ استعمال کیا، راوی کو اس میں شک ہے) اے حفصہؓ، عائشہ کو اس بات کی اطلاع نہ ہونے پائے۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں۔

قولہٗ تعالیٰ (اذأسر النبی......) یعنی ماأسر الی حفصة رضی اللہ عنها من تحریم الجاریة علی نفسه واستکتمها ذالك وقیل لمارای النبی ﷺ الغیرة فی وجه حفصة رضی اللہ عنها أراد أن یترضاهافأسرالیها بشیئین تحریم الامة علی نفسه والبشارة بأن الخلافة بعدهٗ فی ابی بکر وابیها عمر رضی اللہ عنه قالهٗ ابن عباس.

(تفسیر کبیر، جز ۳۰، ص ۴۳)

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا قول (اذاسر النبی......) کا مطلب ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے اپنے اوپر لونڈی کو حرام کرنے اور اس بات کو چھپانے کی سرگوشی فرمائی۔ اور بعض نے فرمایا، جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہؓ کے چہرے میں غیرت کے آثار دیکھے تو انہیں راضی کرنے کے لئے دو چیزوں کے متعلق رازداری

سے فرمایا۔ اول یہ کہ جاریہ کو اپنے نفس پر حرام کرنا اور دوم بشارت کہ میرے بعد خلافت ابوبکرؓ کی ہوگی اور ان کے بعد حضرت حفصہؓ کے باپ عمر فاروقؓ خلیفہ ہوں گے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

وقال سعد بن جبیر عن ابن عباس أسرار الخلافة بعدهٗ فحدثت به حفصة رضی الله عنها قال الکلبی أسرالیها ان اباك واباعائشة رضی الله عنها یکونان خلفتین علی امتی من بعدی. أخرج الواحدی عن ابن عباس قال والله ان امارة ابی بکر وعمر رضی الله عنهما لفی کتاب الله تعالیٰ (واذأسر النبی......) قال لحفصة رضی الله عنها ابوك وابو عائشة اولیاء الناس بعدی فایاك تخبری بهٖ أحداً ولهٗ طرق وکذا رویٰ عن علی بن ابی طالب ومیمون بن مهران وحبیب بن ثابت وعن الضحاك ومجاهد وقال میمون بن مهران أسرأن ابابکرؓ خلیفتی من بعدی.

(تفسیر مظهری، ج ۹ ، ص ۳۳۹)

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس سے روایت فرمائی کہ (اذ أسر النبی......) میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعد خلافت کی سرگوشی فرمائی۔ پس حضرت حفصہؓ نے اس کو بیان کر دیا۔ امام کلبی فرماتے ہیں حضرت حفصہؓ سے سرگوشی فرمائی کہ تیرا باپ (عمرؓ) اور حضرت عائشہؓ کا باپ (ابوبکرؓ) میرے بعد میری امت کے خلیفہ ہوں گے۔

امام واحدی نے ابن عباس سے تخریج کیا۔ فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی امارت اللہ تعالیٰ کی کتاب مقدس میں ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان (اذ أسر النبی......) کا شان نزول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو فرمایا، تیرا باپ اور عائشہ کا باپ میرے بعد لوگوں کے والی ہوں گے۔ اے حفصہ! اس کی کسی کو خبر نہ دینا۔ اس کے علاوہ اور طرق سے بھی یہ روایت آئی ہے۔ اور اسی طرح حضرت علی بن ابی طالب اور میمون بن مہران بھی فرماتے ہیں۔ راز یہ تھا کہ میرے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے۔

علامہ علاء الدین علی بن محمد فرماتے ہیں۔

قوله (واذأ سرالنبی الی بعض ازواجه......) یعنی أسرأمر الخلافة بعدهٗ فحدثت به حفصة قال الکلبی أسرالیها ان أباك وابا عائشه رضی الله عنهما یکونان خلیفتین عنی امتی من بعدی وقیل لمارایٰ الغیرة فی وجه حفصة رضی الله عنها أراد أیرضها فسرها بشئیین بتحریم ماریة علی نفسه وان الخلافة بعدهٗ فی ابی بکرو عمر رضی الله عنهما وقال ابوالبرکات عبدالله المحمود النسفی فی مدارك التنزیل فی قول الله عزوجل (حدیثاً) حدیث ماریة وامامة الشیخین۔

(تفسیر خازن، ج ٤، ص ٣٠٥)

اللہ عزوجل کا قول (واذ أسر النبی......) سے مراد اَمر خلافت کا اسرار ہے جس کو حضرت حفصہؓ نے بیان کر دیا۔ امام کلبی فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے سرگوشی فرمائی کہ تیرا باپ اور عائشہؓ کا باپ میرے بعد میری امت پر خلیفہ ہوں گے۔ اور بعض نے کہا کہ جب رسول اکرم ﷺ نے چہرۂ حفصہؓ میں غیرت دیکھی تو چاہا کہ انہیں راضی کریں تو حفصہؓ کو دو باتیں رازداری سے بتائیں۔ اول، ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کرنا اور دوم میرے بعد خلافت حضرت ابوبکرؓ کو ملے گی اور اس کے بعد عمر فاروقؓ خلیفہ ہوں گے۔ ابوالبرکات عبداللہ محمود نسفی مدارک التنزیل میں اللہ عزوجل کے اس قول (حدیثا) کے ماتحت فرماتے ہیں حدیث ماریہ اور امامت شیخین کی سرگوشی فرمائی۔

میں نے اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے کلام مقدس سے آٹھ آیات آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں جن سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی خلافت کا اثبات ہوتا ہے بعض آیات میں فقط حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کی خلافت مستنبط ہے اور بعض آیات سے شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت پر دلالت ملتی ہے اور کچھ آیات میں خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کی خلافت ظاہر ہوتی ہے۔

آئمہ مفسرین کرام نے ان آیات مقدسہ سے بعقل و نقل خلافت حضرت

ابوبکر صدیقؓ بیان فرمائی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے اتنے کثیر علمائے مفسرین کا خلافت ابوبکر صدیقؓ پر استنباط درحقیقت ایک اجماع ہے جو حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت پر حجت کیلئے کافی ہے اور اکثر آیات کی تفسیر میں بالنقل حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی صراحت فرما کر علماء نے اس بات کو یقینی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آخری آیت کے تحت آپ نے مختلف آراء ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس، میمون بن مہران، ضحاک، کلبی، سعید بن جبیر اور امام مجاہد جیسے مشاہیر اعلام نے فرمایا کہ یہ اسرار خلافت شیخین کے متعلق تھا۔

دلالۃ النص سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں اور خود علی المرتضیٰ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول (واذ اسر النبی......) کے ماتحت فرمایا کہ یہ خلافت شیخین کے متعلق کلام تھا۔ اور آپ کے علاوہ بھی اکثر علماء و آئمہ سے یہی منقول ہے۔

آئمہ مفسرین عظام کا ان آیات مبارکہ سے عقل و نقل کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا استنباط حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر دلالۃ النص کی حیثیت رکھتی ہے۔

آئمہ مفسرین کی تصریحات کے بعد کالشمس الاظہر ثابت ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر نص نہیں فرمائی تو علم یقینی میں ان کا آپ ﷺ کے بعد خلیفہ ہونا متحقق تھا جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے اپنی مرض کے آخری ایام میں خلافت ابوبکرؓ کی کتابت کا ارادہ فرمایا جیسا کہ احادیث مبارکہ میں ہے لیکن جب آپ ﷺ کو یقینی علم حاصل ہو گیا تو اس کے متعلق لکھنے کا ارادہ ترک فرما دیا۔

ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ علم الٰہی میں نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت طے تھی۔ اس لئے اس خلافت پر نص نہ فرمائی۔ بہر حال عقل و شعور کے مالک انسان کیلئے یہ کافی ہے مگر جن کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے تو ان کیلئے دلائل کے دفتر بھی ناکافی۔ اللہ عزوجل صراط مستقیم پر رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر احادیث

(۱) عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ عن ابیہ قال أتت امرأة الی النبی ﷺ فأمرها أن ترجع الیہ فقالت أرائیت أن جئت ولم أجدك كانها تقول الموت قال ان لم تجدینی فأت أبابكر رضی اللہ عنہٗ

(بخاری شریف، مناقب صدیق اکبرؓ، مسلم شریف مناقب صدیق اکبر)

جبیر بن مطعم اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے در اقدس پہ ایک عورت حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوبارہ آنا، عورت نے عرض کی، یا رسول اللہ! ﷺ اگر میں آؤں اور آپ نہ ملیں، گویا عورت اس سے مراد وفات لے رہی تھی، تو کس کے پاس جاؤں نبی محترم ﷺ نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا۔

ابن حبان صحیح میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی گمان کرے کہ اس حدیث میں یزید بن ہارون منفرد ہیں تو اس کے جواب میں ایک حدیث من طرق محمد بن عثمان بھی وارد ہوئی ہے۔

عن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال أتت النبی ﷺ امرأة فكلمتہٗ فی شئی فأمرها ان ترجع الیہ فقالت یا رسول اللہ ﷺ ارایت ان رجعت فلم أجدك كانها تعنی الموت قال فان لم تجدینی فأت أبابكر رضی اللہ عنہٗ

(ابن حبان، جز ۹، ص ۱۲، ۱۳)

ترجمہ پہلے آپ سماعت فرما چکے، دوبارہ عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ابن حبان سے دو طریق سے روایت ہے (اول) یزید بن ہارون أخبرنا ابراہیم بن سعد عن ابیہ عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ (دوم) محمد بن عثمان سے۔

علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں ابن عساکر نے ابن عباس سے ایک حدیث تخریج کی۔

عن ابن عباس قال جاء ت امرأة الی النبی ﷺ تسالہٗ شیئا فقال

لهاتعودين فقالت یارسول اللہ ﷺ ان عدت فلم أجدك تعرض بالموت فقال ان جئت فلم تجدینی فأت أبابکر الخلیفة من بعدی.

(صواعق محرقه، ص ۲۰)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کچھ سوال کیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایادوبارہ آنا۔ عورت نے عرض کی اگر دوبارہ آؤں اور آپ نہ ملیں یعنی دنیا سے تشریف لے جائیں تو پھر کیا کروں؟ فرمایا اگر ایسا ہو تو ابو بکرؓ کے پاس آنا میرے بعد وہ میرے خلیفہ ہوں گے۔

اس حدیث میں واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ بعد از وفات نبی ﷺ خلیفہ حضرت ابو بکرؓ ہیں۔

حافظ ابن حجر اور علامہ بدر الدین عینی علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں جس حدیث کو طبرانی نے عصمۃ بن مالک سے روایت کیا ہے وہ دلالت میں اس حدیث سے زیادہ صریح ہے۔

(۲) وباسناده عن عصمة بن مالك قال قدم رجل من خذاعة فقال ماجاء بك قال جئت أسال رسول اللہ ﷺ الی من ندفع صدقة اموالنا اذا قبضك الله. فقال النبی ﷺ الی ابی بکر رضی الله عنهٗ فاذا قبض الله ابابکرؓ فإلی من قال، عمر رضی الله عنهٗ، فاذا قبض الله عمرؓ فالیٰ من قال، الی عثمان رضی الله عنهٗ قال فاذا قبض الله عثمان فالیٰ من ، قال، انظروالأنفسكم **(طبرانی، ج ۲ ص ۱۸۰)**

عصمہ بن مالک فرماتے ہیں بنی خزاعہ کا ایک مرد میرے پاس آیا۔ میں نے اسے کہا کیوں آئے ہو؟ کہنے لگا میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے عرض کروں کہ اگر آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے جائیں تو ہم صدقہ کے اموال کس کے پاس لے کر جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، حضرت ابو بکرؓ کی طرف۔ اس نے پھر عرض کیا اگر حضرت ابو بکرؓ وفات پا جائیں تو پھر؟ فرمایا، عمر فاروق رضی اللہ

عنہ کی طرف۔ عرض کیا اگر عمر فاروقؓ بھی بقضائے الٰہی چلے جائیں تو پھر؟ فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف۔ پھر عرض کیا اگر وہ بھی وفات پا جائیں تو پھر کس کی طرف؟ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اپنی جانوں میں نظر کرو۔

اس حدیث میں بالتصریح دلالت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد عمر فاروق، پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہما۔ کیونکہ مال کے صدقات امام کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ لہٰذا حضرت نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ ہوں گے۔

(۳) روى الاسما عيلي في معجمه من حديث سهل ابن ابى حثمة قال بايع النبي ﷺ اعرابيا فسألهٗ أن أتى عليه أجله من يقضيه فقال ابوبكر رضى الله عنهٗ ثم سألهٗ من يقضيه بعدهٗ قال عمر رضى الله عنه (الحديث)

(عمدة القارى، ج ۱۶، ص ۱۷۸)

اسماعیلی نے اپنے معجم میں سہل بن ابی حثمہ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ سہل فرماتے ہیں ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خرید و فروخت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ﷺ اگر آپ کو اجل آجائے تو قرضہ کون ادا کرے گا آپ ﷺ نے فرمایا حضرت ابوبکر۔ عرض کیا اگر ان کی موت واقع ہو جائے تو کون ادا کرے گا؟ فرمایا عمر فاروقؓ۔ یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرف خلافت ابوبکرؓ پر دلیل ہے۔

(۴) عن مختاربن فلفل عن أنس رضى الله عنهٗ قال جاء رسول الله ﷺ فدخل بستانا وجاء آت فدق الباب فقال يا أنس افتح لهٗ وبشرهٗ بالجنة وبشره بالخلافة بعدى، قال قلت يا رسول الله أعلمه قال أعلمهٗ فاذا ابوبكر رضى الله عنهٗ فقلت أبشر بالجنة وبالخلافة من بعد النبي ﷺ قال ثم جاء آت فقال يا أنس افتح لهٗ وبشرهٗ بالجنة وبالخلافة من بعد ابى بكرؓ قلت أعلمهٗ قال أعلمهٗ قال فخرجت فاذا عمر رضى الله عنهٗ فبشرتهٗ ثم جاء آت فقال يا أنس افتح لهٗ وبشرهٗ بالجنة وبالخلافة بعد عمرؓ وانه مقتول قال فخرجت فاذا

عثمان رضی اللہ عنہٗ قال فدخل الی النبی ﷺ فقال واللہ مانسیت ولا تمنیت ولامست ذکری بیدبا یعتك قال ھو ذاك. رواہٗ ابویعلیٰ موصلی

(عمدة القاری، ج ١٦ ، ص ١٧٦ . دلائل النبوة، حافظ ابونعیم، ص ٤٨٣)

مختار بن فلفل حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور ایک باغ میں داخل ہو گئے۔ کوئی آیا اور دروازہ کھٹکھٹانے لگا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے انس! دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت اور میرے بعد میری خلافت کی نوید سنادو۔ حضرت انسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا میں اسے بتادوں؟ فرمایا ہاں بتادو۔ حضرت انس فرماتے ہیں آنے والے حضرت ابوبکرؓ تھے۔ میں نے انہیں خوشخبری دی کہ آپؓ جنتی ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے بعد خلیفہ ہیں۔ حضرت انس فرماتے ہیں پھر کسی نے دروازہ پر سے داخل ہونے کا اذن مانگا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری سنادو اور یہ بتادو کہ ابوبکرؓ کے بعد خلافت اس کیلئے ہے۔ میں باہر نکلا تو دیکھا عمر فاروقؓ کھڑے ہیں۔ پس انہیں بھی یہی بشارت سنائی پھر کوئی اور آگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے انس دروازہ کھولو، اس کو جنت کی بشارت دو اور عمر فاروقؓ کے بعد خلیفہ ہونے کی خبر سنادو۔ بے شک وہ شہید ہوں گے۔ میں باہر نکلا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ آپؓ اندر تشریف لے آئے اور آکر کہا۔ اللہ کی قسم! مجھے کبھی نسیان نہیں ہوا، کبھی کسی چیز کی خواہش نہیں ہوئی اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی ہے اس ہاتھ سے شرمگاہ کو چھوا نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ درست ہے۔

اس حدیث کو ابویعلی موصلی نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث مبارک سے واضح بشارت ہے خلافت صدیق اکبرؓ کی۔ اور آپ کے بلافصل خلیفہ ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔

(٥) عن ابی ھریرة یقول سمعت رسول ﷺ یقول بینما أنا نائم وأتینی علی قلیب علیھا دلوفنزعت منھا ماشاء اللہ ثم أخذ ھامنی ابن ابی

قحافة فنزع منها ذنوبا أوذنوبين وفي نزعهٖ ضعف واللہ یغفرلهٗ ضعفهٗ ثم استحال الدلو غربا ثم أخذ عمر بن الخطاب فلم أرعبقر یامن الناس ینزع نزع ابن الخطاب حتی ضرب الناس بدطن وأخرجهٗ الشیخان عن ابی هریرة في مناقب الصدیق وعن عبداللہ بن عمرؓ في علامات النبوة۔

(ابن حبان، جز۹ص ۲۳. بخاری و مسلم باب مناقب ابوبکرؓ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔ فرماتے ہیں میں سورہا تھا تو اپنے آپ کو ایک کنواں پر دیکھا۔ اس پر ایک ڈول تھا۔ میں نے اس کنوئیں سے پانی کھینچا جتنا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ پھر یہ ڈول مجھ سے ابن ابی قحافہ نے پکڑ لیا اور آپ نے اس کنوئیں سے ایک ڈول نکالا یا دو اور آپ کے کھینچنے میں کمزوری تھی۔ اللہ تعالیٰ آپؓ کے ضعف کو معاف فرمائے۔ پھر وہ ڈول بڑا ہو گیا اور عمر بن خطابؓ نے پکڑ لیا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں پانی کھینچنے کے اعتبار سے میں نے عمرؓ جیسا طاقتور کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے کھینچنا شروع کیا حتی کہ اونٹوں کی طرح سیراب ہو کر انسان بیٹھ گئے۔

ابن حبان اس حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

قال ابو حاتم، رؤی النبی ﷺ وحی فاری اللہ جل وعلا صفهٗ ﷺ في منامه کانه علیٰ قلیب والقلیب في انتفاع المسلمین بهٖ کأمر المسلمین ثم قال ﷺ فنزعت منها ماشاء اللہ ثم أخذمني ابن ابی قحافة فنزع منها ذنوبا أوذنوبين یرید أمر المسلمین فاالذنوبين کانا خلافة ابی بکر رضی اللہ عنهٗ سنتان وایاماً ثم قال ﷺ أخذها عمربن الخطاب رضی اللہ عنهٗ فصح بماذکرت استخلاف عمر بعد ابی بکر رضی اللہ عنهما بدلیل السنة المصرحة التي ذکرناها۔

ابو حاتم فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ کا خواب وحی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے صفی ﷺ کو ان کے خواب میں دکھایا گویا کہ وہ ایک کنواں کے کنارے ہیں اور کنواں

مسلمانوں کے انتفاع میں ایسے ہی ہے جیسے مسلمانوں کا امیر (یعنی مسلمان بھی اپنے امور میں اپنے امیر سے یوں ہی نفع حاصل کرتے ہیں جیسے کنوئیں کے پانی سے زمین سیراب ہوتی ہے) پھر نبی کریم ﷺ نے جس قدر رب تعالیٰ کو منظور تھا، پانی کھینچا۔ پھر وہ ڈول حضرت ابو بکرؓ نے پکڑ لیا اور اس کنوئیں سے ڈول یا دو ڈول کھینچے۔ اس سے مراد مسلمانوں کی امارت ہے اور دو ڈول سے مراد آپ کی مدت خلافت ہے جو دو سال اور چند دن پر مشتمل تھی۔ پھر فرمایا کہ وہ ڈول عمر فاروقؓ نے پکڑ لیا۔ ابن حبان فرماتے ہیں حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا خلیفہ ہونا جو میں نے ذکر کیا صحیح ہے۔ اور یہ استخلاف بدلیل سنت ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

امام نووی (تہذیب) میں فرماتے ہیں۔ علماء کا کہنا ہے یہ اشارہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کی طرف ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا پانی کھینچنا۔ آپ کی کثرت فتوحات اور غلبہ اسلام کی طرف اشارہ ہے۔

(۶) عن أم مسلمة رضى الله عنها قالت رائت دلواهبط من السماء فشرب (منه) رسول الله ﷺ عشرجرع ثم ناولهٗ ابابكر رضى الله عنهٗ فشرب منهٗ جرعتين ونصف ثم ناوله عمر رضى الله عنهٗ فشرب منه عشر جرع و نصف ثم ناولهٗ عثمان رضى الله عنه فشرب منه اثنا عشر جرعة ونصف ثم رفع الدلو الى السماء (فردوس الأخبار، ج ۲، ص ۳۸۲)

ورواهٗ ابو دؤد فى السنة عن سمرة بن جندب

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے خواب دیکھا۔ ایک ڈول آسمان سے نازل ہوا۔ اس سے نبی اکرم ﷺ نے دس گھونٹ پانی پیا، پھر وہ ڈول حضرت ابو بکر صدیقؓ کو پکڑا دیا انہوں نے دو اور نصف گھونٹ پانی پیا، پھر آپؓ نے یہ ڈول عمر فاروقؓ کو دے دیا انہوں نے دس گھونٹ پانی پیا اور عثمان غنیؓ کو پکڑا دیا آپ نے اس سے بارہ گھونٹ اور کچھ (نصف) پانی پیا اور پھر وہ ڈول آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔

حضرت ام سلمہؓ کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد صدیق اکبرؓ کی خلافت ہوگی جو دو سال اور کچھ ماہ رہے گی اس کو دو اور نصف گھونٹ سے تعبیر کیا گیا۔ اس کے بعد دس برس عمر فاروقؓ کی خلافت ہوگی اور ان کے بعد عثمان غنی بارہ سال خلیفہ رہیں گے۔

(۷) عن سمرة بن جندب ان رجلا قال قال رسول اللہ ﷺ رأیت کان دلواً دلیت من السماء وجاء ابوبکر رضی اللہ عنہٗ فأخذ بعراقیبها فشرب منه شرابا ضعیفا قال عفان وفیه ضعف ثم جاء عمر رضی اللہ عنہٗ فأخذ بعراقیبها فشرب حتی تضلع ثم جاء عثمان رضی اللہ عنہٗ فأخذ بعراقیبها فشرب منه فانتشطت فانتضح علیه منها شئ. (مسند احمد، ج ٤، ص ٤٨١. مصنف ابن ابی شیبه، ج ١٢، ص ٣١، تاریخ کبیر للبخاری، ج ٥، ص ٢٦٩)

سمرۃ بن جندب راوی ہیں کہ ایک آدمی نے کہا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا اس میں ایک ڈول کو اپنے قریب ہوتے ہوئے پایا۔ حضرت ابوبکرؓ آئے آپؓ نے اس کے دونوں کناروں کو پکڑ کر تھوڑا سا پانی پیا، (عفان فرماتے ہیں، ان کے پینے میں ضعف تھا) پھر عمر فاروقؓ آئے انہوں نے اس ڈول کو کناروں سے پکڑ کر پیا اور خوب سیر ہوئے۔ پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے بھی نوش کیا پھر وہ ڈول اٹھا لیا گیا اور اس سے قطرے عثمان غنیؓ پر گر رہے تھے۔

(نوٹ: بعض روایات میں عراقیب کی جگہ عراقی آیا ہے جس سے مراد ڈول کے منہ کی رسی کے ہے)

اس حدیث میں بھی خلافت صدیق اکبرؓ کی طرف واضح اشارہ ہے

(۸) عن ابی بکرة قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول وکانت تعجبهٗ الرؤیا یسأل عنها فسمعتهٗ یقول رأیت میزانا أنزل من السماء فوزنت فیه أنا وابوبکر رضی اللہ عنہٗ فرجحت بأبی بکرؓ ثم وزن ابوبکر و عمر رضی اللہ عنهما فرجح ابوبکرؓ ثم وزن عمر و عثمان رضی اللہ عنهما فرجح عمر

بعثمان، ثم رفع الميزان الی السماء فقال رسول اللہ ﷺ، خلافة ونبوة ثم یؤتی اللہ الملك من یشاء (مصنف ابن ابی شیبه، ج ۱۲، ص ۱۸)

ابوبکرؓ فرماتے ہیں رسول پاک ﷺ کو خواب بہت پسند تھے اور دوسروں سے ان کے خواب پوچھتے رہتے تھے۔ میں نے ایک بار آپ ﷺ کو فرماتے سنا، میں نے ایک ترازو دیکھا ہے جو آسمان سے نازل ہوا۔ اس میں میں اور صدیق اکبرؓ وزن کیے گئے تو صدیق اکبرؓ کے مقابلے میں میرا پلڑا جھک گیا، پھر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا وزن کیا گیا تو عمرؓ کے مقابلے میں ابوبکرؓ کا پلڑا جھک گیا۔ پھر عمر و عثمان رضی اللہ عنہما وزن کیے گئے تو عمر فاروقؓ کا پلڑا بھاری رہا، پھر پلڑا آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، خلافت و نبوت ہے (یعنی جو کچھ دیکھا گیا) پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا ملک عطا کرے گا۔

یہ حدیث خلافت ابوبکر صدیقؓ پر بہت قوی دلیل ہے۔ جو جملہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا یعنی (خلافة و نبوة) اسے غور سے پڑھیں اور خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس جملے سے جھلکتی نظر آئے گی۔

(۹) عن عبداللہ بن عمر، قال، یکون فی هذه الامة اثنا عشر خلیفة، ابوبکر أصبتم اسمهٗ وعمر بن الخطاب قرن من حدید اصبتم اسمهٗ و عثمان بن عفان ذوالنورین أوتی کفلین من رحمته قتل مظلوما أصبتم أسمهٗ

(مصنف ابن ابی شیبه، ج ۱۲، ص ۵۲)

أخرجهٗ ابن سعدفی الطبقات ۱۲۱/۳ من طریق قرة بن خالد عن محمد بن سیرین مقتصرا علی ذکر ابی بکرو اوردهٗ الهیثمی فی مجمع الزوائد ۸۹/۹ من روایة الطبرانی، قال الهیثمی، باسنادین، ورجال أحدهما رجال الصحیح غیر عقبة بن أوس السدوسی وهو ثقة.

عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں اس امت میں بارہ خلیفے ہوں گے۔ ابوبکرؓ تم نے اس کا نام پالیا، اور عمر فاروقؓ لوہے کا سینگ ہیں (یعنی قوی و بہادر) تم نے اس کا نام بھی پالیا اور عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی

رحمت سے دو حصے عطا کیے گئے ہیں۔ وہ مظلوم قتل کیے گئے تم نے اس کا نام بھی پالیا۔
یعنی ان تین خلفاء کے نام تو آپ نے سماعت کر لئے۔

اس روایت کو ابن سعد نے طبقات، جلد ۳، ص ۱۲۱ میں قرۃ بن خالد عن محمد بن سیرین کے طریقے سے حضرت ابو بکرؓ پر مقتصر اذکر کیا۔ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۸۹ میں طبرانی کی روایت سے اسے ذکر کیا۔ ہیثمی نے دو اسناد کا ذکر کیا ان میں ایک کے رجال، رجال صحیح ہیں سوائے عقبہ بن اوس سدوسی کے، اور وہ ثقہ ہیں۔

اس حدیث سے حضرت ابو بکرؓ کا خلیفہ ہونا روز روشن کی طرح عیاں ہے۔
اس کو روایت کرنے والے امام بخاری کے استاذ ہیں یعنی ابو بکر بن ابی شیبہ۔

(۱۰) أخبرنا ابويعلى حدثنا على بن الجعد الجوهرى أخبرنا حماد بن سلمة عن سعيد بن جمهان عن سفينه قال سمعت رسول اللهﷺ يقول الخلافة بعدى ثلاثون سنة ثم تكون ملكاقال أمسك خلافة ابى بكر رضى الله عنهُ سنتين و عمر رضى الله عنه عشروعثمان رضى الله عنهُ التى عشرة وعلى رضى الله عنهُ ست وقال على بن الجعدقلت لحماد بن سلمة سفينة القائل أمسك قال نعم

(ابن حبان، جز ۹، ص ۴۸، طبرانی، ج ۱، ص ۵۵۔ دلائل النبوۃ البیہقی، ج ۶، ص ۳۴۹)

حضرت سفینہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی اور پھر بادشاہی ہوگی۔ حضرت سفینہ فرماتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت دو سال اور حضرت عمر فاروقؓ کی دس سال، حضرت عثمان غنیؓ کی بارہ سال اور حضرت علیؓ کی چھے سال ہے۔

میں نے (علی بن جعد) حماد بن مسلمہ کو کہا کہ "امسک" کے راوی حضرت سفینہؓ ہیں؟ حماد بن سلمہؓ نے فرمایا "ہاں"

حضرت سفینہؓ کی یہ حدیث مبارک خلفائے اربعہ کی خلافت پر دلیل ہے۔
اور حضرت ابو بکرؓ خافیہ بلا فصل ہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "الخلافۃ بعدی"

(میرے بعد خلافت) اور حضرت ابوبکرؓ ان خلفاء میں سے پہلے ہیں۔ آپ کی مدت خلافت دو سال چند دن ہے اس لئے یہ حدیث حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر دلیل ہے۔

(۱۱) عن سعید بن جمهان عن سفینة، قال، لما بنی النبی ﷺ المسجد وضع حجرا ثم قال لیضع ابوبکر رضی الله عنهٗ حجره إلی جنب حجری، ثم قال لیضع عمر رضی الله عنهٗ الی جنب حجرابی بکر رضی الله عنهٗ، ثم قال لیضع عثمان حجرهٗ الی جنب عمر رضی الله عنهٗ فقال رسول الله ﷺ هولاء الخلفاء من بعدی وفی روایة هولاء ولاة أمری من بعدی.

(دلائل النبوة للبیهقی، ج ۲، ص ۵۵۳)

قال ابوزرعة اسنادهٗ لاباس به وقد أخرجهٗ ابن حبان وأخرجهٗ الحاکم فی المستدرك وصححهٗ.

سعید بن جمهان حضرت سفینہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے جب نبی اکرم ﷺ نے مسجد کی نیاد رکھی، آپ ﷺ نے پہلا پتھر رکھا تو فرمایا چاہیے کہ اب ابوبکرؓ میرے پہلو میں پتھر رکھے، پھر فرمایا کہ اب عمرؓ، ابوبکرؓ کے پہلو میں پتھر رکھے پھر فرمایا کہ اب عثمان کو چاہیے کہ وہ عمرؓ کے پہلو میں پتھر رکھے۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد یہ میرے خلفاء ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میرے بعد میرے اُمر کے والی ہوں گے۔

امام ابوزرعہ اس کی سند کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں "لاباس به" اور اس حدیث کو ابن حبان نے بھی تخریج کیا اور امام حاکم نے مستدرک میں فرمایا "یہ حدیث صحیح ہے"

نبی اکرم ﷺ کا فرمان (هولاء الخلفاء بعدی) صریح ہے کہ یہ ترتیب، ترتیب خلافت ہے۔ جیسا کہ اس حدیث سے مستفاد ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد ابوبکر صدیقؓ ہی خلیفہ بلا فصل ہیں جس میں کسی مسلمان کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں اور حدیث مبارک اس باب میں صریح ہے۔

(۱۲) حدثنا معاذ بن المثنی ثنا مسدودثنا خالد بن زیاد الزیات حدثنی ابوزرعة بن عمرو بن جریر عن جریر قال لماقدم رسول اللہ ﷺ المدینة قال لأصحابه انطلقوا بنا إلی اهل قباء فنسلم علیهم فأتاهم فسلم علیهم ورحبوا به ثم قال یا اهل قبا ایتونی باحجار من هذه الحرة، فجمعت عندهٗ کثیرة ومعه عنزة لهٗ فخط قبلتهم فأخذحجرا فوضعه رسول الله ﷺ ثم قال یا أبابکر رضی الله عنهٗ خذحجرا فضعهٗ الی حجری ثم قال یا عمر رضی الله عنهٗ خذحجرا فضعهٗ الی جنب حجرابی بکر رضی الله عنهٗ ثم التفت فقال یا عثمان رضی الله عنهٗ خذ حجرا فضعهٗ الی جنب حجر عمر رضی الله عنهٗ ثم التفت الی الناس بآخرة فقال وضع رجل حجرهٗ حیث، حب علی ذی الخط.

(طبرانی، ج ۲،ص ۳۴۰)

حضرت جریر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اپنے اصحاب سے فرمایا: میرے ساتھ اہل قبا کے پاس چلو، ہم ان پر سلام پیش کریں گے۔ صحابہ کرامؓ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ان کے پاس آئے اور سلام کہا۔ انہوں نے آقا ﷺ کو مرحبا کہا اور استقبال کیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اہل قبا! اس سیاہ پتھروں والی زمین سے پتھر لاؤ، کافی پتھر جمع کر دیئے گئے۔ آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کا عصا مبارک (عنزہ) تھا اس سے ان کے قبلہ کا خط کھینچا، پھر ان پتھروں سے ایک پتھر پکڑا اور اس خط (لائن) پر رکھ دیا اور فرمایا: اے ابوبکر! (رضی اللہ عنہ) اپنا پتھر اٹھاؤ اور میرے پہلو (میرے پتھر کے) میں رکھ دو۔ پھر فرمایا اے عمر! (رضی اللہ عنہ) اپنا پتھر اٹھا کر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پتھر کے ساتھ رکھ دو، پھر آپ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف نظر فرمائی اور فرمایا اے عثمان! (رضی اللہ عنہ) اپنا پتھر اٹھا کر عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے پتھر کے پہلو میں رکھ دو۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ لوگوں کی طرف دیکھا اور فرمایا ہر شخص اپنا اپنا پتھر پکڑ کر اس لکیر پر جہاں چاہے رکھ دے۔

اس حدیث مبارک کے آخری جملے پر غور فرمائیں کہ ہر مرد جہاں چاہے اپنا

پتھر اس خط پر رکھ دے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خود فرمایا کہ آپ میرے پتھر کے ساتھ پتھر رکھیں پھر اس طرح عمر فاروق، ابوبکر صدیق کے پتھر کے ساتھ اور عثمان غنی، عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھیں۔ اس سے اشارہ ہے کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر رضی اللہ عنہٗ ہوں گے اور ان کے بعد حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما خلیفہ بنیں گے۔

(۱۳) عن جابر بن عبداللہ انه کان یحدث ان رسول اللہ ﷺ قال انی رأیت اللیلة رجل صالح ان ابابکرؓ نیط برسول اللہ ﷺ ونیط عمر بابی بکر ونیط عثمان بعمر رضی اللہ عنهم، قال جابر، فلما قمنا من عند رسول اللہ ﷺ قلنا اماالرجل الصالح فرسول اللہ ﷺ واماما ذکر من نوط بعضهم ببعض فهم ولاة هذاألامر الذی بعث اللہ به نبیهٗ ﷺ

(ابن حبان، جز ۹، ص ۳۰، دلائل النبوة بیهقی، ج ٦، ص ۳٤۸)

جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: آج رات خواب میں مجھے ایک صالح مرد دکھایا گیا اور ابوبکرؓ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور حضرت عثمانؓ، حضرت عمرؓ کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں۔ جب ہم نبی کریم ﷺ کے پاس سے اٹھ کر آئے تو ہم نے کہا: صالح مرد سے مراد رسول کریم ﷺ ہیں اور وہ جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، وہ اس اَمر عظیم کے والی ہیں جو نبی کریم ﷺ لے کر آئے۔

نبی کریم ﷺ کا خواب مبارک اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہٗ کی تعبیر اس بات پر دال ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد اس امر عظیم کے والی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ ہیں۔ اس سے خلافت صدیقیؓ عیاں و ظاہر ہے۔

(۱۴) طبرانی معجم کبیر میں سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ سے راوی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ملک شام کو تجارت کی غرض سے گیا۔ وہاں اہل کتاب میں سے ایک شخص

مجھے ملا اور مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے ہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ ہم نے کہا "ہاں" پوچھنے لگا اس کی صورت دیکھو تو پہچان لو گے۔ میں نے کہا "ہاں" وہ ہمیں ایک مکان میں لے گیا جس میں تصاویر تھیں، وہاں نبی کریم ﷺ کی تصویر مجھے نظر نہ آئی۔ اتنے میں ایک اور اہل کتاب آکر بولا۔ کس شغل میں ہو؟ ہم نے بات بیان کی۔ وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا وہاں ہمیں نبی کریم ﷺ کی تصویر نظر آئی اور دیکھا کہ ایک شخص حضور کریم ﷺ کے پیچھے آپ ﷺ کے قدم مبارک پکڑے ہوئے ہے۔ میں نے پوچھا یہ دوسرا کون ہے؟ وہ کتابی بولا:

انہٗ لم یکن نبی الابعدہٗ نبی الاھذا فانہٗ لانبی بعدہٗ وھذا الخلیفۃ بعدہٗ"

ہر نبی کے بعد کوئی نہ کوئی نبی ضرور آیا مگر اس نبی (ﷺ) کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ دوسرے ان کے بعد خلیفہ ہیں۔ میں نے جب نظر اٹھائی تو وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی تصویر تھی۔ (ختم نبوت، فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، ص ۶۲)

اس حدیث مبارک میں جہاں شام کے نصرانی نے نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کی شہادت دی وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ خلیفہ ہیں۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل کتاب کی کتابوں میں یہ تحریر ہے کہ نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے بعد ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہیں۔

(۱۵) **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لیس انا قدمت اللہ قدمھما فاثبتوابھما ترشدواومن قال فیھما سوأ فاقتلوہٗ فانما یریدنی و الاسلام ورواہٗ احمد عن أم عمرو بنت حسان یزید عن سعید بن یحیٰ بن قیس عن ابیہ عن حفصۃ رضی اللہ عنھا مرفوعاً ولفظہٗ لیس أنا قدمت أبابکر فحسب ولم یذکر عمر رضی اللہ عنہٗ**

(فردوس الاخبار، ج ۳، ص ۴۶۵)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

میں نے ان دونوں (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو مقدم نہیں کیا بلکہ عزوجل نے ان کو مقدم فرمایا (یعنی خلافت میں مقدم ہونا) پس ان کے ساتھ ثابت قدم رہو، ہدایت پا جاؤ گے۔ اور جس نے ان دونوں کی شان میں گستاخی کی، اس کو قتل کرو۔ اس لئے کہ اس نے میری اور اسلام کی توہین کی ہے۔

ظاہر ہے نبی کریم ﷺ کی توہین کفر ہے اور وہ واجب القتل ہے۔ اسی طرح جس نے شیخین کی شان میں گستاخی کی اس نے نبی محترم ﷺ کو ایذا پہنچائی اور توہین کی۔

اس حدیث کو امام احمد نے ام عمرو بنت حسان یزید سے انہوں نے سعید بن یحییٰ بن قیس سے انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت ام المومنین حفصہؓ سے مرفوعاً روایت کیا۔ اس کے لفظ یہ ہیں۔

"حضرت ابوبکرؓ کو میں نے مقدم نہیں کیا۔ پس یہ کافی ہے"

یعنی سمجھنے والوں کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے آپ کو مقدم نہیں کیا تو خود رب ذوالجلال نے ان کو مقدم فرمایا۔ لیکن حضرت حفصہؓ کی روایت میں حضرت عمرؓ کا ذکر نہیں۔

(۱۶) عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللہ ﷺ أریت انی وضعت فی کفۃ وامتی فی کفۃ فعدلتها ثم وضع ابوبکر رضی اللہ عنہُ فی کفۃ وأمتی فی کفۃ فعدلها ووضع عمر فی کفۃ وأمتی فی کفۃ فعدلها ووضع عثمان رضی اللہ عنہُ فی کفۃ فعدلها ثم رفع المیزان. (طبرانی، ج ۲۰، ص ۸۶)

فی سندہ محمد بن المبارك الصوری كان صدوقاً وبقیۃ رجالہ ثقات

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے خواب دکھایا گیا کہ میں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا گیا اور میری امت دوسرے پلڑے میں۔ میں نے اپنا پلڑا ابوجھل (بھاری) پایا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کو ایک پلڑے میں اور میری امت کو دوسرے میں رکھ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کا پلڑا بھاری نکلا، پھر عمر فاروقؓ اور میری امت کو ایک ایک پلڑے میں رکھا گیا، پس عمر فاروقؓ والا پلڑا بھاری

نکلا۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کو اور میری امت کو ایک ایک پلڑے میں رکھا گیا تو حضرت عثمانؓ والا پلڑا بھاری رہا۔

امام ہیثمی، صاحب مجمع الزوائد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن مبارک صوری ہیں اور وہ صدوق ہیں اور حدیث کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کے بعد خلفاء کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔

پلڑے کا بھاری ہونا افضیلت کی دلیل ہے۔ جس ترتیب سے اس حدیث میں خلفا مذکور ہوئے وہ ان کی فضیلت و خلافت کی ترتیب پر دلیل ہے۔ (فتدبروا)

(۱۷) حدثنا ابراهيم بن نائلة الاصبحانی ثنا اسماعيل بن عمرو البجلی أنا ابوعوان عن ابی سنان عن الضحاك بن مزاحم عن ابن عباس في قول الله عزوجل (واذأسرالنبي الى بعض أزواجه حديثا) قال دخلت حفصة رضي الله عنها على النبي ﷺ في بيتها وهويطأ مارية فقال لها رسول الله ﷺ لاتخبري عائشة حتى أبشرك ببشارة فان اباك يلي من بعد ابی بكر رضی اللهٔعنهٔ اذا أنامت فذهبت حفصة رضي الله عنها فأخبرت عائشة أنها رأت النبي ﷺ بطامارية فاخبر تها أن النبي ﷺ اخبرها أن ابابكر رضي اللهٔعنهٔ يلي بعد رسول الله ﷺ ويلي عمر رضي اللهٔعنهٔ بعدهٔ فقالت عائشة رضي الله عنها للنبي ﷺ من أنبأك هذا فقال نبأني العيلم الخبير فقالت عائشة لأانظر اليك حتى تحرم مارية فحرمها فانزل الله عزوجل (يايها النبي لم تحرم)

وقال في مجمع الزوائد ۱۷۸/۵ وفيه اسماعيل بن عمرو البجلي وهوضعيف وقدوثقهٔ ابن حبان والضحاك بن مزاحم لم يسمع من ابن عباس وبقية رجالهٔ ثقات .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کے فرمان (واذ اسرالنبی الی بعض ازواجه حديثا) کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرت حفصہؓ حضرت عائشہؓ کے گھر نبی اکرم ﷺ کے پاس گئیں تو آپ ﷺ حضرت ماریہ قبطیہؓ سے محو ہم بستری تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا اس بات کی عائشہؓ کو خبر نہ دینا، میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں بے شک تیرا باپ حضرت ابو بکرؓ کے بعد والی ہوگا (یعنی عمر فاروق) جبکہ میں اس دنیا سے جا چکا ہوں گا۔ حضرت حفصہؓ لوٹ گئیں اور حضرت عائشہ کو بتادیا کہ یہ معاملہ پیش آیا اور نبی اکرم ﷺ نے یہ بات بھی بتائی کے میرے بعد ابو بکر صدیقؓ والی ہوں گے اور ان کے بعد حضرت عمرؓ۔ حضرت عائشہ نے عرض کی یارسول اللہ ! ﷺ یہ خبر آپ ﷺ کو کس نے دی ؟ فرمایا مجھے میرے علیم وخبیر (یعنی اللہ تعالیٰ) نے بتایا ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا میں اس وقت تک آپ ﷺ کی طرف نہ دیکھوں گی جب تک آپ ﷺ ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام نہیں کرتے۔ پس نبی کریم ﷺ نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کردیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی

(یا ایھا النبی لم تحرم.. آلایة)

اس سے بھی نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ ہونے کی خوشخبری موجود ہے۔

(۱۸) أخرج ابوالقاسم البغوی بسند حسن عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ یقول یکون خلفی اثنا عشر خلیفته ابوبکرؓ لایلبث الاقلیلا قال الائمه صدر هذا الحدیث مجمع علی صحته واردمن طرق عدة أخرجه الیشخان وغیر هما وأخرجه البخاری فی التاریخ الکبیر عن جابربن سمرة رضی الله عنه

(تاریخ کبیر، ج۱، ص ۴۴۶، معجم کبیر للطبرانی، ج۱، ص ۵۴)

ابو القاسم بغوی نے بسند حسن حضرت عبداللہ بن عمر سے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں : میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا کہ میرے بعد بارہ خلیفے ہوں گے اور حضرت ابو بکرؓ تھوڑی مدت خلیفہ رہیں گے۔

آئمہ فرماتے ہیں اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے اور یہ متعدد طریقوں سے وارد ہے۔ اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بھی تخریج کیا اور ان کے علاوہ دیگر علمائے اعلام نے بھی نقل کی ہے۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اس حدیث کو جابر بن سمرہؓ سے تخریج فرمایا۔

صاحب مجمع الزوائد فرماتے ہیں اس حدیث میں سوائے مطلب بن شعیب ازدی کے تمام راوی ثقہ ہیں اور عبداللہ بن احمد نے بسند صحیح اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

قاضی عیاض مالکیؒ لکھتے ہیں اس حدیث یا اس کی مشابہ دیگر احادیث میں جو بارہ خلیفوں کا ذکر آیا ہے اس سے مراد شاید یہ ہے کہ یہ خلیفے مدت خلافت میں قوی ہوں گے اور قوت اسلام اور امور اسلام میں طاقت والے ہوں گے اور بارہ خلفاء یہ ہیں۔

خلفائے راشدین، حضرت امیر معاویہؓ، امیر معاویہ کا بیٹا یزید، ابن زبیرؓ کے قتل کے بعد عبدالملک اور اس کے بعد عبدالملک کے چار بیٹے ولید، سلمان، یزید اور ہشام، سلمان اور یزید کے درمیان کچھ عرصہ عمر بن عبدالعزیزؓ بھی خلیفہ رہے مگر انکو بارہ خلفاء میں شمار نہیں کیا جاتا۔ ان کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک، یعنی عبدالملک کا پوتا اپنے چچا ہشام کی موت کے بعد خلیفہ بنا۔ ولید بن یزید تقریباً چار سال بر سر اقتدار رہا اور پھر لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔ ولید بن یزید کے بعد احوال متغیر ہو گئے، فتنے پھیل گئے اور اس کے بعد لوگوں کا خلافت پر اجماع نہ ہو سکا۔

اگر کوئی اعتراض کرے کہ دوسری احادیث میں وارد ہوا ہے کہ میرے بعد مدت خلافت تیس سال ہو گی اور اس کے بعد بادشاہ ہوں گے اور اس مذکورہ حدیث میں بارہ خلیفوں کا ذکر آیا ہے، مطابقت کیسے ہو گی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خلفائے اربعہؓ اور خلافت امام حسنؓ کی مدت تیس سال بنتی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے جو خلافت کے لائق ہیں وہ یہی چار خلیفے ہیں۔

دوم یہ حدیث کہ میرے بعد خلافت تیس برس ہو گی، بارہ خلفاء والی حدیث

کے منافی نہیں۔ کیونکہ "الخلافۃ" میں "ال" کمال کیلئے آیا ہے، یعنی خلافت کاملہ خلفائے اربعہ اور امام حسن رضی اللہ عنہم کی ہی ہو گی۔ اور اس کمال کی مدت تیس سال ہے پھر بارہ خلفاء سے مراد خلافت مطلقہ ہے اس میں کمال ہو یا نہ ہو جیسے یزید بن معاویہ کی خلافت۔

لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

بہر حال اس حدیث میں بھی خلافت حضرت ابو بکرؓ کی طرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ابوبکر لایلبث الاقلیلا" اگر شیخین کی کدورت سے سینے خالی ہوں تو ان کیلئے یہ حدیث واضح دلیلِ خلافت ہے۔

(۱۹) أخرج أحمد وحسنه وابن ماجه والحاكم وصححهُ عن حذيفة رضى الله عنهُ قال، قال رسول الله ﷺ افقدوابااللذين من بعدى ابى بكر و عمر رضى الله عنهما وأخرجه الطبرانى من حديث ابى الدرداء رضى الله عنهُ والحاكم من حديث ابن مسعود رضى الله عنهُ وروىٰ أحمد والترمذى وابن ماجة وابن حبان فى صحيحهٖ عن حذيفة رضى الله عنهُ انى لاأدرى ماقدر بقائى فيكم فاقتد وااباللذين من بعدى ابى بكر و عمر وتمسكوا بهدى عمار وماحدثكم ابن مسعود فصد قوا. والترمذى عن ابن مسعودؓ والردیانى عن حذيفة وابن عدى عن أنس اقتدوا باللذين من بعدى من اصحابى ابى بكر و عمر رضى الله عنهما واهتدو ابهدى عمار وتمكسوا بعهد ابن مسعود رضى الله عنهم

(ابن حبان جز ۹، ص ۲۵. طبرانی، ج ۹، ص ۶۸، حاکم، ج ۳، ص ۷۵، مسند احمد، ج ۵، ص ۴۰۱ ترمذی شریف، حدیث نمبر ۳۶۶۲، ۳۸۰۵. ابن ماجہ حدیث نمبر ۹۷)

اس حدیث کو امام احمد نے تخریج کیا اور فرمایا "حسن" ہے۔ ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے تخریج کی اور امام حاکم نے فرمایا "صحیح" ہے۔

حضرت حذیفہؓ نے فرمایا، رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں میرے بعد ان دو شخصوں (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی اقتدا کرو۔

طبرانی نے ابو درداء سے اور امام حاکم نے ابن مسعودؓ سے تخریج کی۔ امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت حذیفہؓ سے اس کو روایت کیا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھا جب آپ ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ کتنا عرصہ تمہارے درمیان رہوں۔ میرے بعد ان دونوں یعنی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا اور حضرت عمارؓ سے ہدایت لینا اور ابن مسعودؓ تمہیں جو فرمائیں اس کی تصدیق کرنا۔

ترمذی نے ابن مسعود سے اور ردیانی نے حضرت حذیفہؓ سے اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی۔ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرے اصحاب میں سے ان دونوں یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔ حضرت عمارؓ کی ہدایت کے ساتھ ہدایت پاؤ اور ابن مسعودؓ کے عہد کو مضبوط پکڑو۔

علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

قال شارح عقيدة الطحاوية ان ترتيب الخلفاء الراشدين فى الفضيلة كترتيبهم فى الخلافة الاان لابى بكر و عمر رضى الله عنهما مزية وهى ان النبى ﷺ أمرنا باتباع سنة الخلفاء الراشدين ولم يأمرنا فى الاقتداء بالافعال الالابى بكر وعمر رضى الله عنهما فقال اقتدوا باللذين من بعدى ابوبكر و عمر رضى الله عنهما وفرق بين اتباع سنتهم والاقتداء بهم فحال ابى بكر و عمر رضى الله عنهما فوق حال عثمان وعلى رضى الله عنهما.

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں شارح عقیدہ طحاویہ کا کہنا ہے کہ خلفائے راشدین کی ترتیب فضیلت میں ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے۔ مگر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی شان ارفع ہے، وہ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے سنت خلفائے راشدین کی اتباع کا حکم دیا مگر اقتداء کا حکم صرف ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کیلئے دیا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ شارح نے ان خلفاء کی سنت کی اتباع اور اقتداء میں فرق کیا ہے (سنت کی اتباع اور ان کی اقتدا الگ الگ چیزیں ہیں) اس اعتبار سے

حضرت ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما، حضرت عثمان غنی وعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں۔

(۲۰) اخرجہُ الاسماعیلی فی معجمہ عن سھل بن ابی جشمۃ قال بایع اعرابی النبی ﷺ بقلائص الی اجل فقال علی رضی اللہ عنہُ لأعرابی ائت النبی ﷺ فسئلہُ ان اتی علیہ أجل من یقضیہ قال یقضیک ابوبکرؓ فرجع الی علی رضی اللہ عنہُ فاخبرہُ فقال علیؓ ارجع فسئلہ ان أتی علی ابی بکرؓ أجلہُ من یقضیہ فاتی الاعرابی النبی ﷺ فسالہُ فقال یقضیک عمررضی اللہ عنہُ، فقال علی للاعرابی سلہُ من بعد عمررضی اللہ عنہ فقال یقضیک عثمانؓ، فقال علیؓ للأعرابی ائت النبی ﷺ فاسئلہُ ان أتی علی العثمان أجلہُ من یقضیہ فسألہُ فقال النبی ﷺ اذا أتی علیٰ ابی بکر أجلہُ وعلی عمر و عثمان رضی اللہ عنھم فان استطعت أن تموت فمت.

(مرقاۃ، ج ۱۱، ص ۲۸۴...... ورواہُ الطبرانی عن عصمۃ بن مالك، ج ۱۷، ص ۱۸۰)

اسماعیلی نے اپنے معجم میں سہل بن ابی جشمہ رضی اللہ عنہٗ سے یہ حدیث تخریج کی، آپ فرماتے ہیں ایک اعرابی سے نبی کریم ﷺ نے ایک مدت تک (ادھار) اونٹنیاں خریدیں۔ حضرت علیؓ نے اس اعرابی سے فرمایا کہ حضور ﷺ کے پاس جاکر پوچھو اگر آپ ﷺ کی وفات ہو جائے تو یہ رقم کون ادا کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ابوبکرؓ تمہیں یہ رقم ادا کریں گے۔ اعرابی واپس آگیا اور جو کچھ سرکار نے فرمایا حضرت علیؓ کو بتادیا۔ حضرت علیؓ نے اعرابی کو فرمایا آپ ﷺ کی خدمت میں جاکر سوال کر کہ اگر ابوبکرؓ وفات پاجائیں تو رقم کون ادا کرے گا؟ اعرابی گیا اور یہی سوال کیا، بارگاہ نبوت سے ارشاد ہوا، اگر ایسا ہوا تو عمر فاروقؓ یہ رقم ادا کریں گیا۔ اعرابی پلٹا تو حضرت علیؓ نے اسے پھر بھیجا کہ پوچھ اگر عمرؓ فوت ہو گئے تو رقم کون دے گا؟ گیا اور سوال کیا: فرمایا گیا عثمانؓ رقم ادا کریں گے۔ حضرت علیؓ نے اسے پھر واپس بھیجا کہ پوچھ اگر حضرت عثمانؓ بھی رخصت ہو گئے تو رقم کس کے ذمے ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اگر ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم وفات پا جائیں تو پھر اگر تجھ میں مرنے کی استطاعت ہو تو مر جانا۔

یہ حدیث اس سے قبل گذر چکی ہے (نمبر ۳) مگر وہاں مختصراً۔ خریدنے اور رقم کی ادائیگی کے متعلق ارشاد ہے کہ میرے بعد ابوبکر پھر عمر اور اگر عمر کی وفات ہو جائے تو عثمان رضی اللہ عنہم رقم دیں گے۔ مگر یہاں تفصیل سے حضرت علیؓ کے حوالے سے اعرابی کا مکالمہ موجود ہے۔ اور یہ خلافت صدیق اکبرؓ کے بلا فصل ہونے پر واضح دلیل ہے کیونکہ ادائیگی کا ذمہ دار وہی ہوتا ہے جو خلیفہ ہو۔

(۲۱) عن عائشته رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ لاینبغی لقوم فیهم ابوبکر أن یؤمهم غیره. رواهُ الترمذی وقال هذا حدیث غریب.

(ترمذی شریف. فضائل صحابہؓ)

قال القاریؒ وفی معناهُ من هوا فضل القوم من غیرهم وفیه دلیل علی انهُ أفضل جمیع الصحابة فاذاثبت هذا فقدثبت استحقاق الخلافة ولاینبغی ان یجعل المفضول خلیفة مع وجود الفاضل.

(مرقاۃ ج ۱۱، ص ۲۸۸)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس قوم میں ابوبکرؓ ہوں وہاں کسی دوسرے کو امام نہ بنایا جائے۔

علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسی معنی میں دوسری حدیث شریف ہے کہ وہ شخص جو قوم میں افضل ہے وہی امامت کرے۔

موصوف فرماتے ہیں۔ اس میں دلیل ہے کہ آپؓ سب سے افضل ہیں اور باتحقیق آپؓ کی خلافت کا استحقاق بھی ثابت ہو گیا کیونکہ افضل کی موجودگی میں غیر افضل (اس افضل سے کمتر) کو خلیفہ نہیں بنایا جا سکتا۔

جب حضرت ابوبکرؓ سب سے افضل ہیں تو خلافت کے بھی وہی مستحق ہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد باجماع صحابہؓ آپؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ جملہ صحابہؓ کا عقیدہ آپ کی افضلیت پر پختہ تھا تبھی انہوں نے خلافت بھی آپؓ کو سونپی۔

(۲۲) عن علی رضی اللہ عنہ' قال قال رسول اللہ ﷺ أتانی جبرئیل. فقلت یا جبرائیل من یھاجر معی. قال ابوبکر رضی اللہ عنہ' وھو یلی أمر أمتك من بعدك وھو أفضل أمتك. (فردوس الأخبار للدیلمی، ج ۱، ص ۴۹۰)

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول معظم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبرائیل امین آئے، میں نے ان سے پوچھا میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟ انہوں نے جواب دیا یارسول اللہ (ﷺ)! آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت ابوبکرؓ کریں گے اور آپ ﷺ کے بعد وہ آپ ﷺ کی امت کے امر کے والی ہوں گے (یعنی خلیفہ ہوں گے) اور وہ آپ ﷺ کی امت میں سے افضل ہیں"۔

اس حدیث شریف سے جہاں خلافت ابوبکرؓ پر واضح اور روشن دلیل مل رہی ہے وہاں یہ بھی پتہ چل گیا کہ نبی کریم ﷺ کو یقینی علم حاصل ہو گیا تھا کہ میرے بعد خلیفہ حضرت ابوبکرؓ ہی ہوں گے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے اس خلافت پر نص نہیں فرمائی۔

(۲۳) عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی ﷺ قال ان امن الناس علی فی صحبتہٖ ومالہٖ ابوبکر. و عند البخاری ابابکر ولوکنت متخذا خلیلاً لأتخذت ابابکر خلیلاً ولکن أخوۃ الاسلام ومودتہ' لاتبقین فی المسجد خوخۃ الاخوخۃ ابی بکر و فی روایۃ لوکنت متخذاً خلیلاً غیر ربی لأتخذت ابابکر خلیلاً. متفق علیہ.

(بخاری شریف، باب مناقب ۔ مسلم شریف. باب مناقب صدیق)

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی صحبت اور مال کے ساتھ مجھ پر لوگوں میں سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکرؓ ہیں۔

امام بخاری کے نزدیک (ابوبکر) کی جگہ (ابابکر) آیا ہے۔ فرمایا اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو ہی بناتا۔ لیکن اسلامی اخوت و مودت بہتر ہے۔ مسجد میں سوائے ابوبکرؓ کے دروازے کے کوئی دروازہ باقی نہ رکھا جائے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ عزوجل کے علاوہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو

حضرت ابو بکرؓ کو خلیل بناتا۔

اس حدیث کا ظاہر اسلوب دلالت کرتا ہے کہ اخوت و مودت اسلام، خلت سے بہتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان (ولکن اخوة الاسلام) جملہ شرطیہ سے استدراک ہے۔ پس مفہوم یہ ہوا کہ گویا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اور ابو بکرؓ کے درمیان خلت نہیں لیکن اخوت اور مودت فی الاسلام ہے۔ لہٰذا خلت کی نفی ہو گئی اور اخوت کو ثابت رکھا گیا جو محبت والفت میں مساوات کی متقاضی ہے۔ اور مودت اسلام جو محبت دینیہ سے پیدا ہونے والی ہے نہ کہ دنیاوی اغراض و مقاصد کی وجہ سے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ خلت صرف اللہ عزوجل کیلئے ہے اور اس خلت سے کم جو مودت واخوت ہے اسے رب تعالیٰ کے علاوہ کے لئے پسند کیا۔ یعنی بعد از خلت، محبت واخوت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے ظاہر اسلوب کے مطابق خلت سب سے اعلیٰ ہے اور اس کے بعد اخوت اسلامی۔

اس ضمن میں ایک اور حدیث شریف ملاحظہ ہو۔ روایت مسلم شریف بحوالہ حضرت جندبؓ۔

سمعت رسول اللہ ﷺ قبل أن یموت بخمس لیال وھو یقول انی أبرا الی اللہ عزوجل أن یکون لی منکم خلیلاً فان اللہ عزوجل قد اتخذنی خلیلاً کما اتخذ ابراھیم خلیلاً ولو کنت متخذا من امتی خلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلاً

"میں نے رسول کریم ﷺ سے آپ کی وفات مبارک سے پانچ راتیں پہلے یہ بات سماعت کی کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس بات سے برأت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ ہی میرے خلیل ہوتے۔

مندرجہ بالا دونوں احادیث اس بات کی شاہد ہیں کہ خلیل سوائے اللہ تعالیٰ

کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری میں جبکہ ملا علی قاری نے المرقاۃ میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

أخرج الحافظ ابو الحسن الحربی فی فوائدہٖ عن ابی بن کعب انہٗ قال أن أحدث عھدی نبیکم ﷺ قبل وفاتہٖ بخمس لیال دخلت علیه وھو یقلب یدیه وھو یقول انہٗ لم یکن نبی الاوقد اتخذ من أمتہٖ خلیلاً وان خلیلی من امتی ابوبکر بن أبی قحافة ألا وان اللہ تعالیٰ قداتخذنی خلیلاً کما اتخذ ابراھیم خلیلاً. (معجم کبیر طبرانی، ج ۱۹ ص ٤۱، مرقات، ج ۱۱، ص ۲۸۳.

فتح الباری، ج ۷، ص ۲۳، عمدة القاری، ج ۱٦، ص ۱۷۷)

حافظ ابو الحسن حربی نے "فوائد" میں ابی بن کعبؓ سے ایک حدیث تخریج کی"۔

آپؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کی وفات سے قبل پانچ راتیں، میری ملاقات حضور ﷺ سے ہوئی۔ میں بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے اور فرمارہے تھے کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی امت سے اپنا خلیل نہ بنایا ہو اور بے شک میری امت سے میرے خلیل ابو بکر بن ابی قحافہؓ ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! کہ میرے رب تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا"۔

علامہ ملا علی قاریؒ نے واحدی کی تفسیر سے ایک حدیث نقل فرمائی۔

أخرج الواحدی فی تفسیرہ عن ابی امامة قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ اتخذنی خلیلاً کما اتخذ ابراھیم خلیلاً وانه لم یکن نبی الاله فی امتہٖ خلیل وان خلیلی ابوبکر رضی اللہ عنہٗ

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ کوئی نبی ایسا نہیں جس کا اپنی امت سے خلیل نہ ہو اور میرے خلیل ابو بکرؓ ہیں"۔

یہ دونوں حدیثیں مسلم و بخاری کے معارض ہیں۔ پہلی دو حدیثوں سے ثابت

ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرا کوئی خلیل نہیں اور ان دو حدیثوں میں حضور ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کو خلیل قرار دیا۔

بہر حال جن حدیثوں میں خلیل نہ بنانے کا ذکر ہے وہ زیادہ صحیح اور اثبت ہیں۔ اگر یہ روایت صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا خلیل ابوبکرؓ ہے تو معنی یوں ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے خدائے بزرگ و برتر کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا خلیل بنانے سے بیزاری کا اظہار فرمایا مگر ابوبکرؓ کے ساتھ نسبت اور تعلق اسقدر قوی اور محبت سے آراستہ کا تھا کہ انہیں بھی اپنا خلیل بنانے کا اشتیاق تھا۔ تو آپ ﷺ کے اشتیاق کو دیکھتے ہوئے اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کو خلیل بنانے کی اجازت دیدی۔ پس اس اذن کے بعد آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا خلیل بنالیا۔ اس طرح تعارض ختم ہوگیا کہ جب تک اذن نہ تھا صرف خدائے تعالیٰ ہی خلیل تھا، جب بارگاہ صمدیت سے اجازت ملی تو حضرت ابوبکرؓ کو بھی خلیل بنالیا۔

اس سے حضرت صدیق اکبرؓ کی عظمت و شان عیاں ہوتی ہے۔ دو علتیں ثابت ہوتی ہیں ایک نبی کریم ﷺ کی شان پر دلیل ہے تو دوسری علت صدیق اکبرؓ کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس کے علاوہ بمطابق حدیث شریف حضرت صدیق اکبرؓ کے علاوہ مسجد کے تمام دروازے بند کر دینے کا حکم بھی آپؓ کی خلافت پر دلیل ہے۔ کیونکہ نماز کے قائم کرنے کیلئے اور امامت کی خاطر خلیفہ کا مسجد کے قریب ہونا ضروری ہے اسی لئے آپ کا دروازہ کھلا رکھا گیا کہ آپ بعد از وفات نبی ﷺ خلیفۂ رسول ہیں۔

(۲۴) **عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لماعرج بی سألت ربی عزوجل ان يجعل الخليفة بعدی علی بن ابی طالب فارتجت الملائكة وقالوايا محمد(ﷺ) أن الله يفعل مايشاء والخليفة من بعدك ابوبكر رضی الله عنه.** (فردوس الاخبار للدیلمی، ج ۳،ص ۴۷۶)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج کرائی

گئی تو میں نے رب ذوالجلال کی بارگاہ کرم میں سوال کیا کہ میرے بعد علیؓ بن ابی طالب کو خلیفہ بنایا جائے۔ پس فرشتوں کی آواز بلند ہوئی اور کہنے لگے اے محمد! ﷺ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد خلیفہ ابو بکر صدیقؓ ہوں گے۔

صاف پتہ چل رہا ہے کہ مشیت ایزدی میں ہی آپ کی خلافت مرقوم و موجود تھی۔ اس صراحت پر مزید تبصرے کی کیا گنجائش باقی ہے؟

اس حدیث کی شاہد ایک دوسری حدیث ہے جسے دار قطنی، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے تخریج فرمایا اور اس حدیث کو علامہ ابن حجر مکیؒ نے اپنی کتاب "صواعق محرقہ" میں نقل فرمایا۔

(۲۵) اخرج الدارقطنی والخطیب وابن عساکر عن علی رضی اللہ عنہٗ قال قال لی رسول اللہ ﷺ سئلت اللہ ان یقدمک ثلاثا فأبی علی الا تقدیم ابی بکر رضی اللہ عنہٗ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین مرتبہ سوال کیا کہ علیؓ کو مقدم فرمایا جائے تو رب ذوالجلال نے سوائے ابو بکرؓ کی تقدیم کے باقی کا انکار فرمایا۔

یہ حدیث، حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مؤید ہے جس میں واقع ہوا کہ خلافت تو ابو بکرؓ کیلئے لکھی جا چکی ہے۔ اس لئے اس حدیث مذکورہ کے مطابق رب ذوالجلال نے تین مرتبہ ابو بکرؓ صدیق کو مقدم کرنے کے علاوہ کا انکار فرمایا لہٰذا یہ دونوں حدیثیں نص کی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ باقی حدیثوں میں تعریض (اشارۃً بات کرنا) ہے جو تصریح کو مستلزم ہے۔

اس کے باوجود اگر کوئی عقل کا اندھا کہہ دے کہ خلافت تو حضرت علیؓ کا حق تھا مگر (نعوذ باللہ) صدیق اکبرؓ نے اس پر قبضہ کر لیا تو اس کی عقل پر کیا کہا جا سکتا ہے۔ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت صدیق اکبرؓ کے بلا فصل ہونے کی گواہی دے رہے ہیں اور یہ حدیث شریف سے ثابت ہوا ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

اپنا امام تسلیم کرنے والے ان کا کلام اور حدیث بھی مد نظر رکھیں۔

(۲۶) عن ابی ذر رضی اللہ عنہٗ یقول التمست النبی ﷺ فی بعض حوائط المدینۃ فاذا ھو قاعد تحت نخلۃ فسلم علی النبی ﷺ وفی روایۃ (سلمت) فقال ماجاء بك فقال جبت النبی ﷺ فأمرہ أن یجلس وقال لیأتینا رجل صالح فسلم ابوبکر رضی اللہ عنہٗ ثم قال لیأ تینا رجل صالح قال فجاء عمر رضی اللہ عنہٗ وقال لہ مثلہٗ وقال لیأ تینا رجل صالح فاقبل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہٗ ثم جاء علی رضی اللہ عنہٗ فسلم فرد علیہ مثلہ ومع النبی ﷺ حصیات فسبحن فی یدہ فناولھن ابابکر فسبحن فی یدہ ثم عمر فسبحن فی یدہ ثم عثمان فسبحن فی یدہ.

(التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۸، ص ۴۴۳...... اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۲۱۵)

وفی روایۃ فسبحن فی یدہ حتی سمع لھن حنین کحنین النحل فی کف رسول اللہ ﷺ ثم ناولھن ابابکر رضی اللہ عنہٗ وجاوزنی فسبحن فی کف ابی بکر رضی اللہ عنہٗ ثم أخذ ھن منہ فوضعھن فی الارض فخرسن وصرن حصی ثم ناولھن عمر رضی اللہ عنہٗ

(دلائل النبوۃ، ابونعیم، ص ۳۶۹. خصائص الکبرٰی للسیوطی، ج ۲، ص ۷۵)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں، میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کا متمنی ہوا، آپ ﷺ کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا کہ درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے سلام عرض کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ”میں نے (یعنی ابوذرؓ) نبی کریم ﷺ کو سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! کیوں آئے ہو؟ عرض کیا، بارگاہ عالیہ میں حاضر خدمت ہوا ہوں۔ سرکار نے حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا ابھی ایک صالح مرد آئے گا، اتنے میں ابوبکر صدیقؓ حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ایک صالح مرد آنے والا ہے۔ اتنے میں حضرت عمرؓ حاضر خدمت ہو گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے پہلے سے کلمات دہرائے تو حضرت عثمانؓ حاضر

ہو گئے اور پھر حضرت علیؓ آئے۔ نبی کریم ﷺ کے پاس چند سنگریزے تھے، انہیں دست اقدس میں لیا تو وہ تسبیح پڑھنے لگے۔ پھر ان سنگریزوں کو ابو بکرؓ نے پکڑا تو ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی، پھر حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ میں بھی اسی طرح تسبیح کی اور ایسا ہی حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں میں ہوا۔

ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ ان سنگریزوں نے نبی اکرم ﷺ کے کف اقدس میں تسبیح کی یہاں تک کہ ان کی تسبیح کی آواز اس طرح سنی گئی جیسے شہد کی مکھی کی آواز ہوتی ہے۔ پھر ان کو حضرت ابو بکرؓ نے پکڑ لیا، انہوں نے کف صدیق اکبرؓ میں تسبیح کی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ابو بکرؓ سے لے کر انہیں زمین پر رکھ دیا۔ پس وہ خاموش ہو گئیں اور سنگریزہ بن گئیں (آخر حدیث تک)

اس حدیث مبارک میں بھی خلافت ابو بکر صدیقؓ کی طرف اشارہ ہے۔

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں۔

وتأمل مافي الرواية الثاني من أعطاء النبي ﷺ أيا هن لأبي بكر من يده من قبل وضعهن بالأرض بخلافه في عمر و عثمان رضي الله عنهما تعلم ان ذالك كله لمزيد قرب ابي بكر رضي الله عنه حتى صيريدهٗ ليست أجنبية من يدالنبي ﷺ فلم يفصل بينهما بزوال حياة تلك الحصيات بخلافه في عمرو عثمان رضي الله عنهما.

دوسری روایت میں غور کیجئے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھنے سے پہلے اپنے ہاتھ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو عطا کیں بخلاف حضرت عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کے، کہ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو براہ راست اپنے ہاتھ سے کنکریاں نہیں دیں بلکہ زمین پر رکھ دیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سب حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مزید قرب کیلئے تھا یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ اس طرح ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ سے اسے اجنبیت نہ رہی۔ وہی زندگی جو نبی کریم ﷺ کے دست اقدس میں سنگریزوں میں تھی وہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ میں جا

کر بھی زائل نہ ہوئی بلکہ بر قرار رہی اور سنگریزے تسبیح کرتے رہے"۔

علامہ ابن حجر مکیؒ کی یہ نفیس تصریح اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بارگاہ نبوت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کس قدر قرب تھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے وہ سنگریزے دست ابوبکرؓ میں دیئے اور تسبیح جاری رہی خلاف حضرت عمرؓ و عثمانؓ کے کہ انہوں نے زمین سے کنکریاں اٹھائیں۔ یہ واقعہ صدیق اکبرؓ کے قرب اور محبت رسول ﷺ پر دال ہے اور اس بات کی بھی دلیل کہ باعتبار فضیلت حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے اول ہیں اور یہی ترتیب خلافت میں ہے۔

(۲۸) واخرج البغوی بسند جیدعن جعفر بن محمد الصادق من ابیه عن عبدالله بن جعفر قال ولینا ابوبکر رضی الله عنه فخیر خلیفة ارحم بنا و احناه علینا

(الاصابة، ج ۲، ص ۳۴۴)

امام بغوی نے بسند جید عبداللہ بن جعفر سے ایک حدیث تخریج فرمائی۔

عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے والی بنائے گئے، پس آپؓ بہترین خلیفہ ہیں۔ ہمارے ساتھ بہت رحم کرنے والے اور ہم پر بہت مہربان۔

حضرت عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشفق و مہربان خلیفہ کی حیثیت سے فرائض سر انجام دیتے رہے اور ان کے متعلق یہ شہادت بھی استحقاق خلافت پر ایک دلیل ہے۔

(۲۹) عن علی بن ابی طالب قال قدم رسول الله ﷺ ابابکرؓ فصلی بالناس وانی لشاهد غیر غائب وانی بصحیح غیر مریض ولوشاء ان یقدمنی لقدمنی فرضینا لدنیانا من رضیه الله ورسوله لدیننا

(اسد الغابة، ج ۳، ص ۲۲۱)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے نماز کیلئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کیا اور آپؓ نے لوگوں کی امامت کی۔ میں بھی وہاں موجود تھا اور صحیح و

تندرست تھا۔ اگر مجھے نبی کریم ﷺ امامت کا حکم دینا چاہتے تو دے سکتے تھے۔ (مگر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو امامت کا حکم دیا) پس ہم نے اپنی دنیا کیلئے اسے پسند کر لیا جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمارے دین کے لئے پسند فرمایا۔

اس حدیث سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ اول نماز کیلئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہٗ کو مصلائے امامت پر کھڑا کرنا، آپؓ کی خلافت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ کہ جب نماز میں یہ خلیفہ ہیں تو بعد از وفات رسول اکرم ﷺ بھی خلیفہ ہوں۔

دوم، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی خلافت کو قبول کر لیا اور بیعت بھی کی جیسا کہ اس حدیث سے اور اس سے پہلے بھی مذکور ہے۔

(۳۰) عن محمد بن زبیر قال أرسلنی عمر بن عبدالعزیز الی الحسن البصری أسأله عن أشیاء فصعدت الیه فاذا هو متکئی علی وسادة من ادم فقلت ارسلنی الیك عمربن عبدالعزیز أسالك فاجبنی فیما سألته عنهٗ وقال اشفنی فیما اختلف الناس فیه هل کان رسول الله ﷺ استخلف ابابکر فاستوی الحسن قاعداً فقال أوفی شك هٰؤلاء أبالك ای و الله الذی لااله الا هو و لقد استخلفه، الی آخر الحدیث.

(اسد الغابة، ج ۳، ص ۲۲۰...... صواعق محرقه، ص ۲۶)

محمد بن زبیر فرماتے ہیں کہ مجھے عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت حسن بصری کی طرف بھیجا کہ ان سے چند کاموں کے متعلق سوال کروں۔ پس تعمیل حکم کرتے ہوئے بوقت آپ تک پہنچا۔ آپ چمڑے سے بنے ہوئے تکیے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا: مجھے عمر بن عبدالعزیزؒ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپسے کچھ پوچھوں۔ براہ کرم آپ مجھے شافی جواب ارشاد فرمایئے۔ میں (محمد بن زبیر) نے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا تھا؟ حضرت حسن بصریؒ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: تیرا باپ نہ رہے، کیا اس میں شک ہے؟ قسم ہے! مجھے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) نے

حضرت ابو بکرؓ کو خلافت عطا کی تھی۔

حضرت حسن بصریؒ کے اس قول کے بعد تمام شکوک وشبہات دور ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ جیسی برگزیدہ شخصیت حلفاً فرما رہے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ بنایا ہے اس حدیث کے بعد ایمان کو تقویت اور حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت بلا فصل پر قوی شہادت ملتی ہے۔ منکرین خلافت صدیق اکبرؓ کو غور و فکر کرنی چاہیے کہ حضرت حسن بصریؒ کے شفاف فیصلے کے بعد ان کی کیا رائے ہے؟

(۳۱) وعن عائشة رضي الله عنها قالت قال لي رسول الله ﷺ في مرضه أدعي لي ابابكر أباك وأخاك حتى أكتب كتابا فاني أخاف أن يتمن متمن ويقول قائل أنا ولايأبى الله والمؤمنون الاابابكر. (مسلم شریف، مناقب ابوبکر صدیقؓ)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی مرض مبارک میں فرمایا: اے عائشہؓ! اپنے باپ اور بھائی کو میرے پاس بلاؤ کہ میں کتاب لکھ دوں تاکہ مجھے اس بات کا خوف نہ رہے کہ کوئی تمنا کرنے والا کہے، میں خلافت کا مستحق ہوں۔ اللہ عزوجل اور تمام مومن سوائے ابو بکرؓ کی خلافت کے کسی اور کو تسلیم کرنے والے نہیں۔ اور کتاب حمیدی میں (انا ولا) کی جگہ (وانا اولی) ہے اور امام ابو زکریا نووی علیہ الرحمۃ نے شرح مسلم میں قاضی عیاضؒ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ یہ روایت اجود ہے۔

علامہ ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلانے کا مقصد صرف کتاب لکھوانا تھا۔ حضور کریم ﷺ کا حکم نامہ لکھوانے کو کہنا اور پھر یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ اور تمام مومن خلافت ابو بکرؓ کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں، آپؓ کی خلافت پر قوی شہادت اور دلیل ہے۔

(۳۲) أخرج الحاكم وصححهُ عن أنس رضي الله عنهُ قال بعثني بنو المطلق الى رسول الله ﷺ أن سلهُ الى من ندفع صدقا تنابعدك فأتيته

فسألتهٗ فقال الی ابی بکر رضی اللہ عنہٗ وقال ابن الحجر المکی ومن لازم دفع الصدقات الیہ کونہٗ خلیفة اذ ھوالمتولی قبض الصدقات.

(صواعق محرقہ، ص ۲۲)

ورواہٗ السیوطی فی الخصائص ولفظہٗ قال وجھنی وخدبنی المصطلق الی رسول اللہ ﷺ فقالوا سلہٗ أن جئنا فی العام المقبل فلم نجدك الی من ندفع صدقاتنا فقلت لہٗ فقال قل لھم یدفعوھا الی ابی بکر رضی اللہ عنہ فقلت لھم فقالوا قل لہٗ فان لم نجد ابابکر فقلت لہ فقال قل لھم ادفعوھا الی عمر فقلت لھم فقالوا قل لہٗ فان لم نجد عمر فقلت لہٗ فقال قل لھم ادفعوھا الی عثمان وتبالکم یوم یقتل عثمان.

(خائص کبریٰ للسیوطی، ج ۲، ص ۱۱۵)

"امام حاکم نے حضرت انسؓ سے اس حدیث کو تخریج کیااور کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں، مجھے بنو مطلق نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا یہ پوچھنے کیلئے کہ آپ ﷺ کے بعد ہم اپنے صدقات کس کو دیں، حضرت انسؓ فرماتے ہیں، میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور یہ سوال عرض کیا، ارشاد فرمایا: میرے بعد صدقات ابوبکرؓ کو جمع کرانا۔

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں صدقہ کا حضرت ابوبکرؓ کی طرف اشارہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حضور کریم ﷺ کے بعد خلیفہ ہوں۔ اس لئے کہ قبض صدقات کا متولی خلیفہ ہی ہوتا ہے۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے بھی اسی طرح اس حدیث کو نقل فرمایا۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بنو مطلق نے مجھے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بھیجا کہ اگر ہم آئندہ سال آپ ﷺ کو نہ پائیں تو صدقات کس کے پاس جمع کروائیں؟ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے بارگاہ عالیہ میں بنو مطلق کی یہ بات عرض

کر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں موجود نہ ہوں (مراد وفات ہے) تو وہ اپنے صدقات ابو بکرؓ کے پاس جمع کروائیں۔ بنو مطلق نے پھر کہا کہ پوچھ آؤ اگر ابو بکرؓ بھی نہ ملیں تو کس کو صدقات دیں، میں نے عرض کیا، ارشاد ہوا اگر وہ نہ ہوں تو عمرؓ کے پاس صدقات جمع کروادیں۔ قوم نے یہ سن کر مجھے پھر بھیجا کہ پوچھوں اگر عمرؓ بھی نہ ملیں تو صدقات کس کے پاس جمع کروانے ہیں؟ میں نے بارگاہ رسالتمآب میں عرض کیا تو ارشاد فرمایا، انہیں کہہ پھر اپنے صدقات عثمانؓ کے پاس جمع کروادیں اور باعث ہلاکت ہے وہ دن جب عثمانؓ قتل کر دیئے جائیں۔

اس حدیث مبارک سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خلافت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہی حق ہے۔ اور شفاف عبارتیں، روشن تحریریں اور کثیر حدیثیں ان کے اس استحقاق پر بطور شاہد موجود ہیں۔

ایک اور حدیث اسی ضمن میں ملاحظہ فرمایئے جسے مصنف ابن ابی شیبہؒ نے اپنی "مصنف" میں تخریج فرمایا۔

حدثنا ابو اسامة عن هشام عن محمد قال كانت الصدقة تدفع الى النبى ﷺ ومن أمربه والى ابى بكر و من أمربه والى عمر ومن أمربه والى عثمان ومن أمربه فلما قتل عثمان اختلفوا فمنهم من راى ان يدفعها اليهم ومنهم من راى أن يقسمها هو. (مصنف ابن شیبه، ج ۳، ص ۱۵۶)

ہشام بن عروہ، محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سے مروی ہے محمد بن علیؓ فرماتے ہیں صدقہ نبی اکرم ﷺ کی طرف بھیجا جاتا تھا یا وہ شخص جسے نبی کریم ﷺ نے مقرر فرمایا ہو۔ آپ کے بعد صدقہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جمع کروایا جاتا تھا یا اس شخص کے پاس جسے آپؓ نے مقرر کیا ہو۔ پھر حضرت عمرؓ کے پاس یا اس شخص کے پاس جمع کرواتے تھے جسے حضرت عمرؓ نے مقرر کیا ہو۔ پھر ان کے بعد صدقات حضرت عثمان غنیؓ کے پاس جمع کروائے جاتے یا جسے آپؓ حکم دیتے۔ پس جب حضرت عثمان غنیؓ شہید ہو گئے تو صدقات دینے میں اختلاف ہو گیا۔ کچھ لوگ امراء و سلاطین کی طرف بھیجتے

اور کچھ خود ہی تقسیم کر دیتے۔

(۳۳) عن الزبیر بن عوام قال قال رسول اللہ ﷺ الخلیفة من بعدی ابوبکر ثم عمر رضی اللہ عنہما ثم یقع الاختلاف.

(کتاب فردوس الاخبار، ج ۲، ص ۳۲۶)

(وعزاہ فی الکنوز للحکیم الترمذی فی النوادر والدیلمی فی الفردوس، ص ۷۴)

حضرت زبیر بن عوام سے مروی ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: میرے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ خلیفہ ہیں پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ اور پھر اختلاف پیدا ہو جائے گا۔

''کنوز'' میں اس حدیث کی نسبت حکیم ترمذی کی ''نوادر الاصول'' کی طرف کی ہے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اسے ذکر کیا ہے۔

پتہ چلا کہ پہلے دو خلیفے حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما متفقہ طور پر اس عہدے کو سنبھالیں گے جبکہ ان کے بعد اختلاف واقع ہو جائے گا جیسا کہ سبھی جانتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں خلافت میں اختلاف رونما ہوا اور آپؓ شہید ہوئے۔ جنگ صفین اور جمل بھی حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے لڑی گئیں۔ ان جنگوں میں سبائیوں کا زیادہ ہاتھ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ سبائیوں کا خفیہ پروگرام تھا۔

(۳۴) عن ابی موسیٰ الاشعری قال مرض النبی ﷺ فاشتد مرضه فقال مروا أبابكر فليصل بالناس فقالت عائشة رضی اللہ عنہا انهٗ رجل رقيق اذا قام مقامك لم يستطع أن يصلي بالناس قال مروا، ابابكر فليصل بالناس فعادت فقال مري أبابكر فليصل بالناس فانكن صواحب يوسف فأتاهُ الرسول فصلى بالناس في حياة النبي ﷺ (بخاری شریف، کتاب الآذان، باب اهل العلم وافضل أحق بالامامة ،مسلم شریف ، ج ۱، ص ۱۷۹)

حضرت موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور

آپ ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا، وہ ایک نرم دل آدمی ہیں، جب آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو (آپ ﷺ کی جدائی اور غیر موجودگی کے صدمہ کی وجہ سے) اس بات کی استطاعت نہ پائیں گے۔ فرمایا حضرت ابوبکرؓ کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے پھر وہی کلمات دوہرائے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، تم ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ بے شک تم صواحب یوسف ہو۔ پس آپؓ کے پاس بلالؓ گئے اور حضرت ابوبکرؓ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

یہ حدیث متواتر ہے اس کو حضرت عائشہ وابن مسعود وابن عباس وابن عمر و عبداللہ بن زمعہ وابو سعید و علی ابن ابی طالب اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا۔

حدیث عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہٗ میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ غائب تھے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ آگے بڑھے تو نبی کریم ﷺ نے تین دفعہ فرمایا (لا، لا، لا) یعنی اللہ عزوجل اور جملہ مسلمان ابوبکرؓ کے علاوہ سے انکار کرتے ہیں۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی۔

ایک اور روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو فرمایا جاؤ اور ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا کہو۔ حضرت بلالؓ نکلے۔ ایک جگہ حضرت عمرؓ نظر آئے، انہیں کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ پس جب تکبیر ہوئی تو چونکہ حضرت عمرؓ بلند آواز کے مالک تھے، نبی اکرم ﷺ نے ان کی آواز سن لی اور فرمایا "یابی اللہ والمومنون الاابابکر رضی اللہ" اور یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے تکبیر کہی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس آواز کو سن لیا تو غصہ کی حالت میں اپنا سر مبارک بلند فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ابن ابی قحافہ کہاں ہیں"؟

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث حضرت ابوبکرؓ کے جملہ اصحابؓ کرام سے علی الاطلاق افضل ہونے، خلافت کا سب سے زیادہ حقدار ہونے اور ان تمام میں سے

امامت کیلئے زیادہ اَولیٰ ہونے پر واضح دلیل ہے۔ اور خود صحابہ کرامؓ نے اس حدیث کے ساتھ دلیل اَخذ کی کہ حضرت ابوبکرؓ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس جماعت صحابہؓ میں حضرت عمر و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنھما بھی موجود ہیں حضرت عمرؓ کا بیعت کے وقت طرز عمل اور حضرت علیؓ کا کہنا کہ ''انی لشاھد و ماأنابغائب'' الی آخر الحدیث، اس بات پر دلیل ہے کہ خلیفہ سیدنا حضرت ابوبکرؓ ہی ہیں۔

اسی طرح کی ایک حدیث جسے احمد و ابوداؤد وغیرہ نے سہل بن سعد سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ بنی عمرو بن عوف کے درمیان جھگڑا ہو گیا نبی کریم ﷺ کو خبر پہنچی تو ظہر کے بعد ان کے پاس تشریف لے گئے تاکہ ان کے درمیان صلح کرائی جائے۔ حضرت بلالؓ کو فرمایا اگر نماز کا وقت ہو جائے اور میں نہ پہنچ سکوں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو میرا حکم دینا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب عصر کی نماز کا وقت آیا تو حضرت بلالؓ نے اقامت کہی اور حضرت ابوبکرؓ کو امامت کیلئے آگے کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی۔ (طبرانی، ج۶، ص۱۷۹)

ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کیلئے کہنا یا تو اشارہ ہے یا تصریح کہ خلافت کے مستحق حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ امامت پر مأمور کرنے سے مقصد یہ ہے کہ جس چیز کا نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے ان شعائر دین کو وہ امام قائم کرے، خواہ واجبات ہوں یا ترک محرمات، احیائے سنن ہو یا بدعت کا خاتمہ وغیر ھم: اسی لئے نبی کریم ﷺ نے امر دین کے قیام اور امامت عظمیٰ کیلئے ابوبکر صدیقؓ کو پسند فرمالیا۔ پس یہ امامت دراصل خلافت پر پختہ دلیل ہے۔

ابن عدی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی خلافت کے متعلق، ابوبکر بن عیاش سے ایک حدیث تخریج کی۔

ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں۔ مجھے رشید نے کہا کہ لوگوں نے کس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ بنایا، ابوبکر فرماتے ہیں۔ میں نے رشید کو کہا ''اے امیر المومنین! اللہ عزوجل اسکے رسول اور تمام مومن خاموش رہے، رشید نے کہا اے

ابو بکر! تو نے مجھے اور زیادہ حیرت میں ڈال دیا ابو بکر کہتے ہیں میں نے کہا اے امیر المومنین! نبی اکرم ﷺ آٹھ دن بیمار رہے۔ حضرت بلالؓ حاضر خدمت ہوئے، عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) لوگوں کو نماز کون پڑھائے گا؟ فرمایا "ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے آٹھ دن لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ ﷺ پر وحی بھی نازل ہوتی رہی۔ پس رسول اللہ ﷺ خاموش رہے کیونکہ اللہ عزوجل نے کچھ نہ فرمایا اور اس سبب سے تمام مومنین خاموش رہے۔ تو ہارون الرشید کو ابو بکر کا یہ کہنا بہت اچھا لگا اور کہا اے ابو بکر! اللہ عزوجل تجھ میں برکت فرمائے"۔

اس بادلیل گفتگو کا مقصد یہ ہے جب رب ذوالجلال، ابو بکر صدیقؓ کی خلافت پر خاموش رہے اور رسول کریم ﷺ نے بھی اشارۃً آپؓ کی خلافت پر مہر ثبت فرمادی اور اسی طرح تمام مؤمنین نے بھی۔

تدبر فرما کر بتائیں کہ کیا خلافت صدیق اکبرؓ میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے۔ احادیث کے خلاصے سے یہی بات سمجھ آتی ہے کہ خلافت صدیق اکبرؓ، مأمور من اللہ ہے اور منشائے ایزدی ہے۔ (ماخوذ از صواعق محرقہ، ص ۲۳، ۲۴)

اس حدیث کے ضمن میں علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری فرماتے ہیں۔

الاول، فیه دلالة علی فضل ابی بکر رضی اللّٰہ عنہٗ. الثانی، فیه ان ابابکر صلی بالناس فی حیاۃ النبی ﷺ وکانت فی ھذہ الامامة التی ھی الصغریٰ دلالة علی الإمامة الکبریٰ، الثالث، فیه أن الأحق بالامامة ھو الاعلم وأختلف العلماء فیمن ھوا ولی بالامامة فقالت طائفة وبه قال ابو حنیفة ومالك والجمھور وقال ابویوسف وأحمد واسحاق الأقرا وھو قول ابن سیرین وبعض الشافعیة ولاشك فی اجتماع ھذین الوصفین فی حق الصدیق الاتریٰ الی قول ابی سعید وکان ابوبکر أعلمنا ومراجعة الشارع بانه ھو الذی یصلی تدل علی ترجیحه علی جمیع الصحابة وتفضیله

(عمدۃ القاری، ج ۵، ص ۲۰۳)

اول: اس حدیث میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضل پر دلیل ہے۔
دوم: بے شک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز، نبی کریم علیہ السلام کی حیات طیبہ میں پڑھائی اور یہ امامت، امامت صغریٰ ہے جو امامت کبریٰ (خلافت) پر دلالت کرتی ہے۔
سوم: اس حدیث میں ہے کہ جو اعلم (زیادہ جاننے والا) ہے وہی امامت کا حقدار ہے۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ کون امامت کیلئے اَولیٰ (زیادہ بہتر) ہے۔ پس ایک گروہ نے کہا "اَفقہ" (زیادہ فقہ جاننے والا) امامت کا زیادہ حقدار ہے اور یہی قول امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور جمہور کا ہے۔ عداابن سیرینؒ اور بعض شافعیہ بھی اسی بات پر قائم ہیں۔

امام ابو یوسف وامام احمد اور اسحاق رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ "اَقرا" (قرات زیادہ جاننے والا) امامت کا زیادہ حقدار ہے۔

اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں دونوں وصفوں کے جمع ہونے میں کسی کو شک نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کا قول ہے کہ (وکان أبوبكر اعلمنا) یعنی ابوبکرؓ ہم سب میں سب سے زیادہ علم والے ہیں۔ اور شارع علیہ السلام کا بار بار سیدنا ابوبکرؓ کو کو امامت کیلئے فرمانا، تمام صحابہ کرامؓ پر ترجیح دینا اور فضیلت دینا، یہ سب کچھ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے اعلم ہونے کی دلیل ہے۔
نوٹ: ہمارے اصحاب حنیفہ کے نزدیک لوگوں کی امامت کا مستحق ان میں سے اعلم بالسنۃ ہے یعنی فقہ اور اَحکام شریعت کا جاننے والا اور یہی جمہور کا قول ہے۔

اس طرح امام ابوزکریا نووی شارح مسلم شریف نے اس حدیث مقدسہ کے ضمن میں ارشاد فرمایا علماء کرام نے اس حدیث کے تحت حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے متعلق بہت کچھ تحریر کیا ہے اگر مزید تشفی مطلوب ہو تو کتب متداولہ کا مطالعہ فرمائیں۔

(۳۵) وعن ابن عباس رضي الله عنهُ قال قال رسول الله ﷺ لما عرج بى الى السماء فوقفت بين يدى رب العزة فقال لى ياأحمد ﷺ على ماتركت أهل الارض فقلت على ابى بكرؓ فقال انه أحب العباد الى بعدك فاقرئهُ منى السلام . (فردوس الاخبار، ج ۳، ص ۴۷۶)

ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں رب العزۃ کے سامنے کھڑا ہوا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا، اے احمد۔ (ﷺ) زمین والوں کو کس پر چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: حضرت ابوبکرؓ پر۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: تیرے بعد بندوں میں سے وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے میری طرف سے اسے سلام کہنا۔

اس حدیث میں معلوم ہو رہا ہے کہ لیلۃ المعراج حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی کریم ﷺ کے آسمانوں پر تشریف لے جانے کے بعد زمین پر قائم مقام تھے اور یہی خلافت ہے خود رب تعالیٰ پوچھ رہا ہے کہ محبوب آج کی رات زمین پر ذمہ دار کون ہے؟ تو حضور ﷺ نے عرض کی اے مولا! ابوبکر کو ذمہ دار بنا کر چھوڑ آیا ہوں۔

دوسری بات یہ کہ رب ذوالجلال فرما رہا ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ کے بعد ابوبکرؓ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ تو محبت کا تقاضا ہے کہ افضل الرسل کے بعد افضل العباد ہی خلیفہ ہو۔ ان دو وجھوں سے یہ حدیث خلافت صدیق اکبرؓ پر دلیل ہے۔

(۳۶) أخرج البزاز بسند حسن عن ابی عبیدة بن الجراح امین هذه الامة قال قال رسول الله ﷺ أن اول دینکم بدأنبوةورحمة ثم یکون خلافة ورحمة ثم یکون ملکا وجبریة :(صواعق محرقه، ص۲۶. دلائل النبوة للبیهقی، ج ٦ ص ٣٦٠، البدایة والنهایة ج٦، ص١٩٧)

محدث عظیم بزار نے بسند حسن ابو عبیدہ بن جراح سے ایک حدیث تخریج فرمائی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، بے شک تمہارے دین کی ابتداء نبوت ورحمت ہے۔ پھر خلافت ورحمت ہوگی اور پھر بادشاہت اور زیادتی ہوگی۔

اس حدیث میں دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو ثابت فرمایا کہ یہ خلافت، رحمت ہوگی۔ اس لئے کہ اس کی مدت، خلافت ونبوت کے ساتھ متصل ہے۔

(۳۷) وأخرج ابویعلیٰ والحاکم وابونعیم عن عائشةؓ قالت اول حجو

حملهٗ النبیﷺ لبناء المسجد ثم حمل ابوبکر حجراثم حمل عمر حجراثم حمل عثمان حجراً فقال رسول اللہﷺ ھولاء الخلفاء بعدی

(خصائص کبریٰ للسیوطی، ج ۲، ص ۱۱۴)

ابو یعلی، حاکم اور ابو نعیم نے حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث نقل کی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

''مسجد کی تعمیر کیلئے پہلا پتھر نبی اکرمﷺ نے اٹھایا، پھر حضرت ابوبکرؓ نے اٹھایا، پھر حضرت عمرؓ اور اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے پتھر اٹھایا۔ رسول اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے بعد یہ میرے خلفاء ہیں۔

اس حدیث سے بھی خلافت صدیق اکبر بلا فصل ثابت ہے۔

(۳۸) وأخرج ابونعیم عن قطبة بن مالك قال مررت برسول اللہﷺ ومعه ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم وھویؤسس مسجد قباء فقلت یا رسول اللہﷺ! تبنی ھذا البناء وانمامعك ھولاء الثلاثة قال ان ھولاء اولیاء الخلافة بعدی (خصائص کبریٰ للسیوطی، ج ۲، ص ۱۱۴)

ابو نعیم نے قطبہ بن مالک سے حدیث تخریج کی۔ قطبہ بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں نبی کریمﷺ کے پاس سے گذرا تو آپﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنھم تھے۔ اور آپﷺ مسجد قباء کی بنیاد رکھ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ)! آپﷺ اس کی بنیاد رکھ رہے ہیں اور آپﷺ کے ساتھ صرف تین ساتھی ہیں۔ نبی اکرمﷺ نے (جواباً) ارشاد فرمایا: میرے بعد یہ خلافت کے والی ہیں۔

(۳۹) روی اسرائیل عن ابی اسحاق عن ابراھیم النخعی عن عبدالرحمن بن یزید قال قال عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنه اجعلوا امامکم جرکم فان رسول اللہﷺ جعل امامنا جرنا بعدهٗ. (الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۵۱)

عبدالرحمٰن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اپنا امام اَعلم (زیادہ علم والا) کو بناؤ، اس لئے کہ رسول کریمﷺ نے ہمارے لئے (اپنے بعد)

اعلم کو امام بنایا۔

یعنی رسول کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امام بنایا جو کہ تمام صحابہؓ میں اعلم تھے۔ اس لئے تم بھی اپنے اعلم شخص کو امامت کیلئے منتخب کرو۔ صریح دلالت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے بعد ابو بکر صدیقؓ کو ہی خلیفہ بنایا۔ کیونکہ تمام صحابہ کرام میں اعلم حضرت ابو بکر صدیقؓ ہی ہیں۔

(۴۰) أخرج ابن عساكر عن ابى بكرة قال أتيت عمر رضى الله عنه وبين يديه قوم يأكلون فرمى ببصره في موخر القوم الى رجل فقال ماتجد فيهما يقر أقبلك من الكتب قال خليفة النبى ﷺ صديقه .

(صواعق محرقه، ص ۲۶)

"ابن عساکر نے ابو بکرہؓ سے روایت کی ہے کہ میں (یعنی ابو بکرہ) عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کے پاس آیا۔ آپ کے پاس ایک قوم بیٹھی کھانا کھا رہی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ نے آنکھ اٹھا کر قوم کے پیچھے ایک مرد پر نظر ڈالی اور اس سے پوچھا تو سابقہ کتب پڑھتا رہا ہے؟ اس میں کیا پایا گیا (یعنی ان گذشتہ کتابوں میں کیا لکھا ہے) اس نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کا خلیفہ آپ ﷺ کا صدیق ہوگا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صدیق اکبرؓ کا خلیفہ ہونا سابقہ کتب سماوی میں بھی مذکور ہے۔ لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو خلیفہ بلا فصل ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ عقل و شعور اور قلب سلیم کبھی بھی ان مقدس احادیث کا انکار نہ کریں گے۔ ہاں اگر اس بارگاہ صمدیت سے مہر لگ چکی ہو تو یہ الگ معاملہ ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ پر میں نے چالیس احادیث نقل کی ہیں۔ حدیث ابو درداءؓ میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ علم کی کون سی حد ہے جس تک آدمی پہنچ جائے تو فقیہ بن جاتا ہے۔ آقائے دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس نے چالیس احادیث میری امت کو پہنچائیں اور وہ امور دین سے ہوں، اللہ عزوجل قیامت کے روز اس کو فقیہ اٹھائے گا اور میں قیامت

کے دن اس کا شفیع اور شہادت دینے والا ہوں گا۔

اس حدیث پاک کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے بھی چالیس احادیث کا اہتمام کیا تاکہ قیامت کے دن اللہ عزوجل مجھ جیسے گنہ گار، سیاہ کار، پر از خطاو نسیان کی مغفرت و بخشش فرمائے اور نبی معظم و مکرم ﷺ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین۔

علامہ ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں امام نووی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جس نے چالیس احادیث میری امت تک پہنچائیں۔ لوگوں پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کیلئے فائدہ مند بناتے ہوئے، اس سے مراد چالیس احادیث کا نقل کرنا ہے۔ اگرچہ وہ زبانی یاد نہ ہوں۔ اور مسلمانوں کیلئے نفع اسی صورت میں ہے کہ وہ نقل کی جائیں نہ کہ حفظ کر لینے میں۔

دوسرا یہ فرمانا کہ یہ احادیث اُمور دین میں سے ہوں۔ یعنی دین کی اصلاح و بہتری اور دین کے متعلقہ چیزوں کے حوالے سے ہوں۔ بحمدہ تعالیٰ خلافت دین کا اہم رکن ہے اور قیام دین میں اس کا اہم کردار ہے۔ لہذا خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ پر دلالت کرنے والی مذکورہ چالیس احادیث دراصل دینی امور میں سے ہی ہیں۔ امید واثق ہے کہ اللہ عزوجل، بوسیلہ سید الانبیاء ﷺ ان کو قبول فرما کر میرے لئے ذریعہ نجات بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان مقدس احادیث کے توسل سے میرے استاد گرامی مرحوم و مغفور اور والدین کریمین کے درجات بلند فرمائے۔ قارئین سے التماس ہے کہ کتاب پڑھ کر، اگر ہو سکے تو میرے استاد گرامی رحمۃ اللہ علیہ اور والدین مرحومین کیلئے دعا فرما دیں۔ میرے لئے یہی صدقہ جاریہ ہو گا۔

اس کے بعد وہ احادیث پیش کرنے والا ہوں جو مناقب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر دلالت کرتی ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ حضرت ابو بکر صدیق کا بارگاہ خداوندی اور دربار رسالت عزت مآب ﷺ میں کتنا رفیع اور عالیشان مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ حقیر کاوش اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین۔

"زہے قسمت گر قبول افتد"

مناقب سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
از
احادیث

(۱) حدثنا ابو الیمان أخبرنا شعیب عن الزھری قال أخبرنی ابوسلمة بن عبدالرحمٰن بن عوف ان اباھریرة رضی اللہ عنهُ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول بینما راع فی غنمه عدا علیه الذئب فأخذ منھا شاة فطلبهٗ الراعی. فالتفت الیه الذئب فقال من لھایوم السبع، یوم لیس لھا راع غیری وبینما رجل یسوق بقرة قدحمل علیھا فالتفت الیه فکلمته، فقالت انی أخلق لھذاو لکنی للحرث فقال الناس، سبحان اللہ، قال النبی ﷺ فانی أومن بذالك وابوبکر وعمربن الخطاب رضی اللہ عنھما.

(بخاری شریف، باب مناقب صدیق، مصنف عبدالرزاق، ج ۱۱، ص ۲۳۰)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا، ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ ایک بھیڑیا بکریوں پر حملہ آور ہوا اور ایک بکری لے گیا۔ چرواہا اس کے پیچھے لگ گیا۔ بھیڑیے نے اس کی طرف توجہ کر کے کہا۔ جب کسی درندے نے بکری کو پکڑ لیا اور اس سے چھڑانے پر کوئی قادر نہیں۔ اس دن اس کا میرے سوا کوئی راعی نہ ہو گا"۔ اور ایک مرد ایک گائے لے کر جا رہا تھا جس پر اس نے سامان لادر کھا تھا۔ گائے مرد کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی "میں اس لئے نہیں پیدا کی گئی (یعنی بوجھ اٹھاؤں) بلکہ میں تو کھیتی باڑی کیلئے پیدا کی گئی ہوں۔ لوگوں نے گائے کا کلام سن کر کہا سبحان اللہ! یعنی کتنے تعجب کی بات ہے کہ جانور بھی کلام کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ میں ایمان لایا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ایمان لائے۔ (یعنی جانوروں کے کلام کرنے پر ایمان میرا بھی ہے اور

حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا بھی)

امام بخاری نے باب المزارعت میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ کیا (**وما هما يومئذ في القوم**) یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں غیر موجود تھے۔ حافظ ابن حجر شارح بخاری فرماتے ہیں یہ بات آپ ﷺ نے اس وقت فرمائی جب آپ ﷺ کو ان دونوں کے غلبہ وایمان اور قوت یقین پر مطلع کر دیا گیا تھا۔

یہ حدیث شیخین کے مناقب پر دلیل ہے کہ باوجود ان دونوں کے غیر حاضر ہونے کے نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ دونوں اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ بہت قوی یقین تھا نبی کریم ﷺ کو ان دونوں پر اور بہت زیادہ اعتماد۔ اگرچہ وہ موجود نہیں لیکن میرے ساتھ ایمان میں شامل ہیں ایسی بات کسی انتہائی معتمد کے بارے میں ہی کی جاسکتی ہے۔ کیا فضیلت وعظمت ہے شیخین کی!

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث میں خوارق عادات پر تعجب کا جواز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ معارف میں لوگوں کا تفاوت ہے۔ لہٰذا یہ حدیث مناقب صدیق اکبرؓ میں قوی دلیل ہے۔

(۲) عن ابی هريرة رضی الله عنهُ ان رسول الله ﷺ قال من أنفق زوجين في سبيل الله نودی من ابواب الجنة ياعبدالله هذا خير فمن كان من أهل الصلوٰة دعی من باب الصلوة ومن كان من اهل الجهاد دعی من باب الجهاد ومن كان من أهل الصيام دعی من باب الريان ومن كان من اهل الصدقة دعی من باب الصدقة فقال ابوبكر رضی الله عنهُ بأبی أنت وامی يا رسول الله ﷺ ماعلی من دعی من تلك الابواب من ضرورة فهل يدعی أحد من تلك الابواب كلها قال نعم وأرجو أن تكون منهم.

(بخاری شریف، ج ۳، ص ۳۲.....مسلم شریف بمع نووی، ج ۱، ص ۳۳..... ابن حبان ج ۵، ص ۱۷۷)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہر قسم سے دو چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ کیں، اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا، اے اللہ کے بندے! یہ بہتری ہے۔ جو شخص اہل جہاد سے ہوگا وہ جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا، جو اہل صیام سے ہوگا اسے باب ریان سے پکارا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والا ہوگا اسے صدقہ والے دروازے سے بلایا جائے گا۔ یہ سن کر ابوبکرؓ بولے، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہو جائیں۔ جو ان دروازوں سے پکاریں جائیں گے ان پر تو کوئی مصیبت و دقت نہ ہوگی۔ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں، اور مجھے امید ہے آپؓ انہیں میں سے ہوں گے۔

"زوجین" سے مراد ہر نوع ہے۔ جیسا کہ امام قسطلانیؒ نے ارقام فرمایا "وقد جاء مفسرا مرفوعا" بعیرین، حمارین، شاتین، درہمین، یعنی دو اونٹ، دو گدھے، دو بکریاں اور درہم وغیرہ۔

اس حدیث مبارک سے شان صدیق اکبر ظاہر وباہر ہے کہ وہ اعلیٰ شخصیت ہیں جن کو تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری فرماتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان "وأرجوأن تکون منھم یا ابابکر" اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی امید، امر محقق ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت پر قوی دلیل ہے۔

یہ حدیث، امام بخاری، اوائل جہاد میں بھی لائے ہیں۔ اس میں ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور اس میں صرف چار دروازوں کا ذکر ہے۔ بقیہ چار کون سے ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں۔ ارکان اسلام میں سے صرف حج باقی رہ گیا اور بے شک اہل حج کیلئے بھی ایک دروازہ ہے، یہ پانچ ہوئے اور بقیہ تین میں سے ایک "باب الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس" ہے۔ اسے امام احمد نے مسند میں "عن روح بن عبادۃ عن الاشعث عن الحسن مرسلاً" روایت

کیا ہے۔ بے شک اللہ عزوجل کیلئے جنت میں ایک دروازہ ہے اس میں وہ شخص داخل ہو گا جو مظالم سے درگذر کرتا ہے۔ ان دروازوں میں سے ایک "ایمن" ہے اور یہ متوکلین کا دروازہ ہے۔ اس سے وہ شخص داخل ہوگا جس پر کوئی حساب وعذاب نہیں۔

اور ان آٹھ دروازوں میں سے آٹھواں بعض کے نزدیک "باب الذکر" ہے ترمذی شریف میں اس کی طرف اشارہ ہے اور بعض نے "باب العلم" کا احتمال ظاہر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۳) عن عبداللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من جرثوبه خیلاء لم ینظر اللہ الیه یوم القیامة فقال ابوبکر ان احدشقی ثوبی یسترخی الاان اتعاهد ذالك منهُ فقال رسول اللہ ﷺ انك لست تضع ذالك خیلاء (بخاری شریف، باب فضل ابی بکرؓ بعد النبی ﷺ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے تکبر و غرور کی وجہ سے اپنا کپڑا گھسیٹا (یعنی زمین پر زیادہ لٹکایا جیسے لمبی شلوار کے پائنچے وغیرہ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی جانب نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کی یارسول اللہ! (ﷺ) میرے کپڑے کی دو طرفوں میں سے ایک ڈھیلی ہو جاتی ہے (جس کی وجہ سے زمین پر لٹکتا ہے) مگر میں اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے ابوبکرؓ! تم یہ کام تکبر و غرور کے ساتھ نہیں کرتے ہو۔ (یعنی تمہیں اس کی اجازت ہے)

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان (**انك لست تصنع ذالك خیلاء**) میں صدیق اکبرؓ کیلئے فضیلت وعظمت ہے کہ خود نبی کریم ﷺ آپ میں تکبر و غرور نہ ہونے کی گواہی دے کر آپ کیلئے اس کام کو درست قرار دے رہے ہیں۔ اجازت اس لئے کہ یہ تکبر کی وجہ سے نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بارگاہ نبوت میں کتنا عظیم مقام ہے جو کام اوروں کیلئے ناپسند فرمایا وہ اپنے یار غار کیلئے پسندیدہ۔ یہ مقام صرف آپؓ ہی کو حاصل ہے۔

(٦) عن ابن مسعود ان سعيد بن زيد قال لهٗ يا ابا عبدالرحمن قد قبض رسول اللهﷺ ، فأين هو، قال ، في الجنة هو، قال توفي ابوبكر فأين هو، قال ذاك الاواه عند كل خير يبغي قال توفي عمر فأين هو، قال، اذاذكر الصالحون فحي هلابعمر رضي الله عنه .

(مصنف عبدالرزاق ، ج ١١، ص ٢٣١...... معجم کبیر للطبرانی ، ج ٩ ، ص ١٦٣)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ سعید بن زید نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے پوچھا اے ابو عبدالرحمٰن! تحقیق رسول کریم ﷺ فوت ہوئے، پس وہ کہاں ہیں ؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا، وہ جنت میں ہیں۔ سعید بن زیدؓ نے پوچھا حضرت ابو بکرؓ فوت ہوئے وہ کہاں ہیں ؟ جواب دیا، وہ بہت درد رکھنے والے اور خدا کے حضور گریہ زاری اور آہ و بکا کرنے والے ہیں۔ ہر خیر کے نزدیک انہیں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ حضرت سعید بن زیدؓ نے پوچھا، حضرت عمرؓ نے وفات پائی، وہ کہاں ہیں ؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا، جہاں بھی صالحین کا ذکر ہوتا ہے وہیں عمر موجود ہوتے ہیں۔

کتنا پیارا ارشاد ہے حضرت ابن مسعودؓ کا کہ ہر خیر کے پاس ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ نیکی اور خیر کا منبع و مخزن ہیں۔ جہاں بھی خیر و بھلائی ہو گی وہیں ابو بکر صدیقؓ بھی ہوں گے۔

عن سالم بن عبدالله عن ابيه قال قال رسول اللهﷺ رأيت كأني أعطيت عساً مملوءاً لبناً فشربت منهٗ حتى تملأت فرأيتها تجرى في عروقي بين الجلدوللحم ففضلت منها فضلة فأعطيتها أبابكر قالوا يارسول اللهﷺ هذا علم أعطا كهٗ الله حتى اذا تملأت منهٗ فضلت فضلة فأعطيتها أبابكر فقال قدأصبتم.

(ابن حبان ، ج ٩ ، ص ٣)

سالم بن عبداللہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ دودھ سے بھرا ہوا پیالہ مجھے عطا کیا گیا میں نے اس سے جی بھر کے دودھ پیا۔ میں نے دیکھا کہ دودھ، جلد اور گوشت کے درمیان میری رگوں

میں جاری ہے۔ اس دودھ سے کچھ بچ گیا، میں نے وہ دودھ ابو بکرؓ کو دے دیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! یہ علم ہے جو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا۔ جب آپ ﷺ اس علم سے سیر ہو گئے تو جو باقی بچا وہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو عطا فرما دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب آپ ﷺ اس علم سے سیر ہو گئے تو جو باقی بچا وہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو عطا فرما دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بے شک تم درست سمجھتے ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد از نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور یہ عطیہ خداوندی ہے جو حضور کریم ﷺ کی وساطت سے آپ کو ملا۔ جب یہ بات ہے تو ان کی عظمت وشان کا اندازہ لگانا کتنا مشکل کام ہے۔

(٦) عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ یدخل الجنة رجل فلایبغی اهل دارولاأهل غرفة الاقالوا مرحبا مرحباالینا، الینا فقال ابوبکرؓ ماتوی علی هذا الرجل فی ذالك قال أجل وأنت یا ابابکر.

(ابن حبان، ج ۹، ص ۸ ..... طبرانی، ج ٤، ص ۸۰)

"وفی روایة طبرانی مقام ماتوی، ماثواب هذا الرجل" ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک مرد جنت میں داخل ہوگا۔ جتنے بھی بالا خانوں اور گھروں میں رہنے والے ہیں اسے مرحبا مرحبا کہہ کر خوش آمدید کہیں گے اور کہیں گے "ہماری طرف آؤ، ہماری طرف آؤ" حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! اس روز اس شخص پر تو کوئی خسارہ اور نقصان نہیں ہوگا! آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں" اور اے ابو بکر وہ تم ہوں گے۔

کیا شان ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کہ ہر بالا خانہ اور گھر والا ان کی آمد کا جنت میں منتظر ہوگا اور ہر کوئی انہیں اپنے پاس ٹھہرانے اور تشریف رکھنے کی خواہش کرے گا۔ مرحبا اور خوش آمدید کی گونج میں سب ان کا استقبال کریں گے۔ اہل جنت کو

پتہ چل جائے گا کہ آج تمام انبیاء کے امام کا رفیق غار آرہا ہے۔ بھلا ایسی جلیل القدر ہستی کے مناقب ہم کہاں تک بیان کریں اور ان کی عظمتوں کا تذکرہ ہمارے کلام میں کیونکر مکمل ہو۔ جن کی شان، زبان اقدس سے عیاں ہے۔

(۷) عن جابر رضی الله عنهُ قال، بينا النبی ﷺ يخطب يوم الجمعة وقدمت عير المدينة فابتدرها أصحاب رسول الله ﷺ حتى لم يبق معهُ الااثنا عشررجلا فقال رسول الله ﷺ والذی نفسی بيده لوتتابعتم حتى لايبقى منكم أحد لسئال بكم الوادی نارا فنزلت هذه الآية (واذارأوا أوا تجارة أولهوان الفضوا اليهاو تركوك) وقال فی الاثنی عشرة الذين ثبتوا مع رسول الله ﷺ أبوبكر وعمر رضی الله عنهما. (ابن حبان، جز ۹، ص ۱۵)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ مدینہ کی طرف ایک قافلہ آیا (تاجر حضرات غلہ وغیرلے کر آئے) اصحاب رسول ﷺ جلدی سے اس قافلے کی طرف چلے گئے اور نبی کریم ﷺ کے پاس صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی بھی باقی نہ رہتا تو تم پر ضرور جہنم کی وادی بہہ نکلتی اور یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی (واذارأوتجارة......) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جوبارہ آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس رہے ان میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔

ان بارہ محترم ہستیوں کا رب ذوالجلال کی بارگاہ میں کس قدر مقام ومرتبہ ہے۔ اگر یہ بھی چلے گئے ہوتے تو جہنم کا عذاب نازل ہوتا۔ ان بارہ میں حضرت ابوبکرؓ بھی ہیں۔ اس واقعہ سے ان کی شان وعظمت کا مکمل تو نہیں مگر کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۸) عن ابی سعيد قال قال رسول الله ﷺ ان أهل الدرجات العلى ليرون من هوأسفل منهم كما يرون الكواكب الطالع فی الافق من آفاق السماء وأن ابابكر و عمر منهماوانعما. (مصنف ابن شيبه، ج ۱۲، ص ۶)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک بلند

درجات والے اپنے سے اسفل درجات والوں کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح آسمان پر طلوع ہونے والے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں میں ہیں اور دونوں انعام یافتہ ہیں۔

(۹) عن عوف عن الحسن ان النبی ﷺ نعت یومًا الجنة وما فیها من الکرامة فقال ، فیما یقول،أن فیھاطیراً أمثال البخت فقال ابوبکر یا رسول اللہ ﷺ أن تلك الطیرنا عمة. فقال النبی ﷺ یا ابابکر من یأکل منھا أنعم منھا واللہ یا ابابکر انی لأرجو أن تکون ممن یأکل منھا. (مصنف ابن ابی شیبة، ج ۱۲، ص۸)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے ایک دن جنت کا وصف اور حسن بیان فرمایا اور اس میں جو کچھ نفیس اور پاکیزہ چیزیں ہیں ان کے متعلق بات کی۔ فرمایا، جنت میں ایک پرندہ ہے جیسے اونٹنی ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! (ﷺ) یہ پرندہ آسودہ زندگی والا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، "اے ابوبکر! جس شخص نے اس سے کھالیا (گوشت وغیرہ) وہ انعام یافتہ ہو گیا۔ اللہ عزوجل کی قسم! مجھے امید ہے کہ تو بھی اس کے کھانے والوں میں سے ہے۔

پہلے بھی عرض کیا گیا کہ جہاں نبی کریم ﷺ کسی چیز کے ہونے کی امید ظاہر فرماتے ہیں وہاں اسے واقعہ میں محقق سمجھنا چاہیے۔ یعنی آپ ﷺ کا کسی کام کے ہونے کی امید کرنا، دراصل اس کا واقعتاً ہو جانا مراد ہے۔ اس حدیث میں بھی عبارت "امید ہے" کے لفظوں کے ساتھ وارد ہوئی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ کام یقینی طور پر ہوگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صدیق اکبرؓ خدائے عزوجل کا انعام یافتہ ہے کیونکہ بمطابق فرمان جو کھائے گا، اس پرندے کا گوشت وغیرہ، وہ انعام یافتہ ہوگا اور حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا گیا کہ آپؓ اس کا گوشت کھائیں گے۔ پس وہ بھی انعام یافتہ ٹھہرے۔

(۱۰) عن ابی جعفر عن ربیع قال مکتوب فی الکتاب الاوّل مثل ابی بکر مثل القطر حیثما وقع نفع، وعن الشعبی قال حب ابی بکرو عمر ومعرفته فضلھما من السنة. (مصنف ابن شیبة، ج ۱۲، ص ۱۱، ۱۲)

حضرت ربیعؒ فرماتے ہیں کہ پہلی کتاب میں مذکور ہے کہ ابو بکرؓ کی مثال بارش کے قطرے کی سی ہے جہاں بھی وہ قطرہ گرتا ہے نفع دیتا ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ کا وجود مسعود سراپا رحمت ہے کہ جہاں بھی ہوں خیر ہی خیر ہیں۔

امام شعبی فرماتے ہیں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فضل و کمال کو پہچاننا، سنت میں سے ہے۔

کس قدر عزت و شان ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کہ ان کے فضائل کو جاننا بھی سنت ہے۔ جو ان سے ناآشنا ہوا اس نے سنت ترک کر ڈالی، جب اس ہستی کے فضائل کا علم رکھنا اس قدر اہم ہے تو ان کی اپنی شان اور عظمت کیا ہوگی۔ یہ عظمتیں اور رفعتیں خود رب ذوالجلال نے اپنے نبی ﷺ کے جاں نثاروں کو عطا فرمائی ہیں۔

(۱۱) عن اسماعیل بن ابی خالد أن عائشة رضی الله عنها نظرت الی رسول اللهﷺ فقالت یا سیدالعرب، قال أنا سید ولدآدم ولافخر وابوك كهول العرب . وعن جابر رضی الله عنه قال، قال عمر رضی الله عنه ابوبكر سیدنا وأعتق سیدنا یعنی بلالاً

(مصنف ابن شیبه، ص ١٤، ٢٠)

حضرت عائشہؓ نے نبی کریم ﷺ کی طرف توجہ کی اور عرض کیا، اے عرب کے سردار! نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور مجھے کچھ فخر نہیں ہے۔ اے عائشہؓ! تیرا باپ عرب کے ادھیڑ عمر لوگوں کا سردار ہے۔
(کھولت کی عمر تیس سے پچاس سال کے درمیان کی عمر کو کہتے ہیں)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا۔
حضرت ابو بکرؓ، ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے آزاد کرنے والے ہیں (یعنی حضرت بلالؓ)

ظاہر ہے سردار وہی ہوتا ہے جو سب سے زیادہ حشمت و عظمت کا مالک ہو۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گویا آپ کی عظمت و شان کو سلام پیش کیا ہے اور آپ کی بزرگی کا اعتراف کیا ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ آپ کو ادھیڑ عمر عربوں کا سردار

فرما کر آپ کی شان کو چار چاند لگا رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا بلند مرتبہ ہے صدیق اکبرؓ کا!

(۱۶) وعن ابن عمر رضی الله عنهُ قال كنت عندالنبي ﷺ وعندهُ ابوبكر الصديق رضی الله عنه وعليه عباءة قد خلها فی صدره بخلال فنزل عليه جبرئيل فقال يا محمد ﷺ مالی أریٰ ابابكر عليه عبارة قد خلها فی صدره فقال يا جبرائيل أنفق مالهُ علی قبل الفتح، قال فان الله عزوجل يقرء عليك السلام ويقول لك قل لهُ أراض أنت عنی فی فقرك هذا أساخط، فقال رسول الله ﷺ يا ابابكر ان الله عزوجل يقرأعليك السلام ويقول لك أراض أنت عنی فی فقرك هذا أم ساخط، فقال ابوبكر رضی الله عنهُ اسخط علی ربی ، آنا عن ربی راض ، عن ربی راض، أنا عن ربی راض.

(صفة الصفوة، ج ۱، ص ۲۴۹، ۲۵۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، حضرت ابوبکرؓ بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؓ پر ایک چادر تھی، جس کے دونوں طرفوں کو سینہ پر کانٹوں سے سیا ہوا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا اے محمد (ﷺ)! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ حضرت ابوبکرؓ پر ایک چادر ہے اور اسے کانٹوں سے سینے پر سی رکھا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے جبریل! ابوبکرؓ نے فتح مکہ سے پہلے سارا مال مجھ پہ (اسلام کی راہ میں) خرچ کر دیا تھا۔ (اس لئے یہ حالت ہے) حضرت جبریل نے عرض کی، اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوبکرؓ سے پوچھئے کیا وہ اس حالت فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکر! رب ذوالجلال تم پر سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کیا اس حالت فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، میں اپنے رب پر ناراض ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، راضی ہوں، راضی ہوں (تین مرتبہ کہا)

حدیث شریف کے الفاظ پڑھتے جائیے اور سر دھنئے شرف صدیق اکبرؓ پر۔

رب تعالیٰ ان کے فقر کے متعلق سوال فرماتا ہے اور پھر اس فقر پر راضی یا ناراض ہونے کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ یہ کمال، یہ مرتبہ اصحاب رسول پاک ﷺ میں سے کسی اور کے حصے نہیں آیا۔

(۱۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہٗ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عزوجل خلقنی من نورہٖ وخلق ابابکر من نوری وخلق عمر رضی اللہ عنہٗ من نور ابی بکر وخلق المومنین کلھم من نور عمر، غیر النبیین والمرسلین۔

(فردوس الاخبار، ج ۱، ص ۲۰۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو میرے نور سے پیدا فرمایا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے نور سے پیدا فرمایا، اور حضرت عمرؓ کے نور سے، انبیاء و مرسلین علیہم الصلوت والتسلیمات کے علاوہ باقی تمام مومنین کو پیدا فرمایا۔

اس حدیث شریف سے شرف ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واضح تر ہے۔ اور کسی آپ کی رفعتِ کمال پر قوی دلیل ہے۔ ایسا مرتبہ کسی اور کو نہیں ملا۔

(۱۴) عن ابن عباس رضی اللہ عنہٗ قال، قال رسول اللہ ﷺ أریت حمزۃ و جعفر رضی اللہ عنھما و کان بین یدیھما طبق فیہ بنق کالز برجد فاکلامنہٗ نبقا ثم صار عنباً فاکلا ثم صار رطبا فاکلا منہ فقلت لھما ماوجدتما افضل الأعمال، قالا، قول لا الہ الااللہ، قلت ثم ماذا قالاالصلوۃ علیك یا رسول اللہ (ﷺ) قلت ثم ماذا قالا حب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنھما

(فردوس الأخبار، ج ۱، ص ۴۸۵)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے حضرت حمزہ و جعفر رضی اللہ عنہما دکھائے گئے، ان کے سامنے ایک طشت تھا جس میں زبرجد کی مثل بیر تھے۔ انہوں نے اس طشت سے بیر کھائے، پھر وہ

انگور بن گیا۔ انہوں نے انگور کھایا، پھر وہ کھجور بن گیا، ان دونوں نے اس طشت سے کھجوریں کھائیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں میں نے ان سے پوچھا کہ تم نے سب اعمال میں سے افضل عمل کون سا پایا؟ انہوں نے جواب دیا (لاالہ الا اللہ) کہنا سب سے افضل عمل ہے۔ میں نے پوچھا، اس کے بعد کون سا عمل افضل پایا؟ کہنے لگے، یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ پر صلوۃ و سلام بھیجنا۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا عمل افضل پایا؟ انہوں نے کہا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی محبت۔

اس سے معلوم ہوا کہ رب ذوالجلال کے ذکر اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد افضل ترین عمل شیخین کی محبت ہے۔ اس سے بڑھ کر آپؓ کی عالی مرتبت پر اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے۔

(۱۵) عن جیش بن خالد قال، قال رسول اللہ ﷺ ابوبکر و عمر و عثمان و عائشة رضی اللہ عنهم إل الله وعلی والحسین وفاطمة آلی، سیجمع الله یوم القیامة آلی و آلهٗ فی روضة من ریاض الجنة .

(فردوس الأخبار، ج ۱، ص ۵۳۲)

جیش بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت ابو بکر و عمر و عثمان اور عائشہ رضی اللہ عنہم اللہ عزوجل کی آل ہیں اور علی المرتضیٰ، امام حسن و حسین اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہم میری آل ہیں۔ عنقریب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ میری اور اپنی آل کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ میں جمع فرمائے گا۔

رب ذوالجلال کی آل سے ہونا بہت بڑا شرف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کو عطا فرمایا۔ اس حدیث سے ترتیب فضیلت بھی ظاہر ہو گئی کہ سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیقؓ، پھر حضرت عمر فاروقؓ، پھر حضرت عثمان غنیؓ ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰؓ اور پھر امام حسن و حسین رضی اللہ عنھما۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔

(١٦) وروينا ان رجلا من أنبا أصحاب رسول اللهﷺ قال فی مجلس فیه القاسم ابن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی الله عنهٗ والله ماکان لرسول اللهﷺ من موطن الاوعلی معهٗ فیه فقال القاسم یا أخی لاتحلف قال هلم قال بلیٰ مالاتردهٗ قال الله تعالیٰ (ثانی اثنین اذهما فی الغار)

(الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۴۸)

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں ہمیں روایت پہنچی کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بیٹوں میں سے ایک مرد نے اس مجلس میں جہاں قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ موجود تھے، کہا، اللہ کی قسم! نبی کریم ﷺ جہاں بھی گئے حضرت علیؓ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضرت قاسمؒ نے فرمایا، میرے بھائی! قسم نہ کھا، اس مرد نے کہا، تو پھر کوئی دلیل پیش کرو، تو حضرت قاسمؒ نے فرمایا: ہاں ایسی دلیل پیش کرتا ہوں جس کی تو تردید نہ کر سکے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ثانی اثنین اذهما فی الغار) یعنی دو میں سے دوسرا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے۔ حضرت قاسم نے فرمایا، غار میں صرف رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ ہی تھے۔

اس حدیث سے ایک تو یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ عزوجل نے کلام مقدس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی منقبت فرمائی کہ غار میں ایک نبی (ﷺ) تھے اور دوسرا ان کا یار یعنی ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہٗ) تھے۔ اس دلیل دینے کا مطلب یہ ہے کہ اے قسم کھا کر ہر جگہ حضرت علیؓ کی رفاقت ثابت کرنے والے! اس آیت میں تو صرف دو کا ذکر ہے اگر حضرت علیؓ ہر جگہ ساتھ تھے تو یہاں کیوں نہیں۔ اس لئے تیرا قسم کھانا صحیح نہیں ہے۔ پس وہ آدمی حضرت قاسمؒ کی اس دلیل کا جواب نہ دے سکا۔

(١٧) عن ابی هریرة رضی الله عنهٗ قال قال رسول اللهﷺ من أصبحکم صائماً قال ابوبکر أنا قال من تصدق بصدقة قال ابوبکر أنا من شهد الجنازة قال ابوبکر أنا قال من أطعم الطعام الیوم مسکینا قال ابوبکر أنا قال

من جمعهن فی یوم واحد وجبت لهٗ أو غفر لهٗ

(اسد الغابة، ج ۳، ص ۲۵......الترغیب والترھیب، ج ٤، ص ۳٤۲)

(حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کس نے آج روزہ رکھا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی، یارسول اللہ! (ﷺ) میں نے، آپ ﷺ نے فرمایا، آج کس نے صدقہ کیا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی، "میں نے" پھر ارشاد ہوا، آج کس نے نماز جنازہ پڑھی ہے؟ عرض کیا "میں نے" نبی کریم ﷺ نے فرمایا، آج کس نے کسی غریب کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کی، مرے آقا (ﷺ)! میں نے آج مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔

سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا جس نے ایک دن میں ان تمام کاموں کو اکٹھا کر دیا، اس کیلئے جنت واجب ہے (یا آپ ﷺ نے فرمایا) اس کے تمام گناہ معاف کر دیے گئے۔)

اور ابن خزیمہ کی روایت میں "**من جمعهن فی یوم واحد**" کی جگہ اس طرح آیا ہے۔

ما اجتمعت هذه الخصال قط فی رجل الادخل الجنة

(صحیح ابن خزیمہ، ج ۳، ص ۳۰۴...... مسلم شریف، ج ۱، کتاب الزکوۃ، ص ۳۲۰)

یعنی جس آدمی میں یہ خصلتیں جمع ہو گئیں وہ ضرور جنت میں جائے گا۔

اگرچہ عشرہ مبشرہ میں پہلے ہی سے آپؓ کا نام آچکا ہے مگر اس پر مزید یہ فضیلت کہ آپ کے اندر یہ اعلیٰ خصوصیات کا اجتماع آپ کی شخصیت کو منفرد اور ممتاز کرتا ہے اور بارگاہ نبوی ﷺ میں آپ کو قطعی طور پر جنتی ہونے کا مژدہ جانفزا سنایا جاتا ہے۔ یہ ملکہ اور فضیلت بھی آپؓ ہی کا حصہ ہے۔

(۱۸) عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ فی قول عزوجل (فان الله هو مولاهٗ وجبریل وصالح المومنین) ابوبکر و عمر رضی الله عنهما وهکذاروی عن ابن عباس وابی ابن کعب رضی الله عنهما.

(طبرانی، ج ۱۰، ص ۲۰٦)

حضرت ابن مسعودؓ، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے (فان اللہ...... وصالح المومنین) میں جو "صالح مومنین" کا لفظ ارشاد فرمایا ہے اس سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ اور اسی طرح ابن عباس اور ابی ابن کعب سے مروی ہے۔

اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل نے جہاں اپنے محبوب ﷺ کی مدد اور نصرت کا وعدہ فرمایا وہاں جبرائیل امین اور دوسرے فرشتوں کی مدد کے ساتھ بالخصوص حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ دینے کا بھی ذکر فرمایا کہ یہ سب نبی کریم ﷺ کے ناصر ہیں۔ اس سے شیخین کی ارفع و اعلیٰ شان واضح تر ہے۔

(۱۹) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہٗ قال قال رسول اللہ ﷺ أن اللہ عزوجل یکرہ فوق سمائہٖ أن یخطاء ابوبکر رضی اللہ عنہٗ

(طبرانی، ج ۲۰، ص ۶۸ ورجالہ ثقات...... الاصابۃ، ج ۲، ص ۳۴۳)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ آسمان پر ناپسندیدہ سمجھتا ہے کہ ابوبکرؓ کوئی خطا کریں۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے حق میں یہ الفاظ اس وقت فرمائے جب آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور اصحاب کرامؓ سے مشورہ فرمایا ان میں حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ، حضرت طلحہ وزبیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ تمام لوگوں نے اپنا اپنا مشورہ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے معاذ بن جبلؓ سے فرمایا کہ تجھے کون سا مشورہ پسند ہے۔؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا، جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشورہ دیا، وہ مجھے پسند ہے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اللہ عزوجل ناپسند فرماتا ہے کہ صدیق اکبرؓ خطا کریں۔

یہ حدیث آپؓ کی ارفع و اعلیٰ مرتبت پر دلالت کرتی ہے۔ خود رب کائنات کو یہ بات ناپسند ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کوئی خطا کریں۔ اس سے بڑھ کر شان کیا بیان ہو؟

(۲۰) وعن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ خلقت أنا وابوبکر من طینة واحدة. (فردوس الأخبار، ج ۲، ص ۳۰۵. ج ۳، ص ۲۹۹)

وذکره ابن جوزی مطولا عن أنس ومن طریق ثانیة عن ابن مسعود ولفظهٗ فیهما (أنا وابوبکر و عمر رضی الله عنهما من تربة واحدة وفیها لدفن. (موضوعات لابن جوزی، ج ۱، ص ۳۲۸)

فقد ذکرالسیوطی فی اللآلی انهٗ أخرجهٗ ابن عساکر عن ابن مسعود وابی هریرة رضی الله عنهما

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، میں اور ابو بکرؓ ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔

ابن جوزی نے اس حدیث کو مطولاً، حضرت انسؓ سے نقل کیا اور ایک اور حوالے سے ابن مسعودؓ سے منقول ہے۔ان دونوں روایتوں کا مطلب ہے۔

"میں اور ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما ایک مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی مٹی میں مدفون ہوں گے۔

امام سیوطیؒ نے "اللالی" میں ذکر کیا کہ اس حدیث کو ابن عساکر نے حضرت عبداللہ ابن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے تخریج کیا۔

اس حدیث مقدس میں جو شرف حضرت ابو بکرؓ کے حصے میں آیا ہے وہ کسی اور کے نصیب کہاں، آپؓ کی عظمت پر جسقدر بھی لکھا جائے، کم ہے آپؓ کی تعریف میں جتنا کہا جائے، قلیل اور تھوڑا ہے۔

(۲۱) عن هزیل بن شرحبیل قال، قال عمر ابن الخطاب عن النبی ﷺ لووزن ایمان ابی بکرؓ بایمان اهل الارض لرجّح بهم

(شعب الایمان، حدیث نمبر ۳۶، ص ۶۹، ج ۱، مقاصد حسنه للسخاوی، ۵۵۵...... فردوس الأخبار، ج ۳، ص ۴۲۳)

ھذیل بن شرحبیل نے حضرت عمر فاروقؓ سے روایت کی، حضرت عمرؓ

فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تمام لوگوں کے ایمان کے ساتھ، حضرت ابو بکرؓ کے ایمان کاوزن کیا جائے تو ضرور ابو بکرؓ کا پلڑا بھاری رہے گا۔

امام سخاوی فرماتے ہیں اسحاق بن راھویہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسند صحیح، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، سے اس حدیث کو نقل فرمایا اور اس طرح ابن عدی نے عیسیٰ بن عبداللہ کے حالات کے ماتحت "کامل" میں اور مسند الفردوس میں دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً اس کو تخریج کیا، الفاظ یہ ہیں۔

لو وضع ایمان ابی بکر علی ایمان هذه الامة لرجح بها

اگر اس امت کا ایمان ایک پلڑے میں اور حضرت ابو بکرؓ کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت ابو بکرؓ کا ایمان راجح ہو گا۔

اور حضرت ابن عدی نے دوسرے طریق اسے اس حدیث کو اس طرح تخریج فرمایا ہے۔

لو وزن ایمان ابی بکر بایمان اهل الارض لرجحهم

کتب سنن میں اس حدیث کے شاہد ہیں، حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ، سے مرفوعاً روایت ہے۔

ان رجلاً قال یا رسول اللہ ﷺ رایت کأن میزانا أنزل من السماء فوزنت أنت وابوبکر ورجحت أنت ثم وزن ابوبکر بمن بقی فرجح. (الحدیث)

"ایک مرد نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے دیکھا گویا کہ ایک میزان آسمان سے نازل ہوا آپ ﷺ کا اور حضرت ابو بکر کا وزن کیا گیا تو آپ ﷺ راجح رہے (یعنی آپ ﷺ کا پلڑا وزنی رہا) پھر باقی تمام لوگوں کا حضرت ابو بکرؓ کے مقابلے میں وزن کیا گیا تو حضرت ابو بکرؓ راجح رہے۔

جب حضرت ابو بکرؓ کے ایمان کا پلڑا تمام امت کے لوگوں سے راجح رہا تو یہ معلوم ہوا کہ آپ تمام امت کے افراد سے افضل ہیں۔ امت میں کوئی آپ کا عدیل و مثیل نہیں۔ یہ شرف اور امتیاز صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے حصے میں آیا۔

(۲۲) وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ علی وفاطمة والحسن والحسین أهلی ابوبکر و عمر و عثمان أهل الله عزوجل واهل الله أفضل من أهلی.

(فردوس الاخبار، جلد ۳، ص ۹۰۔وفی تسوید القوس عن انس بن مالك)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ حضرت علی، فاطمہ اور حسن و حسین رضی اللہ عنہم میرے اھل ہیں جبکہ حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم، اللہ عزوجل کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اھل میرے اھل سے افضل ہے۔

(۲۳) عن ابی هریرة رضی الله عنهُ قال قال رسول الله ﷺ فی السماء الدنیا ثمانون ألف ملك یستغفرون لمن أحبّ ابابکر و عمر رضی الله عنهما و فی السماء الثانیة ثمانون ألف ملك یلعنون من أبغض أبابکر و عمر رضی الله عنهما.

(فردوس الأخبار، ج ۳، ص ۱۸۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، پہلے آسمان میں اسی ہزار فرشتے ہیں، اس شخص کیلئے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہے۔ اور دوسرے آسمان پر اسی ہزار فرشتے ہیں جو اس شخص پر لعنت بھیجتے ہیں جو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتا ہے۔

(۲٤) عن عون ابن ابی جحیفة عن ابیه قال قال رسول الله ﷺ ابوبکر و عمر سیدا کهول أهل الجنة من الاولین والآخرین ماخلا النبیین والمرسلین.

(طبرانی، ج ۲۲، ص ۱۰٤ ...... ابن حبان، جز ۹.ص ۲٤)

ورواهُ الامام احمد فی مسنده عن علی رضی الله عنهُ قال کنت عندالنبی ﷺ فاقبل ابوبکر و عمر رضی الله عنهما فقال یا علی هذان سیدا کهول اهل الجنة و شبابها بعد النبیین والمرسلین.

(مسند احمد، ج ۱، ص ۸۳)

عون بن ابی جحیفہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے

ارشاد فرمایا، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ادھیڑ عمر جنتیوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء و مرسلین کے۔

امام احمد نے "مسند" میں حضرت علیؓ سے روایت کی، حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا پس حضرت ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما آئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علیؓ! یہ دونوں اہل جنت کے بوڑھوں اور جوانوں کے سردار ہیں سوائے انبیاء و مرسلین کے۔

یہ حدیث بھی شان صدیق اکبرؓ میں اظہر ہے۔ جنتیوں کا سردار ہونا کس قدر فضیلت و عظمت کی بات ہے جو حضرت صدیق اکبرؓ کے حصے میں آئی ہے۔

(۲۵) عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول اللهﷺ كل الناس يحاسبون يوم القيامة الا ابوبكر الصديق رضی الله عنهُ، رواه من طريق ابی نعيم عن عائشة رضی الله عنها من رواية ابی عمر الضرير ثنا حماد بن سلمة عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة رضی الله عنها .

(فردوس الأخبار، ج ۳ ، ص ۳۱۵)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کل قیامت کے دن حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ تمام لوگوں کا حساب لیا جائی گا۔

معلوم ہوا کل قیامت کے دن بھی حضرت صدیق اکبرؓ بے خوف ہوں گے۔ ان کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کیا جائے گا، شان ہو تو ایسی ہو۔ سبحان اللہ!

(۲۶) اخرج عبدبن حميد فی مسنده وابو نعيم وغيرهما من طرق عن ابی الدرداء ان رسول اللهﷺ قال ماطلعت الشمس وماغربت علی أحد افضل من ابی بكر الاأن يكون نبيا وفی لفظ ماطلعت الشمس علی أحد بعد النبيين والمرسلين أفضل من ابی بكر و ورد ايضاً فی حديث جابر و لفظهٗ ماطلعت الشمس علی أحد منكم افضل منهٗ

واخرجهُ الطبراني وغيرهُ ولهُ شواهد من وجوه أخر تقضي لهُ بالصحة أوالحسن وقدأشار ابن كثير الى الحكم بصحته (صواعق محرقه، ص ٦٨)

عبد بن حمید نے اپنی "مسند" میں اور ابو نعیم و دیگر محدثین نے حضرت ابو درداء کے طریق سے اس حدیث کو تخریج فرمایا، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ابو بکر صدیقؓ سے افضل کسی شخص پر سورج طلوع و غرب نہیں ہوتا مگر یہ کہ نبی ہو (یعنی نبی کے علاوہ صدیق اکبرؓ، ہر شخص سے افضل ہیں)

حضرت جابرؓ کی روایت کے بھی یہی الفاظ ہیں۔

اس حدیث کو طبرانی وغیرہ نے بھی تخریج فرمایا۔ دوسری وجوہ سے بھی اس حدیث کے شواہد ہیں جو اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کے متقاضی ہیں۔ ابن کثیرؒ نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

یہ حدیث حضرت صدیق اکبرؓ کی شان کو چار چاند لگا رہی ہے کہ آج تک سوائے انبیاء و مرسلین کے کوئی شخص ابو بکر صدیقؓ سے افضل نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں بعد از انبیاء۔ سیر حاصل بحث "افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ" کے باب میں ملاحظہ کیجئے۔

(۲۷) روی سفیان بن عیینة عن هشام بن عروة عن ابیه قال أسلم ابوبکر ولهُ اربعون الفاً أنفقها کلها علی رسول الله ﷺ فی سبیل الله وقال رسول الله ﷺ مانفعنی مالی مانفعنی مال ابی بکر وأعتق ابوبکر رضی الله عنهُ سبعة کانوا یعذبون فی الله منهم بلال وعامر ابن فهیرة (الاستیعاب جلد ۲، ص ۲٤٦، اسد الغابه، ج ۳، ص ۲۱۸، مصنف ابن شیبه، ج ۱۲، ص ۱۰)

وأخرج ابن حبان فی صحیحهٖ عن ابی هریرة قال، قال رسول الله ﷺ مانفعنی مال قط مانفعنی مال ابی بکر رضی الله عنهُ فبکی ابوبکر رضی الله عنهُ وقال ماأنا ومالی لك . (ابن حبان جز ۹، ص ٤)

سفیان بن عیینہ نے ہشام بن عروہ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت

کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اسلام لائے اس وقت آپ کے پاس چالیس ہزار درہم ودینار تھے۔ جو سب کے سب اللہ عزوجل کی راہ میں رسول کریم ﷺ پر خرچ کر دیے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "جتنا نفع مجھے ابوبکرؓ کے مال نے دیا، کسی اور کے مال نے نہیں دیا"۔ اور حضرت ابوبکرؓ نے سات ان غلاموں کو جو اللہ کی راہ میں عذاب دیئے جا رہے تھے (ظلم وستم ہو رہا تھا) کو آزاد کروایا، ان میں حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما شامل ہیں۔

ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث تخریج فرمائی کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھے ہرگز کسی مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال نے دیا، یہ بات سن کر حضرت ابوبکرؓ زارو قطار روئے اور عرض کیا یارسول اللہ! (ﷺ) میں اور میرا مال یہ سب کچھ آپ ﷺ کا ہی تو ہے۔

(۲۸) وقدرواہ ابوعیسی الترمذی عن ھارون بن عبداللہ البزار عن الفضل بن دکین عن ھشام بن سعد عن زید بن أسلم عن ابیہ عن عمربن الخطاب رضی اللہ عنھم قال أمرنا رسول اللہ ﷺ أن نتصدق ووافق ذالک مالاعندی فقلت الیوم أسبق أبابکر رضی اللہ عنہٗ أن سبقتہ، قال فجئت بنصف مالی فقال ما ابقیت لأھلک قلت مثلہٗ وجاء ابوبکر رضی اللہ عنہٗ بکل ماعندہ فقال یا ابابکر ماأبقیت لأھلک قال أبقیت لھم اللہ ورسولہٗ قلت لاأسبقتہ الی شیء ابداً

(اسد الغابة، ج ۳، ص ۲۱۸)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں صدقہ کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ میرے پاس جو مال تھا اسے مد نظر رکھتے ہوئے میں نے خیال کیا کہ آج ابوبکر صدیقؓ سے سبقت لے جاؤں گا۔ حضرت عمر فاروقؓ نصف مال لے کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، اے عمرؓ! اپنے اہل وعیال کیلئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ! (ﷺ) اس کے مثل (یعنی

جتنا لے کر آیا ہوں اتنا ہی چھوڑ کر آیا ہوں) حضرت ابو بکرؓ اپنا سارا مال لے کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے، ارشاد ہوا، اے ابو بکرؓ اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا، یا رسول اللہ! (ﷺ) ان کیلئے اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) ہی کافی ہے (یعنی سب کچھ گھر سے لے آیا ہوں)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ اس ابو بکر صدیقؓ سے کبھی بھی سبقت نہ پا سکوں گا۔

حضرت ابو بکرؓ کا جذبۂ ایثار و سخاوت دیکھئے کہ اپنے محبوب کریم ﷺ کے اشارے پر گھر کا سارا مال حاضر خدمت کر دیا اور اپنے گھر کیلئے خدا تعالیٰ اور اس کے محبوب نبی کو کافی سمجھ لیا۔ ادھر حضرت عمرؓ اپنے مال کی فراوانی پر یہ گماں کئے بیٹھے تھے کہ آج اس عظیم سخی ابو بکرؓ سے بڑھ جاؤں گا مگر یہ منظر دیکھ کر وہ بھی بے اختیار پکار اٹھے۔

عمرؓ کبھی بھی اس سخی سے مسابقت میں بڑھ نہ سکے گا۔

یہی وہ جذبہ، عشق اور وارفتگی ہے جس نے صدیق اکبرؓ کو اوج کمال پر پہنچا دیا اور آپ کی شان و عظمت میں احادیث کتابوں کی زینت بنتی گئیں۔ جن کے اندر سرکار دو عالم ﷺ نے بشارات اور شانوں سے اپنے یار غار کو نوازا۔

(۲۹) عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال، قال رسول اللہ ﷺ لکل شئی شفاء و شفاء القلوب ذکر اللہ و شفاء ذکر اللہ عزوجل حب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنھما. (فردوس الاخبار، ج ۳، ص ۳۷۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، ہر چیز کیلئے شفاء ہے اور دلوں کی شفاء، اللہ عزوجل کے ذکر میں ہے۔ اور اللہ عزوجل کے ذکر میں شفا حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت ہے۔

پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی اس وقت قابل شفاء ہے جب شیخین کی محبت دل میں موجزن ہو۔ جب اس محبت کو چھوڑ دیا تو شفاء بھی ختم ہوئی۔ جو رب ذوالجلال اور سیدنا محمد عربی ﷺ کی محبت کا طالب ہو اسے چاہیے کہ شیخین کی محبت کو دل میں سموئے

رکھے اور ان نیک ہستیوں کے دامن سے وابستہ رہے اور ان درخشندہ ستاروں کی روشنی میں اپنا راستہ پکڑتا رہے۔ جو ان سے ہٹا وہ صراط مستقیم سے پھسل گیا اور جہنم واصل ہوا۔

(۴۰) عن زید بن أرقم قال دعا ابوبکر بشراب فأتی بماء وعسل فلما أدناهُ من فیه نحاهُ ثم بکی حتی بکی أصحابهُ فسکتوا وماسکت ثم عاد فبکی حتی ظنوا انهم لایقوون علی سألته ثم أفاق فقالوا یا خلیفة رسول اللهﷺ ما أبکاك قال کنت مع رسول اللهﷺ فرأیتهُ یدفع عن نفسه شیئا ولم أرأحداً معهُ فقلت یا رسول اللهﷺ ماهذا الذی تدفع ولاأریٰ أحداً معك قال هذه الدنیا تمثلت فقلت لها الیك عنی فتحت ثم رجعت فقالت امالنك ان أفلت فلن یفلت منی من بعدك فذکرت ذالك فخشیت أن تلحقنی۔

(اسد الغابه فی معرفة الصحابة لابن اثیر، ج ۳، ص ۲۱۷)

زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے پینے کیلئے پانی منگوایا، آپ کی خدمت میں شہد اور پانی پیش کیا گیا۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ نے شہد ملے پانی کو منہ کے قریب کیا تو اسے پھر دور ہٹا دیا اور آپؓ نے رونا شروع کر دیا۔ یہانتک کہ آپؓ کے ساتھیوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ لوگ رونا بند کر گئے مگر صدیق اکبرؓ مسلسل روتے رہے۔ جب یہ گریہ زاری تھمی تو آپ کو دوبارہ شربت پیش کیا گیا اور آپ نے دوبارہ رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ ساتھیوں نے خیال کیا کہ اس معاملے پر ہم قابو نہ پا سکیں گے۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کچھ افاقہ ہوا تو ساتھیوں نے عرض کیا۔ اے خلیفہ رسولﷺ! آپؓ کو کس چیز نے اس قدر رلایا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، میں رسول اکرمﷺ کے ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپﷺ کسی چیز کو ہٹا رہے ہیں۔ جبکہ بظاہر کچھ نظر بھی نہیں آرہا۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہﷺ! آپﷺ کس چیز کو ہٹا رہے ہیں جبکہ کچھ نظر بھی نہیں آرہا؟ نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمایا، یہ دنیا تھی جو مثالی شکل میں میرے سامنے آئی۔ میں نے اسے کہا کہ جا، مجھ سے دور ہو جا۔ پس وہ مجھ سے دور ہو گئی اور اس کی آواز آئی کہ اے اللہ کے رسولﷺ! آپﷺ نے تو مجھے ٹھکرا دیا

مگر جو لوگ آپ ﷺ کے بعد آئیں گے وہ مجھے یوں نہ ٹھکرائیں گے۔

حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں میں نے دنیا کی اس بات کو یاد کیا اور ڈر گیا کہ کہیں وہ میرے ساتھ تو نہیں آملی۔

حضرت ابو بکرؓ کے زہد و تقویٰ اور خشیت الٰہی کی کس قدر عالیشان مثال ہے۔ قرآن پاک کے اندر مومنین کی جو خصوصیات گنوائی گئی ہیں ان کا چلتا پھرتا مجسمہ حضرت صدیق اکبرؓ کی ذات انور تھی۔ آپؓ کے اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام "اواہ" بھی ہے جس کا مطلب ہے بہت زیادہ گریہ زاری اور آہ و فغاں کرنے والا، آپ کا دل خوف خدا سے اس قدر رقیق اور نرم تھا کہ شہد ملا پانی پیتے ہوئے بھی ہچکیاں بندھ گئیں اور یہ خوف لاحق ہو گیا کہ کہیں دنیا نہ آلے اور مجھے اپنی طرف مائل نہ کرے۔ کوئی دوسرا بھلا کیسے آپ کے مرتبے تک پہنچے؟

(۳۱) عن ابی ملیکة رضی الله عنهٗ قال، قال رجل لأبی بکر یا حلیفة الله قال لست بخلیفة الله ولکنی أنا خلیفة رسول الله ﷺ وأناراض بذالك.

(الاستیعاب، ج ۲ ص ۲۵۲)

حضرت ابو ملیکہ رضی اللہ عنہٗ راوی ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکرؓ کو "خلیفۃ اللہ" (اللہ کا خلیفہ) کہہ کر پکارا۔ آپ نے فرمایا "میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ نہیں، میں تو رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں اور آپ ﷺ کا خلیفہ ہونے پر رضامند ہوں۔

کیسی شیفتگی اور محبت ہے رسول اکرم ﷺ کی ذات مبارک سے کہ اپنے آپ کو "خلیفہ رسول" (ﷺ) کہلوانا پسند کیا، گویا اس بات کا اظہار کیا کہ ہمیں خدائے عزوجل کی کب پہچان تھی۔ ہم نے تو اپنے مولیٰ کو بھی نبی کریم ﷺ کی وجہ سے جانا، انہی کے طفیل نکتہ توحید سمجھ میں آیا اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ کی بے پایاں محبت جو کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھی اس کا تقاضا تھا کہ انہیں آپ ﷺ کے خلیفہ کے نام سے یاد کیا جائے۔

میان عاشق و معشوق رمز ایست   کراماً کاتبین را زو خبر نیست

یہ تو محبوب و محب کے درمیان راز ہے جسے ہم کب جان سکتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان و خلوص اور محبت والفت کی ان بلندیوں پر فائز ہیں جہاں ہماری عقل پہنچنے سے قاصر ہے۔ جو اس راہ عشق سے نہیں گزرے، بھلا انہیں اس کی کیا خبر!

(۳۲) عن عمر ابن الخطابؓ قال مر رسول اللهﷺ وأنا معهٗ وابوبكر على ابن مسعود وهويقرأ فقام يستمع قرأتهٗ ثم ركع عبدالله وسجد فقال رسول اللهﷺ من سرهٗ أن يقرأ القران فليقرأ من ابن ام عبد، قال فأدلجت الى ابن مسعود لأبشرهٗ بما قال رسول اللهﷺ فلما ضربت الباب سمع صوتي فقال ماجاء بك فقلت جئت أبشرك بما قال رسول اللهﷺ قال سبقك ابوبكر، قلت أن يفعل فانهٗ سابق بالخيرات ماستبقنا الى خيرقط الاسبقني اليه ابوبكر رضي الله عنه

(معجم كبير للطبراني، ج ۹، ص ۷۱. مسند احمد، ج ۱، ص ۲۷)

قال في الجمع الزوائد (۹/۲۸۸) ورجالهٗ رجال الصحيح غير مرات بن محبوب وهوثقة

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے۔ رسول اکرمﷺ کا گذر عبداللہ ابن مسعود کے پاس سے ہوا، میں اور ابوبکر صدیقؓ بھی ہمراہ تھے۔ ابن مسعودؓ تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ نبی کریمﷺ ٹھہر گئے اور آپؐ کی تلاوت سماعت فرمائی۔ پھر عبداللہ ابن مسعودؓ نے رکوع کیا اور سجدے میں چلے گئے۔ نبی کریمﷺ نے فرمایا: جسے قرآن پاک پڑھنا پسند ہو اسے چاہیے کہ ام عبد کے بیٹے (یعنی ابن مسعودؓ) سے پڑھے۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں رات کے آخری حصے میں میں ابن مسعودؓ کے پاس گیا تاکہ انہیں نبی اکرمﷺ کی بشارت سناؤں جب میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ابن مسعودؓ نے میری آواز سن لی اور کہا "اے عمر بن خطاب! کیوں آئے ہو؟ میں نے جواب دیا" تاکہ آپ کو نبی کریمﷺ کی طرف سے خوشخبری سناؤں" وہ کہنے لگے، آپ سے پہلے ابوبکر صدیقؓ یہ کام کر گئے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

اگر حضرت ابو بکرؓ یہ کام کر گئے ہیں تو بے شک پہلے بھی وہ نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔ کسی نیک کام میں جب ہم نے آپ سے مسابقت کی کوشش کی، وہ ہم سے برتری لے گئے"۔

اس حدیث سے خود حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل القدر صحابیؓ کی زبانی پتہ چل رہا ہے کہ وہ نیکیوں میں سبقت لے جانے والے، خیر کی طرف لپکنے والے اور بھلائی کی طرف بسرعت قدم بڑھانے والے ہیں۔ اور یقیناً یہ بڑی شان اور مرتبہ کی بات ہے۔

(۳۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان لأبی بکر رضی اللہ عنہٗ مجلس من النبی ﷺ لایقوم عنہٗ الاللعباس رضی اللہ عنہٗ وکان ذالك لیسر رسول اللہ ﷺ (طبرانی، ج ۱۰، ص ۲۸۵ ...... مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۷۰)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایسی مجلس تھی کہ کبھی بھی بارگاہ نبوی ﷺ سے الگ نہ ہوتے تھے مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کیلئے۔ اور آپؓ کا یہ کام نبی کریم ﷺ کو مسرور کر دیتا۔

اس حدیث پاک میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نبی کریم ﷺ کی صحبت فیضیاب سے کبھی نہ جدا ہونے ذکر ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ صدیق اکبرؓ اپنی آنکھوں کو آنحضرت ﷺ کے دیدار سے ٹھنڈک پہنچاتے رہتے اور ہر وقت اس حسن باکمال اور جمال لازوال کا مشاہدہ کر کر کے اپنے ایمان کو جلا بخشتے۔

(۳۴) عن حذیفة رضی اللہ عنہٗ قال قال رسول اللہ ﷺ من رأنی فی المنام فقدرأنی فان الشیطان لایتمثل بی ومن رأیٰ ابابکر رضی اللہ عنہٗ فی المنام فقدرأہٗ فان الشیطان لایتمثل بہ. (فردوس الاخبار للدیلمی، ج ٤، ص ۲۹۲)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس تحقیق اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ اور جس نے خواب میں ابو بکرؓ کو دیکھا اس نے یقیناً

ابوبکر کو ہی دیکھا کیونکہ شیطان ابوبکرؓ کی شکل نہیں بنا سکتا۔

مطلب صاف ظاہر ہے کہ جس طرح شیطان میری صورت میں آنے پر قادر نہیں اسی طرح اسے یہ طاقت بھی نہیں کہ وہ میرے یار ابوبکرؓ کی شکل میں آسکے۔ شیطان ہر ایک کی صورت اختیار کر سکتا ہے مگر آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے یار غار حضرت صدیق اکبرؓ کی شکل وصورت اختیار کرنے سے قاصر ہے۔

(۳۵) عن ابن عباس رضی اللہ عنہٗ قال، قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ تعالیٰ أیدنی باربعة وزراء نقباء قلنا یا رسول اللہ ﷺ من ھوالاء الاربع قال اثنین من اھل السماء واثنین من أھل الارض. فقلت من الاثنین من اھل السماء قال جبریل ومیکائیل، قلنا من الاثنین من أھل الارض قال ابوبکر و عمر رضی اللہ عنھما.

(معجم کبیر للطبرانی، ج ۱۱، ص ۱۴۴ ...... زوائد البزاز، حدیث نمبر ۲۴۹۱)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، بے شک اللہ عزوجل نے چار وزراء اور نقبا سے میری مدد فرمائی ہے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! (ﷺ) وہ چار کون ہیں؟ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا، دو آسمان والوں میں سے اور دو زمین والوں میں سے۔ عرض کیا، آسمان میں کون دو وزیر ہیں؟ فرمایا، "جبرائیل اور میکائیل" عرض کیا، زمین میں کون وزیر ہیں؟ فرمایا "ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما"

(۳۶) أخرج الدیلمی فی فردوس الأخبار عن أنس ابن مالك مرفوعاً مامن نبی الاولهٗ نظیر فی امتی فابوبکر رضی اللہ عنهٗ نظیر ابراھیم وعمر نظیر موسیٰ، ولهٗ شاھد مافی الطبرانی من طریق عاصم ابن ابی النجود عن زرین جیش عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنھما قال، قال رسول اللہ ﷺ یا ابابکر انما مثلك مثل ابراھیم علیه السلام حین قال (فمن تبعنی فانهٗ منی ومن عصانی فانك غفوررحیم) واما انت یا عمر فمثلك مثل نوح

عليه السلام حين قال (رب لا تذر علیٰ الارض من الكافرين ديارا) ومثل موسیٰ عليه السلام حين قال (ربنا اطمس على اموالهم) (معجم کبیر، ج ۱۰، ص ۱۴۳ . ۱۴۴ فردوس الاخبار، ج ۵، ص ۳۳۶ . مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۸۷)

فردوس الاخبار میں حافظ شیرویہ بن شہر دار بن شیرویہ دیلمی نے حضرت انس بن مالکؓ سے مرفوعاً اس حدیث کی تخریج کی۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، ہر نبی کی نظیر میری امت میں موجود ہے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہیں اور حضرت عمرؓ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی۔

اس حدیث کی شاہد طبرانی کی حدیث ہے جو انہوں نے عاصم ابن ابی النجود کے طریق سے روایت کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے ابوبکرؓ! تیری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی ہے جب انہوں نے فرمایا **(فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانك غفور رحيم)** اور اے عمرؓ! تیری مثال حضرت نوح اور موسیٰ علیہما السلام کی ہے جب حضرت نوح علیہ السلام نے کہا **(رب لاتذر علیٰ الارض من الكافرين دياراً)** اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا **(ربنا اطمس على اموالهم)**

حضرت ابوبکرؓ کو جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر قرار دیا۔ یقیناً یہ بات حضرت ابوبکرؓ کی رفیع شان اور بلند مقام پر دال ہے۔

(۳۷) عن ابن عباسؓ قال ، قال رسول الله ﷺ ماأحد من الناس أفضل علي في نعمة في اهل و مال من ابي بكر رضي الله عنهُ و لو كنت متخذاً خليلاً لأتخذتهُ ولكن الأخوة الاسلام أوالايمان (زوائد البزاز، ج ۲ ، ص ۲۴۸ ...... مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۰۳ ...... طبرانی ، ج ۱۱، ص ۲۷۵)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اہل و مال میں مجھ پر احسان کے اعتبار سے لوگوں میں کوئی بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے افضل نہیں۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اسلامی بھائی چارہ بہتر ہے۔

اسلام کے راستے میں دریادلی کے ساتھ جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے خرچ کیا اس کی مثال پوری تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ اس کا اعتراف خود سرکار دوجہاں ﷺ نے فرمایا اور آپؓ کی فضیلت کو چار چاند لگادیئے۔

(۳۸) عن ابی هريرة رضی الله عنهٗ قال قال رسول اللهﷺ مامررت بملاء من الملائكة الارأيت اسمی واسم ابی بكر من خلفی و فی رواية عنهٗ لما عرج بی الی السماء مامررت بسماء الاوجدت فيها مكتوباً محمد رسول اللهﷺ و ابوبكر من خلفی. (لسان الميزان، ج ۵، ص ۸۱۷ ...... ميزان الاعتدال، ج ۳، ص ۶۰۷، فردوس الاخبار، ج ٤ ، ص ۳۸۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں فرشتوں کی جس جماعت کے ساتھ بھی گذرا، میں نے اپنا نام لکھا دیکھا اور اس کے بعد ابوبکر کا۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کی ایک اور روایت میں ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جب مجھے آسمانوں کی معراج کرائی گئی تو میں جس آسمان سے گذرا اس پہ لکھا ہوا تھا محمد رسول اللہ (ﷺ) اور میرے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ۔

جہاں یہ حدیث حضرت صدیق اکبرؓ کی عظمت و شان کو ظاہر کر رہی ہے وہاں اس بات کا پتہ بھی دے رہی ہے کہ حضور کریم ﷺ کے بعد خلیفہ آپؓ ہی ہیں۔ تبھی تو سرکار کے نام کے بعد ان کا نام لکھا ہے۔

(۳۹) عن ابی هريرة رضی الله عنهٗ قال قال رسول اللهﷺ مابال أقوام نقضوا عهدی وضيعوا وصيتی فی ابی بكر رضی الله عنهٗ، وزيری وانيسی فی الغار لاأنالهم وفی روايتة لا ينالهم الله شفاعتی.

(كنز العمال، حديث نمبر ۳۲۶۳۹ ...... فردوس الاخبار، ج ٤، ص ٤٠٠)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قوموں کو کیا ہو گیا کہ انہوں نے میرے عہد کو چھوڑ دیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ

کے حق میں میری وصیت کو ضائع کر دیا، حضرت ابو بکر میرے وزیر اور غار کے ساتھی ہیں۔ اللہ عزوجل ایسی قوموں کو میری شفاعت نصیب نہ کرے، یعنی میری ایسے لوگوں کے لئے شفاعت نہ ہو گی۔

اس حدیث مبارک میں تہدید ہے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ اپنا تعلق درست نہ رکھا، ان کی ذات مبارک میں عیب و نقص کے جویاں رہے اور بلاوجہ ان پر کیچڑ اچھالتے رہے۔ آقائے دو عالم ﷺ نے ان کو تنبیہ فرمائی کہ کل قیامت کے روز ایسے لوگوں کیلئے میری شفاعت نہ ہو گی جس کی شفاعت حضور کریم ﷺ نہ فرمائیں گے بھلا اسے کون چھڑا سکے گا۔؟

(٤٠) عن أنس ابن مالك رضى الله عنهُ قال قال رسول الله ﷺ ما أعطيت فضيلة الاوقد أعطيت شطرا منها حتى الشهادة فانى أوتاها بسم أكلة خيبر تؤتا ها بسم أفعى ليلة الغار

(فردوس الاخبار، ٤، ص ٤٠٧...... كنز العمال، حديث نمر ٣٢٦٤٠)

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مجھے جو بھی فضیلت عطا کی گئی ہے اس فضیلت سے (اے ابو بکر!) تجھے بھی کچھ نہ کچھ حصہ عطا کیا گیا، یہانتک کہ شہادت۔ اگر خیبر میں ایک لقمہ زہر آلود گوشت کھانے کی وجہ سے مجھے شہادت کا درجہ عطا کیا گیا تو اے ابو بکر! تمہیں غار والی رات سانپ کے زہر سے یہ درجہ عطا کیا گیا)۔ حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

"قالهُ لابى بكر الصديق رضى الله عنه"

یعنی یہ الفاظ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو ارشاد فرمائے۔

سبحان اللہ! یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ کیسا کرم ہے بارگاہ نبوی ﷺ سے اس یار غار پر کہ ہر فضیلت سے اپنے دوست کو بھی کچھ نہ کچھ حصہ ملا، حتی کہ شہادت خفی اگر نبی کریم ﷺ کو زہر آلود لقمہ تناول کرنے سے ملی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی

اللہ عنہ کو ہجرت کی رات اپنے محبوب کریم ﷺ کیلئے غار صاف کرتے ہوئے ایک سوراخ پر اپنی ایڑی رکھنے اور سانپ کے ایڑی پر ڈسنے سے یہ رتبہ نصیب ہوا۔ احادیث مقدسہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات بھی اس خیبر والے زہر کی وجہ سے ہوئی اور حضرت صدیق اکبرؓ بھی بالآخر سانپ کے زہر کی وجہ سے خالق حقیقی سے جا ملے۔ سچ ہے۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

قارئین! مناقب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر چالیس احادیث آپ کی نذر کرنے کی سعادت ملی۔ جیسا کہ سابقہ اوراق میں عرض کر چکا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق، جس نے چالیس احادیث مقدسہ جو ضروریات دین سے ہوں، میری امت تک پہنچائیں، قیامت کے دن رب ذوالجلال اسے فقیہہ اٹھائے گا اور میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا، میں نے پھر ان اربعین کا اعادہ اس امید کے ساتھ کیا ہے کہ کل بروز قیامت، سرکار دوعالم ﷺ مجھ گنہگار کی شفاعت فرمائیں اور رب ذوالجلال ان کی برکت سے میرے گناہ معاف فرمائے۔ تمام پڑھنے والے، سننے والے حضرات کے حق میں بھی یہی دعا ہے کہ سب کو سید دوعالم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو، آمین۔

آپؓ کی اولاد

چونکہ اصل موضوع "خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کے مناقب" تھا اس لئے آپؓ کی اولاد کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔ "صفۃ الصفوۃ" کے اندر آپؓ کی چار شادیوں کا تذکرہ موجود ہے۔

۱۔ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے شادی فرمائی اور اس سے عبداللہؓ اور اسماءؓ پیدا ہوئے۔

۲۔ ام رومان بنت عامر سے عبدالرحمانؓ اور عائشہؓ نے جنم لیا۔

۳۔ اسماء بنت عمیس کے بطن سے "محمدؒ" پیدا ہوئے

۴۔ حبیبہ بنت خارجہ ابن زید سے عقد فرمایا اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام

علی سیدالانبیاء والمرسلین

مأخذومراجع

١ القرآن الحکیم
٢ الاصابہ
٣ اسد الغابہ
٤ الاستیعاب
٥ البدایہ والنھایہ
٦ التمہید
٧ التاریخ الکبیر
٨ ابن ماجہ
٩ الترغیب والترھیب
١٠ المعجم الکبیر
١١ المنجد
١٢ الصحاح
١٣ الصراح
١٤ القاموس
١٥ النووی شرح مسلم شریف
١٦ بخاری شریف
١٧ تاریخ طبری
١٨ ترمذی شریف
١٩ تفسیر خازن
٢٠ تفسیر مظہری
٢١ تفسیر کبیر
٢٢ تفسیر بحر محیط
٢٣ تفسیر قرطبی
٢٤ تفسیر جمل
٢٥ تفسیر درمنثور
٢٦ تفسیر روح المعانی
٢٧ تفسیر کشاف
٢٨ تاریخ کامل (ابن اثیر)
٢٩ حل المعاقد
٣٠ حاکم
٣١ خصائص کبریٰ
٣٢ دلائل نبوت
٣٣ روض الانف
٣٤ ردالمحتار
٣٥ زرقانی
٣٦ زوائد البزاز
٣٧ سیرت حلبیہ
٣٨ شرح عقائد جلالی
٣٩ شرح عقائد نسفی
٤٠ شرح فقہ اکبر
٤١ شعب الایمان
٤٢ صحیح ابن حبان
٤٣ صفۃ الصفوۃ
٤٤ صواعق محرقہ
٤٥ طبرانی شریف
٤٦ عمدۃ القاری
٤٧ فتح القدیر
٤٨ فتح الباری
٤٩ فردوس الاخبار
٥٠ کنز العمال
٥١ لسان العرب
٥٢ لسان المیزان
٥٣ مجمع الزوائد
٥٤ منتھی الادب
٥٥ مواہب لدنیہ
٥٦ مصنف ابن ابی شیبہ
٥٧ مسند امام احمد
٥٨ مرقات شرح مشکوۃ
٥٩ مسلم شریف
٦٠ مصنف عبدالرزاق
٦١ مقاصد حسنہ
٦٢ میزان الاعتدال
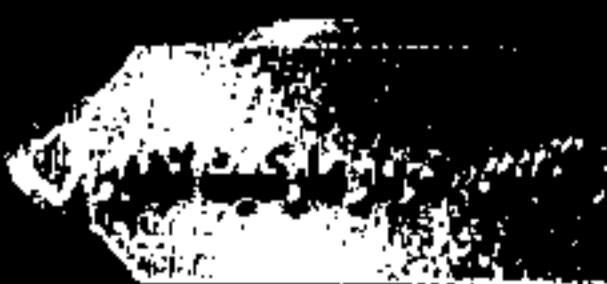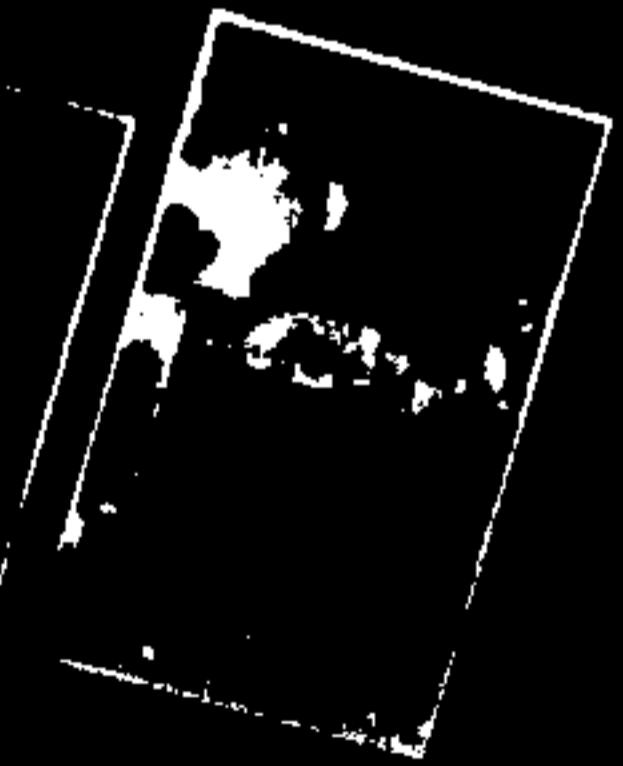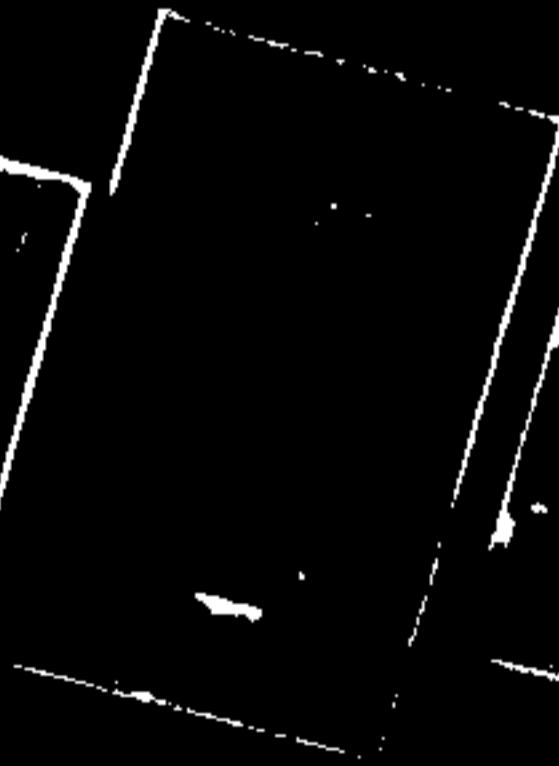
جمالِ کرم
پیارے نبی ﷺ کی پیاری دُعائیں
اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل
غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں
یارسول اللہ ﷺ
نماز کے بعد دعا کی فضیلت
رکنِ دین
علاماتِ امام مہدی